تاریخ الامّت

(علامہ اسلم جیراج پوری)

جلد پنجم - عبّاسیہ بغداد

شائع کردہ: ادارۂ طلوعِ اسلام - کراچی

ادارہ طلوع اسلام
قیمت -/3
کراچی

قیمت دو روپے

تاریخ الامت

حصہ پنجم

عباسیہ بغداد

علامہ محمد اسلم جیراجپوری

شائع کردہ

ادارہ طلوع اسلام۔ کراچی

(جاوید پریس میکلوڈ روڈ کراچی)

MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
Acc No. 612708
★ MAILSI ★

باسمہٖ تعالیٰ

تاریخ الامّت کے پہلے چار حصّے اس سے پیشتر شائع ہو چکے ہیں۔ اب پانچواں حصّہ پیش خدمت ہے جس میں خلافت عباسیہ (بغداد) کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد بقایا تین حصّے بھی شائع ہو جائیں گے۔ وبیدہٖ التوفیق

ناظم ادارہ طلوع اسلام۔ کراچی

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

فہرست

مضامین تاریخ الامّت

جلد پنجم

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
		صفات متوکل	
متوکل	۹	ولایت عہد	
وزارت	۱۱	قتل متوکل	
علویہ	۱۶	منتصر	
فوج	۱۸	وزارت	
ابن البعیث	۲۱	فوج	۳۳
شورش آرمینیہ	۲۲	صفات منتصر	۳۴
دولت یخفریہ	۲۴	وفات	۳۵
احوال خارجیہ		مستعین	۳۶

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
وزارت	۳۷	علویہ	۶۳
علویہ	۳۹	اسماعیلیہ	"
دولت زیدیہ	۴۰	باطنیہ	۶۵
فوج	۴۲	قرامطہ	۶۸
معتز	۴۶	فتنۂ حبشیان	۷۰
وزارت	"	مشرق	۷۲
علویہ	۴۸	دولت صفاریہ	۷۳
فوج	"	دولت سامانیہ	۷۸
قتل مستعین	۵۱	احمد بن طولون	۸۰
خلع معتز	۵۳	احوال خارجیہ	۸۳
مہتدی	۵۵	ولیعہدی	۸۴
وزارت	۵۶	وفات	"
احوال داخلیہ	"	معتضد	۸۵
معتمد	۶۰	وزارت	"
احوال داخلیہ	"	شورش جزیرہ	۸۹
وزارت	۶۱	قرامطہ	۹۰

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مشرق	۹۳	حامد بن عباس	۱۱۸
مغرب	۹۵	ابو العباس	۱۲۰
صفات معتضد	۹۷	ابن مقلہ	۱۲۱
وفات	۱۰۱	سلیمان بن حسن	"
مکتفی	۱۰۲	ابو القاسم کلوازی	۱۲۲
وزارت	"	حسین بن قاسم	۱۲۳
احوال داخلیہ	"	قرامطہ	"
قرامطہ	۱۰۴	احوال خارجیہ	۱۲۸
مشرق	۱۰۸	قتل مقتدر	۱۳۰
مغرب	"	صفات مقتدر	۱۳۲
روم	"	قاہر	۱۳۳
وفات	۱۰۹	احوال داخلیہ	۱۳۵
مقتدر	۱۱۰	راضی	۱۳۷
وزارت	۱۱۳	وزارت	"
ابن خاقان	۱۱۵	ابو جعفر	۱۳۸
علی بن عیسیٰ	۱۱۶	امیر الامراء	۱۳۹

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مذہبی تنازعات	۱۴۲	قادر	۱۸۱
قرامطہ	۱۴۴	معاصرین	۱۸۲
احوال خارجیہ	۱۴۵	مشرق	۱۸۶
صفات راضی	۱۴۶	دولت غزنویہ	۱۸۷
متقی	۱۴۸	دولت زیاریہ	۱۹۱
احوال داخلیہ	..	قائم	۱۹۴
مستکفی	۱۵۲	بنی بویہ	..
دیالمہ	..	آل سلجوق	۱۹۷
خلع مستکفی	۱۶۳	سلاجقۂ عظمی	۲۰۳
مطیع	۱۶۴	سلاجقۂ کرمان	۲۰۴
معزالدولہ	..	سلاجقۂ کردستان	۲۰۵
عزالدولہ بختیار	۱۶۷	سلاجقۂ شام	..
احوال خارجیہ	۱۶۸	سلاجقۂ روم	۲۰۶
خلع مطیع	۱۷۴	حادثۂ بساسیری	۲۰۸
طائع	۱۷۵	الپ ارسلان	۲۰۹
معاصرین	..	مقتدی	۲۱۳

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ملک شاہ	۲۱۴	اتابکیہ دمشق	۲۴۶
نظام الملک	..	اتابکیہ موصل	۲۴۳
مستظہر	۲۱۸	اتابکیہ اربل	۲۴۵
برکیاروق	..	اتابکیہ آذربیجان	۲۴۶
ملک شاہ ثانی اور سلطان محمد	۲۲۰	اتابکیہ فارس	۲۴۷
باطنیہ	۲۲۱	اتابکیہ لورستان	۲۴۸
جنگ صلیبی	۲۲۸	شاہان ارمن	۲۴۹
وفات مستظہر	۲۳۱	دولت غوریہ	۲۵۰
مسترشد	۲۳۲	جنگ صلیبی	۲۵۲
سلطان محمود و سنجر	..	سلطان ملک شاہ ثانی و	
باطنیہ	۲۳۴	محمد سلیمان شاہ و ارسلان	۲۵۳
سلطان مسعود طغرل ثانی	..	شاہ	"
راشد	۲۳۶	وفات مقتفی	۲۵۴
مقتفی	۲۳۷	مستنجد	۲۵۵
شاہان خوارزم	۲۳۸	مستضی	۲۵۷
دولت ارتقیہ	۲۳۹	ناصر	۲۵۹

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
معاصرین	..	مستعصم	۲۷۵
سیل تاتار	۲۶۱	خلافت عباسیہ پر ایک نظر	۲۸۰
چنگیز خاں	..	پانچ دور	۲۸۲
یورش کا سبب	۲۶۲	اسباب زوال	۲۸۴
وفات ناصر	۲۶۹	عصبیت و دولت	۲۸۵
ظاہر	۲۷۰	علویہ	۲۹۰
مستنصر	۲۷۳	بد عہدی	۲۹۶

تاریخ الامت

حصۂ پنجم (۵)

متوکل (۱۰)

خلافت ۲۴ر ذی حجہ سنہ ۲۳۲ھ سے ۴ر شوال سنہ ۲۴۷ھ تک ۱۴ سال ۹ ماہ دس روز

جعفر متوکل علے اللہ بن معتصم بن ہارون الرشید۔ اس کی ولادت مقام فم الصلح میں ایک خوارزمی ام ولد شجاع نامی کے شکم سے شوال سنہ ۲۰۶ھ میں ہوئی اس کا بھائی واثق اپنے عہد خلافت میں اس سے خوش نہیں تھا اس لئے اس نے عمر بن فرج کاتب اور محمد بن علاء خادم کو اس کی نگرانی پر متعین کر رکھا تھا وہ اس کے تمام حالات سے اس کو

آگاہ رکھتے تھے۔

واثق کی ناراضی کی وجہ سے اس کا وزیر محمد بن عبدالملک بن زیات بھی متوکل سے برگشتہ تھا۔ اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ جب اس کے ماہانہ وظیفہ کی برآورد آتی تھی تو اس پر مشکل سے دستخط کرتا تھا۔

وزیر کے علاوہ دیگر امراء بھی منحرف تھے۔ صرف قاضی احمد بن داؤد خیر خواہ تھا۔ وہی واثق کے سامنے اس کے حق میں کلمات خیر کہتا رہتا تھا۔

واثق نے جب ۲۴ ذی حجہ ۲۳۲ھ مطابق ۱۱ اگست ۸۴۷ء میں وفات پائی تو چونکہ اس نے کسی کو اپنا ولیعہد نہیں بنایا تھا اس وجہ سے اعیان دولت مثلاً وزیر ابن زیات۔ احمد بن داؤد۔ عمر بن فرج۔ احمد بن خالد میر منشی ایتاخ اور وصیف ترکی امراء وغیرہ مجتمع ہوئے۔ اور مشورہ کرنے لگے کہ کس کو خلیفہ بنائیں۔ وزیر نے واثق کے بیٹے محمد کے متعلق رائے دی۔ لیکن جب وہ دربار میں آیا تو اس کی صورت دیکھ کر وصیف نے کہا کہ صاحبو اللہ کا خوف کرو۔ اس کو تم لوگ مسلمانوں کا خلیفہ بنا رہے ہو۔ جس کے پیچھے نماز تک جائز نہیں۔ لوگوں نے اس کے قول سے اتفاق کیا اور محمد کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ قاضی احمد بن داؤد نے جعفر بن واثق کو طلب کیا اور اس کے سر پر تاج رکھ دیا۔ حاضرین نے بیعت کی۔ اس کے بعد

بیعت عام ہوئی - اس کا لقب متوکل علی اللہ رکھا گیا۔

وزارت

ابن زیات نے چونکہ متوکل کے ساتھ بے رُخی برتی تھی نیز واثق کی وفات پر محمد بن واثق کی خلافت کا مشورہ دیا تھا اس وجہ سے متوکل نے ۷ صفر ۲۳۳ھ میں اس کو اور اس کے سارے خاندان والوں کو پکڑ کر قید کر دیا اور ان کی منقولہ اور غیر منقولہ ہر قسم کی جائیدادوں کو ضبط کر لیا۔ ابن زیات وزیر پر ناگفتہ بہ سختیاں کیں۔ یہاں تک کہ ۴۰ دن وہ اس عذاب میں رہ کر ہلاک ہو گیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اس وزیر نے اپنے بعض دشمنوں کو سزا دینے کے لئے ایک آہنی تنور بنوایا تھا جس کے اندر تیز نوک کے کانٹے لگوائے تھے لیکن شومیٔ بخت سے پہلا شخص جو اس تنور کے عذاب میں پڑا خود وہی تھا۔

چند ماہ کے بعد متوکل نے عمر بن فرج کاتب کو گرفتار کر لیا۔ اس کا قصور یہ تھا کہ متوکل کی شہزادگی کے زمانہ میں اس نے ایک بار غصہ میں آکر اس کی تنخواہ کے کاغذ کو مسجد کے صحن میں پھینک دیا تھا۔ اس کے ساتھ اس کا بھائی محمد بن فرج بھی پکڑا گیا۔ ان دونوں سے ۲۷۴۰۰۰ اور ۵۰۰۰۰ درہم وصول کئے گئے۔ اور ان کی ساری ملکیت بھی ضبط کی گئی۔ آخر میں ایک کروڑ درہم لے کر متوکل نے صرف ان کی اہواز کی جاگیر واگزار کی۔ اور ان کو قید سے

رہا کیا۔

ابن زیات کے بعد احمد بن خالد میر منشی وزیر اعظم مقرر رہا۔ ذی حجہ ۲۳۳ھ میں اس پر بھی عتاب نازل ہوا۔ اس کی کل ملکیت ضبط کر لی گئی اور ساٹھ ہزار دینار نقد وصول کئے گئے۔ اس کے ساتھ اور کاتب بھی گرفتار ہوئے تھے۔ سب سے جرمانے لئے گئے۔

پھر محمد بن فضل جرجرائی جو واسط اور بغداد کے مابین نہروان کے متصل مقام جرجرایا کا باشندہ تھا وزارت پر آیا۔ یہ شخص عالم و فاضل اور ادیب و شاعر تھا۔ موسیقی میں بھی مہارت رکھتا تھا۔ متوکل نے ۲۳۶ھ میں اس کو صرف اس وجہ سے برطرف کر دیا کہ وہ وزارت کے لئے بڈھے آدمی کو پسند نہیں کرتا بلکہ کسی نوجوان کو چاہتا ہے۔ چنانچہ عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کو منتخب کیا۔ یہ متوکل کے آخر عہد تک وزیر رہا۔

ابن خاقان خوشنویس اور حساب و کتاب میں ماہر تھا۔ اس میں چند عیوب بھی تھے لیکن اس کے حسن۔ خُلق اور کرم نے ان پر پردہ ڈال رکھا تھا۔ اپنی داد و دہش کی بدولت اہل فوج میں نہایت ہر دل عزیز تھا۔

اس زمانہ میں محکمۂ مال جیسی خراب حالت میں تھا اور عمال جیسے خیانت پیشہ اور باہم دشمن تھے اس کی کیفیت کے اظہار کے لئے مندرجہ ذیل واقعہ کافی ہے۔

نجاح بن سلمہ میر منشی اور عمال کا نگران عام تھا۔ اس وجہ سے وہ بڑا صاحب اثر اور پُر ہیبت امیر تھا۔ اس میں اور وزیر ابن خاقان میں باہم سخت منافست تھی۔ حسن بن مخلد وزیر املاک اور موسیٰ بن عبد الملک وزیر خراج ابن خاقان کے طرفداروں میں سے تھے۔

۲۴۵ھ میں متوکل نے سامرا میں اپنے لئے ایک محل بنوانا چاہا جس کے واسطے اس کو روپے کی ضرورت پڑی۔ نجاح نے تقریباً بیس امیروں کے نام لے کر جن میں وزیر اعظم اور اس کا بھائی موسیٰ بن عبد الملک اور اس کا نائب اور حسن بن مخلد وغیرہ سب شامل تھے کہا کہ ان کو میرے سپرد کر دیجئے۔ میں ان سے اس قدر رقم وصول کر کے دوں گا جو قصر خلافت کی تعمیر کے لئے کافی ہو گی متوکل یہ سن کر خوش ہوا۔ اور کہا کہ کل آؤ تو اس کا انتظام کر دوں۔

وزیر اعظم کو جب اس کی اطلاع پہنچی تو وہ خلیفہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ نجاح کی خواہش یہ ہے کہ جس قدر امرا اور کُتّاب ہیں اُن سے تاوان وصول کر کے ایک عام خلفشار پیدا کر دے۔ میں صاف کہتا ہوں کہ اگر ایسا ہوا تو تمام سرکاری کام درہم برہم ہو جائیں گے۔ یہ کہہ کر وہاں سے چلا آیا اور موسیٰ بن عبد الملک اور حسن بن مخلد کو بلا کر کہا کہ خلیفہ تیار ہے کہ وہ کل تم کو نجاح کے ہاتھ میں دیدے اگر ایسا ہوا تو وہ صرف تمہارے اموال ہی کو ضبط نہیں کرے گا بلکہ سختیاں کر کے تم کو ہلاک بھی کر ڈالے گا۔ لہذا بہتر یہ ہے

کہ تم اسی وقت امیر المومنین کو لکھو کہ ہم تعمیر محل کے واسطے بیس لاکھ دینار دینے کے لئے تیار ہیں۔ بشرطیکہ نجاح ہمارے سپرد کر دیا جائے۔ ان دونوں نے یہ تحریر لکھ دی۔ وہ اس کو لے کر خلیفہ کے پاس گیا۔ اس نے منظور کر کے نجاح کو ان کے حوالہ کر دیا۔

ان لوگوں نے نجاح اور اس کے بیٹے سے ۱۴۰۰۰ دینار نقد وصول کیے نیز اس کے کارندوں سے بڑی بڑی رقمیں لیں اور اس کے دیہات اور مکانات کے علاوہ اس کی سامرا اور بغداد کی کل ملکیت ضبط کر لی۔

نجاح کا کاتب خاص اسحاق بن سعد تھا۔ اس نے متوکل کی شاہزادگی کے زمانہ میں ایک بار اس کی تنخواہ کے اجرا میں پچاس دینار رشوت میں لئے تھے متوکل نے حکم دیا کہ اس سے ہر دینار کے عوض میں ایک ہزار دینار وصول کر لو۔ اور ایک ہزار دینار جرمانہ لو۔ چنانچہ انھوں نے اس سے ۵۱۰۰۰ دینار کا مطالبہ کیا۔ اور جب وہ نہیں دے سکا تو اس کو قید کر دیا۔ مجبور ہو کر ۱۷۰۰۰ ہزار دینار اس نے ادا کئے باقی کے لئے ضمانت دی تب رہائی پائی۔ لیکن نجاح عذاب کی سختیوں سے مر گیا۔

کس قدر حیرت ہے کہ ان کاتبوں کی دست درازی یہاں تک بڑھ گئی تھی کہ خود خلیفہ کے بھائی سے وظیفہ جاری کرانے کے لئے رشوت لیتے تھے۔ اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ دوسرے لوگوں سے کیا کچھ

وصول نہ کرتے ہوں گے۔ یہی وجہ تھی کہ ان لوگوں کے پاس بہت جلد دولت جمع ہو جاتی تھی۔ اور چونکہ خود یہ ایک دوسرے کی مالی حالت سے اچھی طرح واقف ہوتے تھے اس لئے ازراہ حسد وعداوت جب موقع پاتے تھے خلیفہ کو اس کے مصادرہ کے لئے آمادہ کر دیتے تھے۔ دینی اثر اور تقویٰ چونکہ دلوں میں کم تھا اس لئے خلیفہ بھی بلاخوف وخطر جو کچھ چاہتا تھا کر گذرتا تھا۔ نہ کوئی قانون تھا کہ اس کو اموال کی ضبطی سے روک سکے۔ نہ کوئی زبان تھی جو اس کی ناروا تعذیب اور تعذیر کی مخالفت کرے۔ علماء صرف مسائل نظریہ میں بحث کرتے تھے جن کا کوئی اثر عملی زندگی پر نہیں تھا۔ اور اس قسم کے مظالم کے خلاف جن سے لوگوں کی جان ومال وعزت تلف اور برباد ہوتی تھی۔ ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالتے تھے۔

اس زمانہ کا اگر خلافت راشدہ سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے جبکہ امت خلیفہ کے ہر امر پر اس سے محاسبہ کر سکتی تھی تو ظلمت اور نور کا فرق نظر آجائے گا۔ چنانچہ ان بدنظمیوں کا یہ نتیجہ تھا کہ امور خلافت فاسد تھے نظام ملک ابتر تھا اور شیرازۂ ملت پراگندہ۔

احمد بن ابی داؤد خلیفہ مامون، معتصم اور واثق کے زمانہ سے قاضی القضاۃ معتمد علیہ اور بزرگان دولت میں تھا۔ چونکہ اس نے متوکل کی حمایت کی تھی اور اس کے سر پر تاج رکھا تھا اس وجہ سے اس کے عہد

میں بھی اپنے درجہ پر بحال رہا۔ ۲۳۳ھ میں اس پر فالج گرا اور وہ بیکار ہو گیا۔ متوکل نے اس کی جگہ پر اس کے بیٹے ابوالولید کو مقرر کیا۔ لیکن ۲۳۷ھ میں ناراض ہو کر برطرف کر دیا۔ اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کو مع اس کے تمام بھائیوں کے گرفتار کر کے عبیداللہ بن سری نائب شحنہ کے سپرد کیا کہ ان سے جرمانے وصول کرو اس نے ۱۲۰۰۰۰ دینار نقد اور ۲۰۰۰۰ دینار کے جواہرات ان سے لئے۔ ان کی کل جائیداد ایک کروڑ ساٹھ لاکھ درہم پر فروخت کر دی۔ اور ان کے مفلوج بڈھے باپ احمد بن داؤد کی بھی ساری ملکیت ضبط کر لی۔ ۲۳۹ھ میں ابوالولید۔ اور اس کے ۲۰ روز کے بعد اس کا باپ دونوں بے مائگی کی حالت میں مر گئے۔

عَلَوِیّہ

تمام بنی عباس میں متوکل حضرت علی اور ان کی اولاد کی دشمنی میں بدنام ہے۔ جس شخص کے متعلق اس کو خبر ملتی کہ عَلَوِیّہ میں سے کسی کے ساتھ تُولّا رکھتا ہے اُس کا خون اور مال سب حلال سمجھتا۔ خلفائے عباسیہ میں سے مامون، معتصم اور واثق کو وہ محض اسی وجہ سے بُرا کہتا تھا کہ یہ لوگ حضرت علیؓ اور اُن کی اولاد سے محبت رکھتے تھے۔

اس کے ندیم و جلیس بھی زیادہ تر اسی عقیدہ کے لوگ تھے جو اس کو

ہمیشہ علویہ کی طرف سے بدظن رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ ان کے اسلاف سے بھی جو دین و تقویٰ کے لحاظ سے اُمّت میں مقبول تھے بغض رکھنے لگا۔ ۲۳۷ھ میں حکم دیا کہ کربلا میں امام حسینؑ کی قبر منہدم کر دی جائے اور اس پر کاشت ہو کوئی زیارت کے لئے نہ جانے پائے۔ اس حکم کے مطابق امام حسینؑ کی قبر کے تمام مجاور نکال دیئے گئے اور وہاں کی ساری عمارتیں گرا کر ان پر کھیتی ہونے لگی۔ زائرین کا آنا جانا قطعاً بند کر دیا گیا۔

اس کے عہد میں فرقہ اثنا عشریہ کے امام علی ہادی بن محمد جواد تھے متوکل نے ان کو سامرا میں خاص اپنی نگرانی میں رکھا تھا۔ وہاں بیس سال رہ کر انہوں نے انتقال کیا اسی وجہ سے ان کا لقب عسکری ہے۔ کیونکہ سامرا لشکرگاہ ہونے کی وجہ سے عسکر کہا جاتا تھا۔

ایک بار متوکل کو یہ خبر پہنچی کہ امام موصوف کے پاس ان کے شیعوں کی آمد و رفت رہتی ہے اور انہوں نے اپنے گھر میں بہت سے آدمی اور اسلحہ فراہم کئے ہیں۔ اس لئے رات کو ان کی خانہ تلاشی کے لئے سپاہی بھیجے۔ امام موصوف ایک گلیمی قمیص پہنے اور ایک اونی رومال سر پر باندھے ہوئے تلاوت قرآن اور دعا میں مصروف تھے۔ ان کے گھر میں کوئی چیز نہ نکلی۔ یہاں تک کہ بستر بھی بجز فرش ریگ کے نہ تھا۔ اسی حالت میں لوگ ان کو متوکل کے پاس لائے۔ اس نے اپنے قریب بٹھلایا۔

اور حکمت اور نصیحت کی باتیں سنیں۔ پھر قرض ادا کرنے کے لئے چار ہزار درہم دیئے اور اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔

بنی اُمیّہ کے زمانہ میں امام زید اور پھر ان کے بیٹے یحییٰ نے خروج کیا تھا۔ متوکل کے عہد میں یحییٰ کے پوتے یحییٰ بن عمر نے مخالفت کا سامان کیا لیکن گرفتار ہو گئے۔ دربار میں لا کر عمر بن فرج کاتب نے ان کو ۱۸ کوڑے مارے۔ اور بغداد میں قید کر دیا۔

فوج

معتصم اور واثق کے زمانہ سے فوج میں ترکی عنصر غالب تھا۔ ان کا نفوذ اور اقتدار دن بدن بڑھتا جاتا تھا۔ اور ان کے استبداد سے نہ صرف وزراء اور امراء مغلوب تھے۔ بلکہ خود متوکل تنگ آگیا تھا۔ اس لئے چاہا کہ ان کی قوت کو توڑ دے۔

اس زمانہ میں ترکی امیر ایتاخ سپہ سالاری کے علاوہ برید حجابت اور دار الخلافہ کی عمارت کے بھی عہدے رکھتا تھا۔ متوکل نے ارادہ کیا کہ اسی سے ابتدا کرے لیکن اس نے دیکھا کہ سامرا میں جو فوجی چھاؤنی اور ترکوں کا مرکز ہے وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ایسے آدمی اس کے پاس بھیجے جنہوں نے حج کے لئے اس کو آمادہ کیا۔ اس نے اجازت مانگی۔ متوکل نے خلعت دے کر رخصت کیا۔ اور یہ بھی حکم لکھ دیا

کہ راستہ میں جس جس شہر میں یہ داخل ہوگا تا قیام وہاں کی حکومت اس کے ہاتھ میں ہوگی۔

اس کے ساتھ علاوہ اس کے غلاموں کے فوجی امرا اور سپاہیوں کی بھی ایک کثیر تعداد حج کے لئے روانہ ہوئی - واپسی میں جب وہ عراق میں آیا تو متوکل اس کے استقبال کے لئے ایک معتمد کو مع خلعت اور تحفوں کے کوفہ میں بھیجا۔ اور ایک قاصد کو خاص پیغام دے کر بغداد کے شحنہ اسحاق بن ابراہیم مصعبی کے پاس روانہ کیا۔

ایتاخ جب کوفہ میں داخل ہوا تو اسحاق مذکور اس کی پیشوائی کے لئے وہاں گیا۔ اور اس سے کہا کہ امیر المؤمنین کا حکم ہے کہ آپ بغداد میں خزیمہ کے محل میں دربار کریں جس میں عراق کے شرفاء اور اعیان بنی ہاشم جمع ہوں گے۔ ایتاخ بغداد میں آیا۔ جب اس محل میں داخل ہونے لگا تو اس کے غلام باہر روک لئے گئے اور اندر اسحاق کے سپاہیوں نے اس کو پکڑ کر ہاتھ پاؤں میں زنجیریں اور بیڑیاں ڈال دیں۔ اس کے دونوں بیٹوں منصور و مظفر اور اس کے دونوں کاتبوں سلیمان بن وہب اور قدامہ بن زیاد کو بھی گرفتار کر لیا۔

ایتاخ ان تکلیفوں سے جو اس کو پہنچائی گئیں ۲۳۳ھ میں قید خانہ ہی میں مر گیا۔ لیکن اس کے بیٹوں کو متوکل کے بعد مستعین نے رہائی

بخشی۔

متوکل ترکوں سے اس قدر بیزار تھا کہ چاہتا تھا کہ سامرا چھوڑ کر دوسرے شہر کو دار الخلافہ بنالے۔ چنانچہ ۲۴۲ھ میں دمشق میں چلا بھی گیا۔ اور دہیں سرکاری دفتروں کو منتقل کرنے کا حکم دیا۔ ترکوں نے خیال کیا کہ خلیفہ اپنی قوم سے مدد لے کر ہم کو مغلوب کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ متوکل نے دیکھا کہ فتنہ بہت بڑھ جائے گا اس لئے یہ بہانہ کر کے کہ دمشق کی آب وہوا مرطوب ہے پھر سامرا میں آ گیا۔

۲۴۵ھ میں ملحوزہ کو جو دار الخلافہ سے چند میل کے فاصلہ پر تھا آباد کیا اور اس کا نام جعفریہ رکھا۔ اس کی تعمیر میں بیس لاکھ دینار نقد صرف ہوئے۔ اپنے لئے ایک ایسا بلند محل تیار کرایا کہ اس وقت تک اتنی اونچی کوئی عمارت نہیں بنی تھی۔ اس کا نام قصر لولو رکھا۔ دو لاکھ دینار کے صرفہ سے مقام کرمی سے جو پانچ میل کے فاصلہ پر تھا ایک نہر بھی اس میں لانی چاہی لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے خود ان کی زندگی کا چشمہ خشک ہو گیا۔ کیونکہ ترکوں میں یہ شہرت ہو گئی کہ خلیفہ اس جدید عمارت میں منتقل ہونے کے بعد وصیف اور بغا دونوں ترکی امیروں کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس لئے قبل اس کے کہ وہ ان کو قتل کرے انھوں نے خود اس کو قتل کر ڈالا۔

متوکل کے بعد جعفریہ کی تمام عمارتیں جو متوکلیہ کے نام سے مشہور ہو گئی تھیں ویران ہو گئیں۔

ابن البعیث

آذربیجان کے نواح میں ایک قصبہ مرند تھا جس کا رئیس حلبس نامی ایک عرب تھا۔ اس کے بیٹے بعیث نے اس قصبہ کے ارد گرد فصیل بنائی اور ایک قلعہ تعمیر کیا۔ محمد بن بعیث بغداد میں رہتا تھا۔ اسحاق بن ابراہیم شحنۂ بغداد نے اس کو خلیفہ کا مخالف دیکھ کر اس کو قید کر دیا۔ لیکن بغا شرابی نے سفارش کی۔ اور اس کی طرف سے چند ضامن پیش کئے جس کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ وہ بغداد سے مرند میں گیا۔ وہاں فصیل اور قلعہ کی مرمت کی اور اپنے قبیلہ کے دو ہزار افراد سے زائد جمع کر کے بغاوت کا اعلان کر دیا والی آذربیجان محمد بن حاتم بن ہرثمہ اس کے مقابلہ سے عاجز رہا۔ متوکل نے اس کو برطرف کر کے حمدویہ بن علی بن فضل کو وہاں کا والی مقرر کیا۔ وہ شاکریہ اور رضاکاروں کی دس ہزار کی جمعیت لے کر اس طرف گیا اور مرند کا محاصرہ کیا۔ جب ایک عرصہ گذر گیا اور قلعہ فتح نہیں ہوا تو متوکل نے زیرک سپہ سالار کے ساتھ ترکوں کی کثیر فوج روانہ کی۔ لیکن اس سے بھی کچھ نہ ہو سکا اس لئے عمرو بن سیل بھیجا گیا۔ ان تمام امراء نے مل کر مرند پر حملہ کیا اور منجنیقوں سے اس پر سنگباری شروع کی۔ اسی درمیان میں

خلیفہ کی طرف سے بغا شرابی چار ہزار فوج لے کر آگیا۔ اس نے عیسیٰ بن شیخ شیبانی کے ہاتھ ابن بعیث کے ساتھیوں اور رفیقوں کے نام خلیفہ کی طرف سے امان نامے بھیجے چونکہ وہ لوگ محاصرہ سے تنگ آگئے تھے اس لئے امان ملنے کے بعد انہوں نے ابن بعیث کا ساتھ چھوڑ دیا۔ بعضوں نے قلعہ کے دروازے بھی کھول دیئے۔ ترکی فوج اندر داخل ہو گئی۔ ابن بعیث مع اپنے دو سو اہل خاندان اور حرم کے گرفتار ہوا۔

بغا شرابی نے خلیفہ کو فتح نامہ لکھا۔ پھر ان قیدیوں کو لے کر سامرا میں گیا۔ متوکل نے ابن بعیث کے قتل کا حکم دیا۔ لیکن جس وقت دربار میں جلاد نے اس کو قتل کرنا چاہا اس وقت اس نے خلیفہ سے معافی کی درخواست کی اور چند رقت انگیز اشعار پڑھے۔ متوکل نے اس کی جان بخشی کی۔ نیز اس کے تینوں بیٹوں حلیس۔ بعیث اور جعفر کو بھی چھوڑ دیا۔ وہ شاکریہ فوج میں داخل ہو گئے۔ ابن بعیث ایک مہینہ کے بعد مر گیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ وہ بڑا ادیب اور شجاع تھا۔ خاص کر فارسی میں اچھے اشعار کہتا تھا۔

شورش آرمینیہ

آرمینیہ اور آذربیجان کی ولایت بغا شرابی کو ملی۔ اس نے ابوسعید محمد مروزی کو نائب بنا کر وہاں بھیج دیا۔ شوال ۲۳۶ھ میں وہ اچانک

فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے یوسف کو اس کی جگہ پر مقرر کیا۔ آرمینیہ کے بطریق اعظم بقراط بن اشوط نے بغاوت کی۔ یوسف نے اس کو گرفتار کر کے دربار خلافت میں بھیجدیا۔ اس وجہ سے وہاں کے تمام بطریق برہم ہو گئے۔ انہوں نے باشندوں کو یوسف کے مقابلہ کے لئے ابھارا۔ وہ اس زمانہ میں شہر طرون میں تھا۔ آرمینیوں نے جاکر چاروں طرف سے اس کا محاصرہ کر لیا اس نے نکل کر جنگ کی جس میں وہ اور اس کے تمام ساتھی مارے گئے۔

متوکل نے اس بغاوت کو فرد کرنے کے لئے خود بغا کو بھیجا۔ اس نے جزیرہ کی طرف سے پہنچ کر پہلے ارزن کا محاصرہ کیا۔ وہاں کا امیر موسیٰ بن زرارہ تھا جس نے یوسف کے قتل میں آرمینیوں کے ساتھ شرکت کی تھی۔ اس کو گرفتار کر کے دربار خلافت میں روانہ کیا اور خود خویثیہ کی طرف بڑھا جس کے دامن میں وہ تمام باغی مجتمع تھے جنہوں نے طرون پر حملہ کیا تھا ان کے ساتھ سخت جنگ پیش آئی۔ تیس ہزار ارمن میدان جنگ میں مارے گئے اور بے شمار قید ہوئے۔

اس فتحیابی کے بعد باغیوں کو ڈرانے کے لئے وہ وسط آرمینیہ سے گذرتا ہوا دبیل اور تفلیس تک گیا۔

۲۳۸ھ میں موالی بنی امیہ میں سے اسحاق بن اسماعیل نے تفلیس میں جو دریائے کر پر واقع ہے بغاوت کی۔ دربار خلافت سے زیرک اس مہم

پر بھیجا گیا۔ بغا بھی تفلیس سے واپس ہو کر وہاں آ گیا۔

اسحاق نے امیر سریر کی بیٹی کے ساتھ شادی کی تھی۔ اور صغد بیل کو بہت محفوظ بنا رکھا تھا۔ کوہ خویثیہ کے بقیۃ السیف باغی وہیں آکر فراہم ہو گئے تھے۔ بغا نے ان کو لکھا کہ اگر تم لوگ ہتھیار ڈال دو تو تم کو امان ہے۔ لیکن وہ مقابلہ میں آئے۔ عین جنگ کے وقت بغا نے نفّاطین کی جماعت کو شہر کی طرف بھیجا کہ آگ لگا دیں۔ جب شعلے بلند ہوئے تو اسحاق میدان سے دوڑا ہوا اس طرف گیا۔ وہاں ترکوں نے اس کو اور اس کے بیٹے عمر کو پکڑ لیا اور بغا کے سامنے لائے۔ اس نے ان کے قتل کا حکم دیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس آگ سے صغد بیل میں تقریباً پچاس ہزار آدمی تباہ ہوئے تھے۔

اس کے بعد بغا نے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر آرمینیہ کے باغیوں کو گرفتار کیا۔ نیز آذربیجان اور اران کے بہت سے مفسد بطریقوں کو بھی پکڑ کر اپنے ساتھ لایا۔

دولت یعفریہ

معتصم کے عہد میں صنعاء کی ولایت جعفر بن سلیمان کو ملی تھی۔ اس نے اپنی طرف سے عبدالرحیم بن ابراہیم حوالی کو وہاں کا نائب کر دیا تھا۔ عبدالرحیم کے بعد اس کے بیٹے یعفر نے ۲۴۷ھ میں وہاں خود مختاری کا علم بلند کر دیا۔

یہ ریاست ۳۸۷ھ تک اس کے خاندان میں رہی۔ رئیسوں کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) یعفر بن عبدالرحیم	۲۴۷-۲۵۹
(۲) محمد بن یعفر	-۲۷۹
(۳) عبدالقادر بن احمد بن یعفر	-۲۷۹
(۴) ابراہیم بن محمد	-۲۸۵
(۵) اسعد بن ابراہیم	-۲۸۸
فتنۂ قرامطہ	-۳۰۳
(۵) اسعد بن ابراہیم (دوبارہ)	-۳۳۲
(۶) محمد بن ابراہیم	-۳۵۲
(۷) عبداللہ بن قحطان	-۳۸۷

احوال خارجیہ

مسلمانوں اور رومیوں میں بری اور بحری لڑائیاں سلسلہ وار جاری تھیں ۲۳۸ھ میں رومیوں نے تین سو جنگی کشتیاں لے کر دمیاط کی طرف سے مصر پر حملہ کیا۔ بدقسمتی سے اسی زمانہ میں امیر مصر نے فسطاط میں ایک دربار کیا تھا جس میں تمام بحری محافظ شریک تھے۔ اس وجہ سے رومی بلا کسی مقابلہ کے مصر میں داخل ہو گئے۔ سارے شہر کو لوٹ لیا۔ جامع مسجد

میں آگ لگادی۔ مسلمان عورتوں کو پکڑا۔ اور ان کو لے کر اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔

اس کے جواب میں اسلامی صائفہ فوجوں نے ہم سرحد رومی شہروں کو جاکر اسی طرح غارت کیا

۱۲ شوال ۲۴۱ھ میں نہر لامس پر اسیران جنگ کا تبادلہ ہوا۔ متوکل نے اپنے خاص خادم شنیف نیز قاضی جعفر بن عبدالواحد ہاشمی اور علی بن یحییٰ ارمنی سرحد شام کے امیر افواج کو بھیجا تھا۔ ان لوگوں نے ۲۱۰۰ مسلمان مردوں اور عورتوں کو جو رومیوں کے پاس تھے واپس لیا۔ ایک سو سے زیادہ ذمّی عیسائی بھی ان کی قید میں تھے۔ فدیہ دے کر ان کو بھی رہا کرایا۔

۲۴۲ھ میں رومی سمیساط کی طرف سے آمد تک بڑھ آئے۔ وہاں انہوں نے کئی بستیوں کو ویران کر ڈالا۔ اور بہت سے مسلمانوں کو پکڑ لے گئے۔ رضاکاروں کی ایک جماعت نے قربیاس اور عمر بن عبداللہ اقطع کے ساتھ ان کا پیچھا کیا۔ لیکن وہ ہاتھ نہ آئے

علی بن یحییٰ ارمنی امیر افواج سرحد جس کی دھاک رومیوں پر بندھی ہوئی تھی اس زمانہ میں صائفہ فوج لے کر گیا ہوا تھا۔ خلیفہ نے اس کو حکم دیا کہ شاتیہ کو لے کر وہ رومیوں پر حملہ کرے۔ اس نے انتقام لیا۔

ربیع الثانی ۲۴۴ھ میں متوکل نے بغا کو بھی دمشق سے رومی

سرحد کی طرف بھیجا۔ اس نے شہر صملہ کو فتح کیا۔

۲۴۵ھ میں رومیوں نے پھر سمیساط کی طرف سے یورش کی۔ تقریباً پانچ سو مسلمانوں کو قتل کیا اور متعدد بستیاں لوٹ لیں۔ علی بن یحییٰ نے صائفہ فوج لے کر ان پر دھاوا کیا۔ اور مار کر بھگا دیا۔

صفر ۲۴۶ھ میں علی بن یحییٰ نے پھر اسیروں کا تبادلہ کیا اور ۲۳۶۷ قیدیوں کو رومیوں سے واپس لیا۔

صفات متوکل

مامون اور واثق کی طرح متوکل فلسفی نہیں تھا بلکہ سلف کی تقلید کو پسند کرتا تھا چنانچہ اس نے تمام مباحثوں اور مناظروں کو خاص کر خلق قرآن کے متعلق حکماً بند کرا دیا۔ اور محدثین سے کہا کہ وہ حدیث کا درس دیں۔ جود و کرم میں بھی اس کو خلفاء سابقین سے کوئی نسبت نہیں تھی لیکن منصور کی طرح منتظم بھی نہیں تھا۔

خلفاء عباسیہ کے درباروں میں متانت اور تمکنت کا بڑا لحاظ رکھا جاتا تھا۔ مگر متوکل کے عہد میں ہنسی اور مذاق نے بھی اس میں دخل پا لیا اس کا اثر یہ ہوا کہ اس کے وزراء اور امراء کی محفلوں میں ہزل عام ہو گیا۔

ابو عبادہ بحتری عربی کے مشہور شاعر نے متوکل کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا۔ ختم کے بعد ایک درباری ابو العبنس اٹھا۔ اور اس نے بحتری کی نقل

اتاری اس پر متوکل بہت ہنسا اور خوش ہو کر اس کو دس ہزار درہم انعام دیا۔ جب فتح بن خاقان نے کہا کہ اس مسخرے نے دس ہزار صلہ پایا کچھ تجری کو بھی تو ملنا چاہیئے۔ تو متوکل نے اس کے لئے بھی دس ہزار کا حکم دیا۔

متوکل کو ذمیوں سے سخت نفرت تھی۔ شوال ۲۳۵ھ میں اس نے ابراہیم بن عباس صولی کاتب سے یہ حکم لکھوا کر تمام صوبوں میں بھیجا کہ اہل ذمہ مسلمانوں کے لباس پہن کر رستوں میں نہ نکلیں۔ بلکہ زنار باندھیں اور اپنے خاص ملبوس پہنیں۔ نیز ان کے گھوڑوں کے زین بھی اہل اسلام سے مختلف ہوں۔ اور اُن کو ان دفاتر میں ملازمت نہ دی جائے جن کے احکام مسلمانوں پر نافذ ہوتے ہیں۔ نہ اسلامی مکاتب میں ان کے بچے داخل کیے جائیں نہ کوئی مسلمان ان کو تعلیم دے۔

متوکل کے عہد میں امنیت خوش حالی اور رفاہیت عام تھی۔ سامان معیشت ارزاں تھا۔ اور لوگ آرام اور فارغ البالی سے زندگی بسر کرتے تھے۔

محدثین اس کی عداوتِ اہل بیت اور ہدمِ قبر حسینؑ سے جس قدر ناراض ہیں اسی قدر خلق قرآن کے فتنہ کو دبا دینے پر اس سے خوش ہیں۔ گویا ان کے نزدیک اس کی نیکی اور بدی کے دونوں پلّے قریب قریب آجاتے ہیں۔ رہی کاتبوں کی تعزیر۔ اور ان کا مصادرہ۔ یہ اس عہد میں کوئی اہم بات

نہ تھی۔ نہ اس کی کسی نے پرواہ کی۔

ولایت عہد

متوکل نے بھی اپنے دادا ہارون الرشید کی طرح اپنے تین بیٹوں کو ۲۷ ذی الحجہ ۲۳۵ھ میں ولیعہد بنا کر کل ممالک اسلامیہ کو ان میں تقسیم کر دیا۔

منتصر کو۔ افریقہ۔ مصر۔ شام۔ جزیرہ۔ عرب۔ عراقین۔ اہواز اصفہان۔ سندھ۔

معتز کو۔ طبرستان۔ رے۔ آرمینیہ۔ آذربیجان اور فارس ۲۴۰ھ میں کل ممالک محروسہ کے خزانوں کی تحویلداری کا عہدہ بھی اس کو دیا گیا۔ اور ٹکسالوں میں اس کے نام سے درہم و دینار مضروب ہونے لگے۔

موئد کو جند دمشق۔ جند حمص۔ جند اردن۔ جند فلسطین۔

ان تینوں میں سے ہر ایک کو اپنے اپنے حدود میں خود مختار بنا دیا۔ اور عہد نامہ میں لکھدیا کہ خلیفہ ہو جانے پر منتصر معتز کے اور معتز موئد کے کاموں میں دخل نہ دے اور اختیارات میں خلل نہ ڈالے۔

عہد نامہ کا مضمون تقریباً وہی تھا جو ہارون نے اپنے بیٹے کے لئے لکھا تھا اس کی ایک ایک نقل ولیعہدوں کو دیدی گئی۔ اور ایک دفتر خلافت میں محفوظ رکھی گئی۔

قتلِ متوکل

ترکی امراء کے دل متوکل کی طرف سے مطمئن نہیں تھے۔ ایتاخ کے واقعہ کی وجہ سے وہ سمجھ گئے تھے کہ یہ اس فکر میں لگا ہوا ہے کہ ہماری قوت کو توڑے اور ہم کو ایک ایک کر کے پکڑے اور ہلاک کر ڈالے۔

متوکل کا وزیر عبید اللہ بن خاقان تھا اور ندیم خاص فتح بن خاقان یہ دونوں بھائی منتصر کے خلاف تھے۔ اور چاہتے تھے کہ وہ خلیفہ نہ ہو بلکہ معتز ہو۔ متوکل کے دل میں بھی انہوں نے منتصر کی طرف سے بدگمانی پیدا کردی۔ اس نے چاہا کہ میں اس کو ولی عہدی سے نکال دوں۔ منتصر اس کا دشمن ہو گیا اور ترکوں کے ساتھ سازباز کرنے لگا۔

متوکل نے فتح بن خاقان کے مشورہ سے ارادہ کیا کہ منتصر۔ بغا اور وصیف تینوں کو قتل کرادے۔ لیکن جس کی محفل میں نبیذ کا دور چلتا ہو اس کا راز کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ بغا شرابی کو اس کا علم ہو گیا۔ وہ باغر ترکی کو جو متوکل کا پاسبان خاص تھا اپنے ساتھ متفق کر کے ۴ شوال ۲۴۷ھ کو رات کے وقت دس سپاہیوں کو اپنے ساتھ لے کر قصر خلافت میں داخل ہوا۔ وہاں متوکل اور اس کے ساتھ فتح بن خاقان دونوں کا کام تمام کر دیا

معتصم کے لگائے ہوئے درخت کا پہلا ثمر یہ تھا کہ وہ خلافت اسلامیہ ایسی قوم کے ہاتھ میں دے گیا تھا جن میں نہ علم تھا نہ دین نہ تقویٰ۔

عجیب بات یہ تھی کہ خود ولی عہد بھی شریک تھا۔ یہ بھی اسلام میں
اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ تھا۔

منتصر (۱۱)

خلافت ۴ر شوال ۲۴۷ھ سے ۵ ربیع الثانی ۲۴۸ھ تک چھ ماہ

محمد منتصر بن متوکل بن معتصم بن ہارون الرشید۔ یہ ایک رومی کنیز حبشیہ نامی کے شکم سے ۲۲۲ھ میں پیدا ہوا تھا۔ ۲۳۵ھ میں متوکل نے اس کی ولیعہدی کا فرمان لکھا۔ اس کے قتل کے دن ۴ر شوال ۲۴۷ھ مطابق ۱۱ر دسمبر ۸۶۱ء کو خلیفہ ہوا۔ پہلے ترکوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی پھر عام لوگوں نے۔

وزارت

منتصر نے عبیداللہ بن خاقان کو معزول کر دیا۔ اور احمد بن خصیب کو جو اس کا کاتب تھا وزارت کا عہدہ دیا۔ یہ شخص کم سواد اور کوتاہ نظر تھا اور نہایت تندمزاج۔ ایک بار گھوڑے پر سوار جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک فریادی نے عرضی پیش کی۔ رکاب سے پاؤں نکال کر اس زور سے اس کے سینہ پر مارا کہ وہ فوراً مر گیا۔ منتصر ابن خاقان کے نکالنے اور اس کے مقرر

افسوس کیا کرتا تھا۔

فوج

ترکوں نے متوکل کو قتل اور منتصر کو اپنے اختیار سے تخت نشین کیا تھا اس لئے ان کا زور بڑھ گیا۔ اب ان کی ہیبت خود خلیفہ پر مستولی ہوگئی۔ اور وہ مجبوراً ان کی رعایت کرنے لگا۔ یہاں تک کہ ان کے کہنے سے اپنے دونوں بھائیوں کو ولیعہدی سے معزول کر دیا۔ موید نے تو تسلیم کر لیا۔ لیکن معتز عہد نامہ پیش کرنے لگا۔ موید نے اس سے کہا کہ ابھی کل کی بات ہے کہ ان ترکوں نے ہمارے باپ کو قتل کر ڈالا۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ان کی منشاء کے خلاف خلیفہ ہو جاؤ گے۔ مجبوراً اسے بھی دست بردار ہونا پڑا۔ منتصر نے کہا کہ میں نے اس طمع سے تم کو ولیعہدی سے خارج نہیں کیا کہ میرا کوئی بیٹا ہے جو جوان ہو کر تخت خلافت پر بیٹھے گا۔ بلکہ ترکوں نے مجھ سے اس کے لئے اصرار کیا اس لئے کوئی چارۂ کار نہیں رہا۔ کیونکہ اگر میں ایسا نہ کرتا تو انہیں میں سے کوئی تمہارے سینوں میں خنجر بھونک دیتا۔ میں بہت کرتا تو اس کے قتل کا حکم دیتا۔ لیکن اس سے کیا حاصل ہوتا

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خلیفہ ترکوں کی قوت سے کس قدر بے بس تھا کہ ان کی خواہش کی بھی مخالفت نہیں کر سکتا تھا جو خلیفہ سابق کے عہد و میثاق کے بالکل خلاف تھی۔

صفات منتصر

منتصر حلیم۔ عفیف بامروت اور حسن خلق میں تمام خلفائے عباسیہ میں ممتاز تھا۔ متوکل نے شیعہ پر جو سختیاں عائد کر رکھی تھیں ان کو یک قلم اٹھایا۔ تمام علویہ کے وظائف جاری کر دیئے اور اوقاف کو واگذار کیا۔ کربلا میں زیارت کی عام اجازت دے دی۔ اور اعلان کر دیا کہ شیعہ سے کچھ تعرض نہ کیا جائے۔

جوش غضب میں اگرچہ وہ اپنے باپ کے خون میں شریک ہو گیا تھا لیکن اس کے بعد اس ندامت سے اس کی روح بے چین رہتی تھی۔ اکثر نیند اور نیز بیداری میں اس کو غیبی خطرات محسوس ہوتے تھے جن سے کانپ اٹھتا تھا۔

ایک بار جاگا ہوا رو رہا تھا عبداللہ بن عمر بازیار (دربار) آ گیا۔ رونے کا سبب پوچھا۔ کہا کہ ابھی خواب میں میں نے متوکل کو دیکھا جو مجھ سے کہتا ہے کہ منتصر! تو نے میرے اوپر ظلم کیا اب تیری زندگی کے صرف چند روز باقی ہیں۔ اس کے بعد تیرا ٹھکانا جہنم ہے۔

اس رنج سے میری آنکھ کھل گئی۔ اور میں مضطرب ہوں۔ عبداللہ نے اس کو تشفی دلائی

اکثر کہا کرتا تھا کہ میں نے اپنی دنیا اور آخرت دونوں بگاڑیں اس کو ایک خطرہ یہ بھی رہتا تھا کہ ترکوں نے جو جرأت متوکل کے ساتھ

کی ہے وہی کہیں میرے ساتھ نہ کریں۔ اس لئے چاہتا تھا کہ ان کی جمعیت کو منتشر کر دے۔ نیز باپ کے قاتلوں سے بدلہ لینے کی بھی خواہش رکھتا تھا۔ لیکن ان کی قوت اس سے کہیں زیادہ تھی کہ اس غمگین نوجوان کی تدبیریں اس کے مقابلہ میں کارآمد ہو سکتیں۔

آخر اسی پشیمانی اور حسرت کی آگ سے جو ہر وقت اس کے پہلو میں بھڑک رہی تھی گھُل گھُل کر لاغر اور بیمار ہو گیا۔ اور بہت جلد اس دولت کو جس کے لئے باپ کا خون کیا تھا چھوڑ کر دنیا سے گذر گیا۔

وفات

بعض دانشمندوں نے لکھا ہے کہ باپ کا قاتل نصف سال سے زیادہ نہیں جیتا۔ شیرویہ اپنے باپ خسرو پرویز کو قتل کر کے صرف چھ مہینے زندہ رہا۔ منتصر بھی متوکل کے چھ ماہ کے بعد ۵ ربیع الثانی ۲۴۸ھ مطابق ۷ جون ۸۶۳ء کو انتقال کر گیا۔

مستعین (۱۲)

خلافت ۵ ربیع الثانی ۲۴۸ھ سے محرم ۲۵۲ھ تک تین برس آٹھ مہینے اٹھائیس دن۔

ابو العباس احمد بن محمد بن معتصم بن ہارون الرشید۔ اس کی ولادت ۲۲۰ھ میں جزیرہ صقلیہ کی ایک کنیز مخارق نامی کے شکم سے ہوئی تھی۔

منتصر کی وفات کے بعد موالی جمع ہوئے ان میں سے تین شخص ممتاز تھے۔ بغا کبیر بغا صغیر۔ اور آتامش۔ انہوں نے اتراک مغاربہ اور اشروسنیہ وغیرہ امراء سے اس بات کا عہد لیا کہ ہم جس کو خلیفہ بنائیں اس کو سب تسلیم کریں پھر تینوں رائے زنی کرنے کے لئے بیٹھے۔ اس بات پر ان کا اتفاق ہوگیا کہ متوکل کی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ نہ بنائیں۔ کیونکہ یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے باپ کے خون کا انتقام لینے کی کوشش کرے۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ اپنے آقائے اعظم معتصم کی اولاد میں سے خلافت کو نکالدیں۔ اس لئے احمد بن معتصم کو خلیفہ بنانے کا ارادہ کیا۔ محمد بن موسےٰ ابن شاکر منجم نے ان سے کہا کہ احمد متوکل سے بھی پہلے سے اپنے آپ کو

سب سے زیادہ خلافت کا حقدار سمجھتا ہے۔ تمہیں لوگ اس کو محروم کرتے چلے آتے ہو۔ اب اگر وہ خلیفہ ہو جائے گا تو اس کے نزدیک تمہاری کیا قدر ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ ایسے شخص کو منتخب کرو جو تمہارا زیر بارِ احسان رہے۔

بغا کبیر نے کہا کہ اگر خلیفہ ایسا شخص ہو جس کا رعب ہمارے اوپر غالب رہے تو ہم متحد رہیں گے۔ اور جو وہ خود ہمیں سے ڈرے گا تو ہم آپس میں حسد اور دشمنی سے کٹ مریں گے۔ لیکن بغا صغیر اور اتامش نے منجم کی رائے سے اتفاق کیا۔ اور کہا کہ بے شک ہم کو ایسا ہی شخص منتخب کرنا چاہیے جو ہمارا ممنون ہو۔ چنانچہ انہوں نے احمد بن محمد بن معتصم کا نام پیش کیا۔ بغا کبیر کو بھی راضی کر کے اسی کی خلافت پر بیعت کی۔ اور اس کا لقب مستعین باللہ رکھا۔

وزارت

موالی خود خلافت پر اقتدار پا چکے تھے۔ اس وجہ سے وزارت بھی انھیں کے زیر اثر تھی۔ وزیر اگر ان کی خواہشوں کے مطابق عمل کرتا تھا تو اپنے منصب پر رہتا تھا نہیں تو معزول کر دیا جاتا تھا۔

مستعین کے زمانہ میں بھی احمد بن خصیب وزیر برقرار رہا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ترکی امرا اس سے ناراض ہو گئے۔ جمادی الثانی ۲۴۸ھ میں اس کو پکڑ کر جزیرۂ اقریطش میں بھیج دیا اور اس کا اور اس کے بیٹے کا سارا مال و منال ضبط کر لیا۔

اس کی جگہ پر اتامش کو وزیر اعظم بنایا۔ اور شجاع کو اس کا کاتب مقرر کیا۔ اب اتامش امور سلطنت پر قابض ہو گیا۔ مستعین کی والدہ جس کا کاتب ایک نصرانی سعید بن سلمہ تھا اور شاہک خادم جو قصر خلافت کا داروغہ اور خلیفہ کا خزانچی تھا دونوں اتامش سے مل گئے بیت المال میں جو رقم آتی تھی اس کا بڑا حصہ انہی تینوں میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ مستعین نے اپنے بیٹے عباس کو تربیت کے لئے تامش کے سپرد کیا تھا۔ اس نے ایک نصرانی دلیل بن یعقوب کو اس کا اتالیق مقرر کر دیا۔ جو مال ان تینوں سے بچ جاتا تھا، اس کو ابن یعقوب شاہزادہ کے لئے لے لیتا تھا۔

وصیف اور بغا نے جو کسی زمانہ میں سیاہ و سپید کے مالک تھے جب یہ حالت دیکھی تو ترکوں کو اتامش کے خلاف کھڑا کر دیا۔ انہوں نے پنجشنبہ ۱۲ ربیع الثانی ۲۴۹ھ میں جمع ہو کر اس پر یورش کی۔ وہ بھاگ کر قصر خلافت میں پناہ لینے کے لئے پہنچا۔ مستعین نے پناہ دینے سے انکار کیا۔ موالی دو دن تک محاصرہ کئے ہوئے پڑے رہے۔ شنبہ کے روز محل میں گھس کر اس کو ایک حجرے سے جس میں وہ چھپا ہوا تھا نکال کر قتل کر ڈالا۔ پھر جا کر اس کا گھر لوٹ لیا۔ بے شمار مال و متاع اور آلات و فروش ملے۔

اس کے بعد مستعین نے مامون کے وزیر محمد بن یزداد کے بیٹے ابو صالح عبد اللہ کو وزارت دی۔ اس نے چاہا کہ محاصل کے حسابات منضبط کر کے

سلطنت کے مالیہ کو درست کرے۔ بغا صغیر کو اس کا یہ انتظام پسند نہ آیا۔
اور وہ اس سے برہم ہو گیا۔ ابو صالح اپنی جان کے خوف سے شعبان ۲۴۹ھ میں
بھاگ کر بغداد میں چلا گیا۔ اس کی وزارت صرف تین ماہ رہی۔ اب محمد بن فضل
جرجرائی متوکل کا وزیر اس منصب پر مامور ہوا۔ لیکن اس نے بجائے وزیر کے
اپنا نام صرف کاتب رکھا۔

علویہ

زیدیہ میں سے یحییٰ بن عمر جو بغداد میں قید تھے اپنی جماعت کو لے کر
پھر اٹھے۔ اور کوفہ پر قبضہ کر لیا۔

امیر بغداد نے ان کے مقابلہ کے لئے حسن بن ابراہیم بن مصعب کو فوج
دے کر بھیجا۔ وہ کوفہ سے چند میل کے فاصلہ پر خیمہ زن ہوا۔ زیدیہ نے جو اصول جنگ
سے ناواقف تھے، یحییٰ کو مشورہ دیا کہ کوفہ سے نکل کر حملہ آور ہوں۔ وہ روانہ ہوئے
رات بھر چل کر ۱۳ رجب ۲۵۰ھ کو حسین کے قریب پہنچے۔ اس کی فوج تازہ دم
تھی اور یہ لوگ درماندہ۔ پہلے ہی حملہ میں شکست کھا گئے۔ یحییٰ اپنے گھوڑے
سے گر کر مقتول ہوئے۔ ان کا سر محمد بن عبداللہ کے یہاں بھیجا گیا۔ اس نے
خلیفہ کے پاس سامرا میں بھیج دیا۔ وہاں باب عامہ پر لٹکا دیا گیا۔ لیکن عوام
نے اس کے خلاف شورش کی اس وجہ سے پھر بغداد واپس کیا گیا کہ وہاں لٹکا
دیا جائے اہل بغداد نے بھی مخالفت کی۔ اس لئے دفن کرا دیا گیا۔

دولت زیدیہ

یحییٰ کی مہم سر کرنے کے صلہ میں مستعین نے محمد بن عبداللہ بن طاہر کو دیلم کے متصل حدود طبرستان میں کلار اور سالوس دو مقامات جاگیر میں دیئے اس نے اپنے کاتب کے بھائی جابر بن ہارون کو ان کے انتظام کے لئے بھیجا۔

طبرستان کا عامل اس زمانہ میں سلیمان بن عبداللہ بن طاہر تھا لیکن سارا کام اس نے محمد بن اوس بلخی کے سپرد کر رکھا تھا۔ اس نے کل عہدوں پر اپنے بیٹوں کو جو ناقابل تھے مقرر کر دیا۔ اہل طبرستان ان کے مظالم سے تنگ تھے اس وجہ سے مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔

سلیمان نے اہل دیلم سے عہد مصالحت کر لیا تھا۔ لیکن محمد بن اوس نے ان کے ملک کے حدود کو بھی تاخت و تاراج کیا۔ اس لئے وہ بھی دشمن ہو گئے۔

جابر جب وہاں پہنچا تو اس نے کلار اور سالوس کے علاوہ ارد گرد کی ان زمینوں پر بھی قبضہ کر لیا جن میں اس حوالی کے باشندوں کے مویشی چرا کرتے تھے محمد اور جعفر پسران رستم وہاں کے بہادر اور نامی رئیس تھے۔ انہوں نے جابر کو اس سے منع کیا۔ لیکن وہ باز نہ آیا۔ آخر وہ مخالفت پر کمربستہ ہو گئے جابر اپنی جان کے خوف سے بھاگ کر سلیمان کے پاس چلا گیا۔ اب انہوں نے یہ خیال کیا کہ سلیمان ہمارے اوپر لشکر کشی کرے گا۔ اس لئے اس دیار کے باشندوں نے اہل دیلم کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ کلار اور سالوس کے لوگ بھی

شریک ہو گئے اور ان سب کا ایک بہت بڑا جتھا ہو گیا۔

اس زمانہ میں حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب رے میں مقیم تھے۔ محمد بن جعفر نے ان کو بلا لیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی حسن نے سلیمان کے تمام کارندوں کو وہاں سے نکال کر کل صوبہ پر قبضہ کر لیا۔ پھر آمل کی طرف بڑھے محمد بن اوس مقابلہ کے لئے آیا۔ لیکن ہزیمت اٹھا کر بھاگا اب حسن کی قوت بڑھ گئی اور عوام کی ایک کثیر جماعت ان کے ساتھ مل گئی۔ انھوں نے شہر ساریہ پر جہاں سلیمان رہتا تھا چڑھائی کی۔ وہ اپنی جان بچا کر نکل گیا حسن شہر میں داخل ہو گئے اور سواروں کا ایک دستہ بھیج کر رے پر بھی قبضہ کر لیا۔

مستعین نے وصیف ترکی کو بھیجا کہ وہ ہمدان میں پہنچ کر اس فتنہ کو نہ آگے اور حدود خلافت میں نہ بڑھنے دے۔ کیونکہ وہاں تک دولت طاہریہ کی سرحد تھی جس کی حکومت بالاستقلال آل طاہر کے ہاتھ میں تھی۔

اس طرح پر حسن بن زید نے ایک قطعہ دولت طاہریہ کا اور ایک قطعہ خلافت عباسیہ کا فتح کر کے اپنی حکومت قائم کر لی جس میں دیلم اور طبرستان کے کوہستانی سلسلے شامل تھے یہ حکومت سو سال تک ان کے خاندان میں رہی۔

حسب ذیل امرا ہوئے۔

(۱) حسن بن زید داعی ۲۵۰ - ۲۷۰

(۲) محمد بن زید قائم بالحق۔ ۲۷۶

بنی ساماں ۳۰۱

(۳) حسن اطروش بن علی بن حسین بن علی بن عمر بن زین العابدین۔ ۳۰۴

(۴) حسن بن قاسم ۳۵۰

لیکن اس دولت کا نہ نظم ونسق باقاعدہ تھا۔ نہ دشمنوں سے محفوظ تھی چنانچہ بنی سامان نے جس کا ذکر آگے آئے گا محمد بن زید کو قتل کر کے ۳۲ سال تک اس پر قبضہ رکھا حسن اطروش نے لڑ کر ان سے واپس لے لیا۔ لیکن پھر وہ ایک لڑائی میں مارے گئے۔ اس کے بعد حسن قاسم نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی مگر اطروش کی اولاد برابر ان سے لڑتی رہی۔ ان باہمی نزاعوں کی بدولت زیدیوں کے ہاتھ سے ۳۵۵ھ میں نکل گئی۔

نوج

بغا کبیر کا جو یہ خیال تھا کہ اگر خلیفہ کا رعب ہمارے اوپر رہے گا تو ہم متفق رہیں گے ورنہ حسد سے ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے آخر کار صحیح نکلا۔ مستعین کو خلیفہ بنانے کے بعد ترکوں میں باہم رشک پیدا ہو گیا سب سے پہلے انہوں نے اتامش وزیر کو جو سلطنت پر قابض ہو گیا تھا قتل کیا اس کے بعد متوکل کے قاتل باغر ترکی نے جب دیکھا کہ بغا کبیر اور وصیف امور خلافت پر

حاوی ہو گئے۔ اور ہیں کسی شمار میں نہیں تو اس نے ایک جماعت کے ساتھ ستعین اوران دونوں کے قتل کا ارادہ کیا اور چاہا کہ علی بن معتصم کو خلیفہ بنائے۔

مستعین کو اس سازش کی خبر ہوگئی اس نے بغا اور وصیف کو بلا کر مطلع کیا انہوں نے جاکر باغر کو قتل کر دیا۔ اس کے ساتھیوں نے بغاوت کردی جس سے سامرا میں ایک شورش برپا ہوگئی۔

بغا اور وصیف خلیفہ کو حفاظت کی غرض سے بغداد میں لے گئے۔ اور محمد بن عبداللہ بن طاہر کے محل میں رکھا۔

سامرا میں ترکوں نے معتز کو قید خانہ سے نکال کر خلیفہ اور اس کے بھائی مؤید کو ولی عہد بنا دیا۔ مستعین سامرا کے امرار فوج کو اور معتز بغداد کے رؤسا کو خطوط لکھ لکھ کر اپنی اپنی طرف مائل کرنے لگے۔ لیکن نتیجہ کچھ نہ ہوا۔ اور فریقین میں جنگ کی تیاری شروع ہوئی۔

محمد بن عبداللہ نے بغداد کی فصیل پر فوجیں متعین کر دیں۔ اور سامرا کے راستے روک دیئے تاکہ وہاں سامان رسد نہ پہنچ سکے۔ معتز نے اپنے بھائی ابواحمد بن متوکل اور کلباتکین ترکی امیر کی قیادت میں فوجیں روانہ کیں۔ مقام عکبرا میں پہنچ کر محرم ۲۵۱ھ میں مقابلہ ہوا۔ کلباتکین ۷ صفر کو بغداد کی فصیل تک پہنچ گیا۔ وہاں سخت خونریز لڑائی ہوئی۔

محمد بن عبداللہ مدافعت میں پوری کوشش کر رہا تھا مگر عبیداللہ

بن یحییٰ بن خاقان نے جو پہلے متوکل کا وزیر تھا اس سے کہا کہ تم کس کے لئے جان لڑاتے ہو۔ مستعین سخت منافق اور بد دین شخص ہے۔ وصیف اور بغا کو اس نے خود تمہارے قتل کا حکم دیا تھا لیکن وہ اس پر راضی نہیں ہوئے۔ اس کی منافقت کی ایک علامت یہی ہے کہ جب تک سامرا میں تھا نماز میں بسم اللہ آہستہ کہتا تھا۔ لیکن جب سے یہاں آیا ہے محض تمہاری خاطر سے بالجہر پڑھتا ہے۔

یہ سن کر محمد بن عبد اللہ مستعین سے برگشتہ ہو گیا اور اس کی امداد چھوڑ دی۔ اہل بغداد میں جب یہ خبر مشہور ہوئی تو انہوں نے بھی اس کی حمایت سے دست کشی کر لی۔ بمجبوراً مستعین خلافت چھوڑنے پر رضامند ہو گیا۔ ۱۰ ذی الحجہ ۲۵۱ھ میں محمد بن عبد اللہ قاضیوں اور فقیہوں کو لے کر اس کے پاس گیا۔ اس نے سب کے سامنے کہہ دیا کہ میں اپنے معاملہ کو محمد بن عبد اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ اس نے معتز کے پاس مستعین کی جاں بخشی کے لئے خط لکھا جس کو اس نے منظور کر لیا۔ ۴ محرم کو بغداد میں معتز کی خلافت کی بیعت ہوئی۔ مستعین نے رداء، عصا اور مہر خلافت حوالہ کر دی اس کے بعد واسط میں بھیج دیا گیا۔

احوال خارجیہ

اندرون ملک میں ادھر یہ فتنے تھے۔ ادھر رومی سرحد کی حالت اس سے بھی زیادہ نازک تھی۔ وہاں عمر بن عبد اللہ اقطع اور علی بن یحییٰ ارمنی

وہ امیر تھے جن کا خوف رومیوں پر غالب تھا۔ عمر نے ملطیہ پر چڑھائی کی وہاں شہید ہو گیا۔ رومی جزیرہ کے حدود تک بڑھ آئے۔ یہ دیکھ کر علی بن یحییٰ ان کے مقابلہ میں پہنچا وہ بھی چار سو مسلمانوں کے ساتھ شہید ہو گیا۔ رومیوں نے اب بے خوف ہو کر تاخت و تاراج شروع کر دی۔

اہل بغداد ان خبروں سے بہت مضطرب ہوئے۔ انہوں نے رضا کار مجاہدین کی ایک فوج مرتب کی۔ اطراف کے لوگ بھی اس میں آ کر شامل ہوئے۔ دولتمندوں نے اپنے اموال اور اسلحہ سے مدد دی۔ سامان رسد وغیرہ فراہم کئے اور اس کو سرحد کی طرف روانہ کیا

خلیفہ، اسلام ترکوں کے استبداد کی پنجہ میں گرفتار تھا۔ جن کو نہ امت کی حمایت کا خیال تھا نہ رومیوں کی غارتگری کی پرواہ۔ بلکہ اپنے ذاتی اغراض کے لئے لڑتے تھے۔ اس وجہ سے خلافت سے کوئی امداد نہیں پہنچ سکی۔ اور عام مسلمانوں کی یہ کوشش کسی تجربہ کار سپہ سالار کے نہ ہونے کے باعث رومیوں کے مقابلہ میں رائگاں گئی۔

معتز (۱۳)

خلافت ۴ محرم ۲۵۲ھ سے ۲۷ رجب ۲۵۵ھ تک تین سال چھ مہینے تیئیس ۲۳ دن

ابو عبداللہ بن متوکل۔ اس کی ولادت ایک کنیز کے بطن سے ۲۳۱ھ میں ہوئی تھی۔ متوکل نے اپنے بڑے بیٹے منتصر کے بعد اس کو ولی عہد بنایا تھا لیکن منتصر نے اس عہد کو منسوخ کر دیا تھا۔ مستعین نے اپنے زمانۂ خلافت میں اس کو اور اس کے بھائی مؤید دونوں کو قید کر دیا تھا۔ جب ترکوں کے خوف سے وہ بغداد میں چلا گیا تو انہوں نے معتز کو قید سے نکال کر خلیفہ بنا دیا اور مؤید کو ولی عہد۔

وزارت

ترکوں کے غلبہ کی وجہ سے خود خلیفہ کی کوئی عظمت باقی نہیں رہ گئی تھی وزیر کس شمار میں تھا۔ وہ صرف مالیہ کا نگران اور کاتب تھا۔ جب تک ترکوں کے حسب دل خواہ کام کرتا تھا بحال رہتا تھا۔ ورنہ ذلیل وخوار کر کے نکال دیا جاتا تھا۔

معتز کا پہلا وزیر ابوالفضل جعفر بن محمود اسکافی تھا جو علم و ادب سے ناآشنا تھا مگر اپنی زرپاشی کی بدولت امرا کو خوش رکھتا تھا۔ معتز اس کو پسند نہیں کرتا تھا۔ چند ترکی امرا بھی اس کے خلاف ہو گئے جس کی وجہ سے فتنہ برپا ہوا اس لئے اس کو برطرف کر کے عیسٰے بن فرخان شاہ کو وزارت دی۔ یہ بھی ترکوں کی کشمکش سے زیادہ عرصہ تک نہیں رہ سکا۔ اس کی جگہ پر احمد بن اسرائیل انباری جو علم و کتابت میں ممتاز اور معتز کا قدیمی کارپرداز تھا مقرر کیا گیا۔

اس عہد میں خلیفہ اور اس کے وزیر کی جو حالت تھی اس کا اندازہ کرنے کے لئے مندرجہ ذیل واقعہ کافی ہے۔

ایک دن امیر صالح بن وصیف معتز کے دربار میں آیا۔ وہاں وزیر احمد بن اسرائیل بھی موجود تھا۔ صالح نے خلیفہ سے شکایت کی کہ سلطنت کی ساری آمدنی احمد اور اس کے کاتبوں کے پاس چلی جاتی ہے اور ترکوں کو تنخواہ تک نہیں ملتی۔ احمد نے غصہ کے لہجے میں اس کا جواب دیا۔ اس نے بھی سخت کلامی کی اور خلیفہ کے روبرو دونوں میں گرم گفتگو ہونے لگی۔ جس کو سن کر صالح کے چند سپاہی جو دروازہ پر تھے تلواریں کھینچ کر اندر آ گئے۔ معتز یہ دیکھ کر حرم میں چلا گیا۔ صالح نے وزیر اور اس کے کاتبوں نیز معتز کی والدہ کے کاتب حسن بن مخلد کو بھی پکڑ لیا۔ اور اپنے پاس لا کر قید کیا۔ اور مال کا طالب ہوا۔ معتز نے خود صالح سے درخواست کی کہ میرے وزیر کو جس نے بچپن سے

میری خدمت کی ہے چھوڑ دو۔ اس کی والدہ نے بھی کہلا بھیجا کہ میرے کاتب کو رہا کر دو۔ ورنہ اس کے چھڑانے کے لئے میں خود آؤں گی۔ لیکن اس نے کسی کی سفارش نہیں سنی۔ اور جعفر بن محمود اسکافی کو جس سے معتز ناخوش تھا، بلا کر وزارت کا قلمدان حوالہ کر دیا۔

علویہ

معتز کے عہد میں علی ہادی بن محمد جواد نے جو شیعہ اثنا عشریہ کے دسویں امام تھے سامرا میں وفات پائی۔ ان کے بعد ان کے بیٹے حسن عسکری امام ہوئے۔

زیدیہ نے طبرستان میں حکومت قائم کر لی تھی۔ اب بغداد اور عراق کے شیعوں کو خطوط لکھ کر ان کے ساتھ سازو باز کرنا شروع کیا۔ معتز کو اس کا علم ہو گیا۔ بعضوں کے پاس سے زیدیوں کے خطوط بھی برآمد ہوئے۔ اس لئے ایسے لوگوں کو سامرا میں لا کر زیر نگرانی رکھا۔ اس کے علاوہ کوئی سزا ان کو نہیں دی۔

فوج

ترکوں کی قوت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ خلیفہ ان سے مجبور تھا۔ ناچار جیسا کہ عاجزوں کا قاعدہ ہے کبھی ان کی مدارات کرتا اور کبھی حیلہ و فریب سے کام لیتا۔

اپنے آغاز عہد میں اس نے بعض امیروں کے مشورہ سے وصیف اور بغا کو مستعین کی امداد کے جرم میں برطرف کر دیا۔ ان دونوں نے سامرا کے ترکوں کو لکھا کہ خلیفہ کو ہم سے راضی کرادو۔ ان کی سفارش سے معتز نے ان کے قصور کو معاف کر دیا۔ اس کے بعد دونوں بغداد سے سامرا میں آگئے۔ وہاں اپنے اپنے مناصب پر بحال ہوئے۔ اور ان کی جاگیریں جو ضبط کر لی گئی تھیں واپس کی گئیں۔

معتصم کے عہد سے مغاربہ کی بھی ایک فوج باقی رکھی گئی تھی جس میں یمنی اور مصری تھے۔ ان کو ترکوں کا اقتدار سخت ناگوار تھا۔ جب ترکوں نے وزیر جلیسے بن فرخان شاہ پر دست درازی کی تو مغاربہ کے رؤسا محمد بن راشد اور نصر بن سعید جو اس کے ہوا خواہ تھے اپنی جمعیت کو لے کر کوشک خلافت میں داخل ہوگئے۔ وہاں ترکوں کو مار کر نکال دیا۔ اور کہا کہ اب تمہاری دست درازی یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ خلفاء اور وزراء کو قتل اور ذلیل و خوار کرتے ہیں تم کو باک نہیں رہا۔ انہوں نے ترکوں کے پچاس گھوڑے بھی جو وہاں تھے لے لیے اور بیت المال پر قبضہ کر لیا۔

مغاربہ کے ساتھ چونکہ جماعت شاکریہ اور عوام الناس بھی شریک تھے اس وجہ سے ترک ان سے دب گئے جعفر بن عبدالواحد نے فریقین کو بلوا کر صلح کرادی لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد ایک ترکی امیر بایکباک نے محمد بن

راشد اور نصر بن سعید امرا مغاربہ کو قتل کر دیا۔ معتز ان کا قصاص نہیں لے سکا اس لیئے پھر ترکوں کا غلبہ ہو گیا۔

۲۵۳ھ میں ترکوں اور فرغانیوں کو چار مہینہ تک تنخواہ نہیں ملی۔ انہوں نے ایک دن جمع ہو کر وصیف اور بغا کو گھیر لیا اور کہا کہ جب تک ہمارا روزینہ نہیں ملے گا ہم نہیں ٹلیں گے۔ وصیف نے جواب دیا کہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ خلیفہ سے مل کر کوئی سامان کریں گے۔ ان لوگوں نے کہا کہ جو کچھ کرنا ہے ابھی کرو۔ بغا خلیفہ کے پاس گیا۔ اور وصیف ان سے باتیں کرتا رہا۔ اسی اثنا میں ان میں سے ایک شخص نے بڑھ کر وصیف پر تلوار کا وار کیا۔ وہ گر گیا۔ دوسرے نے چھرے سے کام تمام کر دیا۔ یہ جھگڑا زیادہ بڑھ گیا۔ آخر میں مشکل سے فرو ہوا۔

معتز نے وصیف کا عہدہ بھی بغا کو دے دیا۔ بغا کے دل میں فوج کی طرف سے یہ خطرہ تھا کہ کہیں مجھ کو بھی یہ لوگ وصیف کی طرح ہلاک نہ کر ڈالیں اس لئے اس نے یہ کوشش شروع کی کہ دارالخلافہ کو بغداد میں منتقل کر دے۔ مگر معتز اس پر راضی نہ ہوا کیونکہ وہ ڈرتا تھا کہ ترک سامرا میں پھر کسی دوسرے کو خلیفہ بنا لیں گے

بایکباک اور بغا میں سخت عداوت تھی۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے کی صورت سے بیزار تھے۔ معتز بھی چونکہ بغا سے تنگ آگیا تھا اس لئے بایکباک

سے مل گیا۔ اس نے جاکر بغا کو قتل کرڈالا۔ بغداد میں جو اس کے رشتہ دار تھے

خلیفہ کے حکم سے ان میں سے ۵۰ ممتاز شخصوں کو عبیداللہ بن عبداللہ بن طاہر

امیر بغداد نے پکڑ کر قید کردیا۔ اب بایکباک اور وصیف کا بیٹا صالح تمام

امرار میں ممتاز تر ہو گئے۔ ترکوں کی یہ شورشیں سامرا میں رہیں۔ بغداد ان سے

محفوظ تھا کیونکہ وہاں ان کا اثر بہت کم تھا علاوہ بریں اس کی امارت

محمد بن عبداللہ بن طاہر کے ہاتھ میں تھی جو نہایت مدبر۔ دانشمند اور بارعب

تھا۔ ۱۴ر ذی قعدہ ۲۵۳ھ میں اس نے وفات پائی۔ اس کی جگہ اس کے

بھائی عبیداللہ نے لی جو ۳۰۰ھ تک امیر رہا۔

قتل مستعین

مستعین نے جس وقت خلافت سے دست برداری کی تھی اس وقت

معتز نے نہایت مؤکد امان نامہ لکھدیا تھا کہ اس کی جان محفوظ رہے گی۔ اور محمد

بن مظفر اور ابوحفصہ کی نگرانی میں چار سو سواروں کے ساتھ اس کو واسط میں

بھیج دیا تھا کہ وہاں آرام کے ساتھ رہے لیکن پورا ایک سال بھی نہیں گذرنے

پایا کہ اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ احمد بن طولون کو بھیجا کہ اس کو لائے۔ ۲۸؍

رمضان کو واسط سے لے کر چلا۔ مقام قاطول میں ۳ر شوال ۲۵۲ھ کو سعید

بن صالح نے خلیفہ کے حکم کے مطابق اس کو قتل کر کے اس کا سر دربار میں

بھیجدیا۔ معتز اس وقت شطرنج میں مشغول تھا حکم دیا کہ ابھی رکھو۔ جب

فارغ ہوا تو منگا کر دیکھا۔ سعید بن صالح کو پچاس ہزار درہم انعام دیا۔ میر بصرہ کا نائب مقرر کر دیا۔ معتز نے جس طرح مستعین کے بارے میں اپنے امان نامہ کا لحاظ نہیں کیا۔ اسی طرح مؤید کی ولی عہدی کا بھی پیمان توڑ ڈالا اور قید کر کے ہلاک کرا دیا۔

واقعہ یہ ہوا کہ عامل آرمینیہ علاء بن احمد نے مؤید کے پاس پانچ ہزار اشرفیاں بھیجیں کہ ان کو اپنے کام میں لائے۔ وزیر بن فرغانی شاہ نے ان اشرفیوں کو ضبط کر لیا۔ مؤید کی حمایت میں ترک کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے جا کر وزیر مذکور کو مارا۔ جس پر ان میں اور مغاربہ میں فتنہ برپا ہو گیا۔ معتز نے مؤید اور اس کے ساتھ اپنے بھائی ابو احمد کو بھی جس نے بغداد پر لشکر کشی کی تھی اور جس کی کوشش سے وہ خلیفہ ہوا تھا قید کر دیا۔ پھر ۷؍رجب ۲۵۳ھ میں جمعہ کے دن مؤید کو ولی عہدی سے نکال دیا۔

ایک روز اس کو خبر ملی کہ ترک مؤید کی حمایت کی تیاری کر رہے ہیں اس نے موسیٰ بن بغا کو بلا کر اصلیت پوچھی۔ اس نے کہا کہ ترکوں کو مؤید سے زیادہ ابو احمد کا خیال ہے کیونکہ جنگ بغداد میں وہ ان کا سپہ سالار تھا۔ اس لئے اس کے ہمدرد اور ہوا خواہ ہیں۔ معتز نے مخفی طور پر مؤید کا خاتمہ کرا دیا۔ اور ابو احمد کو ۲۵۴ھ میں سامرا سے واسط میں بھیج دیا۔ پھر بغداد میں دینار بن عبداللہ کے مکان میں مقید کیا۔

خلع معتز

جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں صالح بن وصیف نے وزیر احمد بن اسرائیل اور چند کاتبوں کو پکڑ کر قید کر رکھا تھا اور ان سے مال کا مطالبہ کرتا تھا لیکن کوئی ایسی رقم نہیں مل سکی جس سے فوج کی تنخواہ ادا کی جاتی۔ اس لئے اہل فوج معتز کے پاس گئے اور کہا کہ اگر آپ ہماری تنخواہیں دلادیں تو ہم صالح بن وصیف کو جس نے وزیر کو پکڑ رکھا ہے قتل کر دیں۔ معتز نے جاکر اپنی والدہ سے کہا۔ جس کے پاس بے شمار دولت تھی۔ لیکن وہ ایک پیسہ دینے پر بھی راضی نہ ہوئی۔ اور بولی کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اب فوج مایوس ہوکر اس بات پر متفق ہو گئی کہ معتز کو تخت سے اتار دے چنانچہ ۲۷ رجب ۲۵۵ھ مطابق ۱۱ جولائی ۸۶۹ء کو قصر خلافت کو جاکر گھیر لیا۔ معتز اس وقت حرم سرا میں تھا۔ کہلا بھیجا کہ میں بیمار ہوں باہر آنے کے قابل نہیں اگر کوئی ضروری کام ہو تو تم میں سے دو ایک آدمی مجھ سے مل جائیں۔ وہ لوگ اندر گھسے۔ اور پاؤں پکڑ کر کھینچتے اور پیٹتے ہوئے اس کو باہر گھسیٹ لائے۔ اس کا پیرہن پھٹ گیا تھا اور مونڈھوں پر خون کے نشانات تھے۔ گرمی کا موسم۔ دوپہر کا وقت اور دھوپ میں تمازت تھی اسی حالت میں اس کو ننگے پاؤں صحن میں پتھر کے فرش پر کھڑا کر دیا۔ وہ جلن سے جلد جلد ایک پاؤں اٹھاتا تھا اور دوسرا رکھتا تھا۔

قاضی القضاۃ بلایا گیا اس نے معتز کو خلافت سے دستبرداری کا حکم دیا۔ جب اس نے دستخط کر دیا تو اس کو وہاں سے ترکوں نے قید خانہ میں لیجا کر بند کر دیا اور تین دن تک بھوکا اور پیاسا رکھا۔ آخری وقت میں ایک گھونٹ پانی مانگتا تھا لیکن کسی نے نہیں دیا اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

اس طرح پر اس ناکام خلیفہ کی زندگی کا خاتمہ ہوا۔ جس نے اپنی سلطنت کی حفاظت کے لئے عہد و پیمان توڑے تھے۔ اور پہلے مستعین کو پھر اپنے بھائی مؤید کو قتل کرایا تھا۔ اس کے بعد ابو احمد کو شہر بدر کر کے بغداد میں قید کیا تھا۔ یہ سب صرف اس لئے کہ وہ بلا مزاحمت حکومت کرے۔ لیکن اسی کی فوج نے اسے ایسی دردناک سزا دی جو وہ کسی کو نہیں دے سکا تھا۔

خلفاء عباسیہ کی سواریوں کے ساز بالعموم سادے ہوتے تھے یا چاندی کا خفیف ملمع ان پر کیا جاتا تھا۔ لیکن معتز نے سونا لگایا۔ جس کا استعمال آرائش کی غرض سے مسلمان مردوں پر شرعاً حرام ہے۔ اس کی تقلید میں امرا بھی زین لگام۔ نیز تلواروں کے قبضوں اور پرتلوں پر سونا استعمال کرنے لگے۔

مہتدی (۱۴)

خلافت ۲۹ رجب ۲۵۵ھ سے ۱۴ رجب ۲۵۶ھ تک ۱۱ ماہ ۱۶ روز

محمد مہتدی باللہ بن واثق بن معتصم ایک رومی اُم ولد کے شکم سے ۲۱۸ھ میں پیدا ہوا تھا۔ ترکوں نے جب معتز کو تخت سے اتارا تو اسی کو خلافت کے لئے منتخب کیا اور ایک رات دن میں بغداد سے سامرا میں لائے۔ کوشک میں پہنچنے کے ساتھ ہی چاہا کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کریں لیکن اس نے کہا کہ جب تک میں معتز سے ملاقات نہ کر لوں بیعت نہیں لوں گا۔ اس وجہ سے معتز کو اس کے پاس لائے۔ بدن مجروح جس پر ایک میلا کرتہ تھا اور سر پر رومال بندھا ہوا۔ محمد اُٹھ کر اس سے لپٹ گیا۔ تخت پر بٹھایا اور دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اس نے کہا کہ ان کے خیال میں میں خلافت کے قابل نہیں ہوں۔ محمد نے چاہا کہ ترکوں کو اس سے راضی کرا دے۔ لیکن معتز نے کہا کہ یہ لوگ کسی طرح نہیں مانیں گے اس لئے تم اس بیچ میں نہ پڑو۔ اس کے بعد معتز قید خانہ میں پہنچا دیا گیا اور محمد کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ اس کا لقب مہتدی رکھا گیا۔

وزارت

محمود بن جعفر اسکافی وزیر تھا۔ مہتدی نے تھوڑے دنوں کے بعد اس کو برطرف کرکے سلیمان بن وہب بن سعید کو وزارت دی۔ اس کا خاندان امیر معاویہ کے عہد سے کتابت میں نامور چلا آتا تھا۔ سعید آل برمک کا کاتب تھا۔ وہب بھی پہلے جعفر بن یحییٰ اور پھر ذوالریاستین کے دفتر میں رہا۔ خود سلیمان ۱۴ سال کے سن میں مامون کے دفتر میں ملازم ہوا تھا اس کے بعد ایتاخ اور اشناس کا کاتب رہا۔ یہ شخص انشا پردازی اور ادب میں بے مثل اور علم و فضل میں یگانۂ عصر تھا۔

احوال داخلیہ

مہتدی نیک۔ عادل۔ پابند شرع اور دیندار تھا۔ غنا اور شراب کو قطعاً بند کر دیا۔ جمعہ خود پڑھاتا تھا۔ اس کا دربار ہر شخص کے لئے عام تھا اور نہایت انصاف کے ساتھ معاملات کو طے کرتا تھا۔ اس کے اثر سے عوام اور فوج کے سپاہیوں میں بھی دینداری پیدا ہو گئی لیکن سلطنت کی خرابیاں اس درجہ پہنچ چکی تھیں کہ ان کی اصلاح مہتدی جیسے لوگوں سے باوجود زہد و عبادت کے بھی نہیں ہو سکتی تھی۔

موسیٰ بن بغا نے جو حسن بن زید داعی سے لڑنے کے لئے رے کا والی مقرر کرکے بھیجا گیا تھا۔ جب سنا کہ ترکوں نے معتز کو قتل کرکے مہتدی

کو خلیفہ بنالیا ہے تو انتقام کے لئے وہاں سے چلا۔ دربار خلافت سے متعدد فرمان بھیجے گئے۔ کہ تم اپنی ولایت پر رہو۔ یہاں نہ آؤ۔ لیکن اس نے واپسی سے انکار کیا۔ صالح بن وصیف موسیٰ کی آمد سے خوف زدہ تھا۔ اور بار بار خلیفہ سے کہتا تھا کہ وہ باغی ہے۔ اس سے جنگ کرنے کا حکم فوج کے نام صادر فرمایئے۔

موسیٰ جب سامرا میں آگیا تو صالح کسی کے گھر میں چھپ رہا۔ مہتدی اس وقت دربار میں تھا۔ موسیٰ جا کر اس کو اپنی فوج میں لایا اور اس بات کا پختہ عہد لے کر کہ وہ صالح کی حمایت نہیں کرے گا۔ ۱۲ر محرم ۲۵۶ھ میں اس کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ اس کے بعد صالح کو تلاش کرکے ۲۲ر صفر کو قتل کر ڈالا۔

فوج کی تنخواہ ایک عرصہ سے رکی ہوئی تھی انہوں نے خلیفہ کے پاس ایک متفقہ درخواست بھیجی کہ ہمارے گزارے کے لئے جو جاگیریں امراء کو دی گئی ہیں وہ انہیں کے تصرف میں آتی ہیں اور ہم فاقے کرتے ہیں۔ لہٰذا ان سے حساب لیا جائے اور خود خاندانِ خلافت کا کوئی شخص ہمارا امیر بنا دیا جائے۔ جو ان جاگیروں کا بھی انتظام کرے تاکہ ہم کو حسب دستور سابق دو مہرے مہینے وظیفے مل جایا کریں۔ اگر امراء فوج اس معاملے میں امیرالمومنین کی مخالفت کریں گے تو ہم ان کو قتل کردیں گے۔

اسی مضمون کی تحریریں اپنے امراء کے پاس بھی بھیجدیں۔ اور صاف صاف لکھ دیا کہ اگر تم خلیفہ کے اختیار اور فوجی انتظام میں مخل یا معترض ہوگے تو ہم

تمہارے سروں کو کاٹ کر دربار خلافت میں بھیج دیں گے۔

ترکی امراء کے استبداد سے رہائی اور خلافت کو ان کے آہنی پنجوں سے نکال لینے کا یہ زرین موقع تھا۔ کیونکہ خود فوج ان کے خلاف تھی۔ مگر مہتدی نے اس سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔ باطن میں فوج کے ساتھ رہا اور ظاہر میں امراء کے ساتھ اور چاہا کہ حیلہ سے ان کو قتل کرادے۔ چنانچہ اسی اثناء میں ایک باغی کے مقابلہ میں فوجیں بھیجیں۔ جن کا امیر موسٰے بن بغا۔ بایکباک اور مفلح ترکی کو بنایا۔ پھر بایکباک کو لکھا کہ تم موسٰے اور مفلح کو قتل کر کے ان کی فوجوں کو اپنے ساتھ ملا لو۔ اس نے یہ خط موسٰے کو دکھلایا اور کہا کہ خلیفہ فریب دے کر ہم کو خود ہمارے ہاتھوں سے قتل کرانا چاہتا ہے۔ یہ صرف تمہارے ہی قتل کا حکم نہیں ہے۔ بلکہ کل میرے ساتھ بھی یہی سلوک ہوگا۔ اب بتاؤ کہ ہم کو کیا کرنا چاہیئے۔ موسٰے نے کہا کہ تم سامرا میں جاکر اپنی اطاعت اور وفاداری کا اظہار کرو۔ جب وہ تمہاری طرف سے مطمئن ہو جائے تو اس کو قتل کر ڈالو۔ وہ اپنی فوج لے کر واپس آیا مہتدی نے عدم تعمیل حکم کی وجہ سے اس کے ہتھیار چھین لئے اور محل میں قید کر دیا اس کی فوج قصر کے گرد جمع ہو گئی۔ مہتدی نے اس کا سر کٹوا کر نیچے پھنکوا دیا ترکوں نے یہ دیکھ کر چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ مغربی اور فرغانی ان سے لڑنے لگے۔ اسی درمیان میں ترکوں کی ایک کثیر تعداد وہاں آگئی۔ خلیفہ گردن میں قرآن ڈالے ہوئے باہر نکلا۔ مگر اس کے حامی شکست کھا گئے۔ اس لئے محمد بن یزداد کے گھر میں

جس میں احمد بن جمیل صاحب شرطہ کی سکونت تھی جا کر چھپ رہا۔ ترکوں نے پتہ لگا کر پکڑ لیا۔ اور ذلت کے ساتھ کھینچتے ہوئے قصر خلافت میں لے گئے۔ وہاں ۱۴ رجب سنہ ۲۵۶ھ میں تخت سے اتار دیا۔ چار روز کے بعد وہ انتقال کر گیا۔

معتمد (۱۵)

خلافت ۱۶؍ رجب سنہ ۲۵۶ھ سے ۱۹؍ رجب سنہ ۲۷۹ھ تک ۲۳ سال تین روز

احمد معتمد علی اللہ بن متوکل۔ اس کی ولادت فتیان نامی کوفہ کی ایک کنیز کے شکم سے سنہ ۲۳۱ھ میں ہوئی تھی۔ مہتدی کے بعد خلافت کے لئے اس کا انتخاب ہوا اور ۱۶؍ رجب یوم چہارشنبہ سنہ ۲۵۶ھ مطابق ۱۹؍ جون سنہ ۸۷۰ء کو اس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔

احوال داخلیہ

مہتدی کے زمانہ میں تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے ترکی فوج اپنے امراء کے خلاف ہو گئی تھی۔ اور خلیفہ سے اس بات کی خواہاں تھی کہ وہ امیر افواج خود اپنے کسی بھائی کو مقرر کر دے۔ معتمد نے ان کی منشاء کے مطابق ابو احمد طلحہ موفق بن متوکل کو صفر سنہ ۲۵۷ھ میں وزیر فوج مقرر کر دیا۔ اور کوفہ۔ حرمین اور یمن کی ولایات اس کو دیں۔ پھر رمضان کے مہینہ میں۔ بغداد۔ کور دجلہ۔ بصرہ۔ اہواز اور فارس کی امارت بھی عطا فرمائی۔ ربیع الاول سنہ ۲۵۹ھ میں دیار مصر قنسرین اور عواصم کو بھی اس کے سپرد کر دیا۔

موافق کے تقرر سے ترکی امرا کا غلبہ کم ہوا لیکن اب وہ خود خلافت کے تمام امور پر حاوی ہو گیا۔ معتمد کے نام کا صرف سکہ اور خطبہ رہ گیا اور ساری سلطنت اس کے ہاتھ میں آگئی۔ وزراء کا تقرر بھی وہی کرتا تھا۔ خلیفہ اس قدر کس مپرسی کی حالت میں تھا کہ ایکبار اس کو اپنی خانگی ضرورت کے لئے تین سو دینار بھی باوجود کوشش کے نہیں حاصل ہو سکے۔

وزارت

عبید اللہ بن یحیےٰ بن خاقان جو پہلے متوکل کا وزیر تھا وزارت پر بلوایا گیا اس نے اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ لیکن موفق کے اصرار سے راضی ہو گیا یہ شخص اصول سیاست۔ ملک اور رعایا کی حالت اور مالیۂ سلطنت سے خوب واقف تھا۔ اپنی وفات تک اس منصب پر رہا۔ ۲۶۳ھ میں میدان میں گھوڑے سے گر کر ہلاک ہوا۔ موفق نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

۱۱ ذی قعدہ ۲۶۳ھ میں موفق نے اپنے کاتب حسن بن مخلد کو جو اس عہد کا بے نظیر انشا پرداز تھا اپنی کتابت کے ساتھ وزارت خلافت کا بھی عہدہ عطا کیا۔ یہ شخص تمام ضوابط کو از بر رکھتا تھا۔ لیکن ۱۶ دن سے زائد وزارت نہیں کر سکا۔ کیونکہ موسےٰ بن بغا اس کا دشمن تھا۔ جب وہ سامرا میں آیا تو یہ اس کے ڈر سے بھاگ کر بغداد میں چلا گیا۔ اس وجہ سے سلیمان بن وہب جو مہتدی کا وزیر تھا پھر وزارت پر مقرر کیا گیا۔ اور اس کا بیٹا عبد اللہ جو موسیٰ بن بغا کا کاتب تھا

موفق کا میر منشی ہوا۔

۲۶۴ھ میں معتمد سلیمان سے ناراض ہو گیا اس کو قید کر کے اس کے دونوں بیٹے وہب اور ابراہیم کے گھر لٹوا دیئے۔ اور حسن بن مخلد کو بغداد سے طلب کر کے وزارت کا قلمدان دیا۔ موفق اس پر غضبناک ہو کر سامرا میں آیا۔ سلیمان کو قید سے نکال کر وزارت پر بحال کیا۔ اور حسن بن مخلد اور اس کے کاتب احمد بن صالح بن شیراز کو برطرف کر کے ان کے اموال پر قبضہ کر لیا۔ یہ دونوں خوف سے بھاگ گئے۔

لیکن موفق سلیمان سے بھی زیادہ عرصہ تک خوش نہیں رہ سکا۔ دوسرے ہی سال ۲۶۵ھ میں اس کو معہ اس کے بیٹے عبداللہ کے قید کر دیا۔ اور ساری ملکیت ضبط کر لی۔ پھر نو لاکھ دینار لے کر صرف اتنی آزادی دی کہ وہ جس سے چاہیں مل سکیں۔ اسی نظر بندی میں ۲۷۲ھ میں سلیمان نے وفات پائی۔ اس کی جگہ پر ابو صقر اسماعیل بن بلبل وزیر ہوا۔ یہ اپنے آپ کو عربی قبیلہ بنی شیبان کی طرف منسوب کرتا تھا۔ لیکن لوگ اس کے نسب کو مشتبہ سمجھتے تھے۔ نہایت سخی و فیاض اور جامہ زیبی میں ممتاز تھا۔ اس نے ملکی اور فوجی دونوں صیغوں کا کام اچھا کیا۔ اور وزارت کی شان و شوکت بڑھا دی۔ لیکن ۲۷۸ھ میں عتاب میں آ گیا۔ گرفتار ہو کر قید ہوا۔ اور اس کا اور اس کے سارے ماتحتوں کا مال و منال ضبط کر لیا گیا۔

ابن بلبل کے بعد عبید اللہ بن سلیمان وزیر ہوا۔ اس نے اپنی لیاقت کی وجہ سے نہایت ناموری حاصل کی۔

علویہ

معتمد کے عہد میں اثنا عشریہ کے گیارہویں امام ابو محمد حسن عسکری نے سنہ ۲۶۰ھ میں سامرا میں وفات پائی۔ اور وہیں اپنے باپ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ ان کی وفات پر شیعہ میں اختلاف پیدا ہوا۔ بعضوں نے کہا کہ امامت کا سلسلہ ان کی ذات پر منقطع ہو گیا اب کوئی امام نہیں۔ بعضوں نے ان کے بھائی جعفر کو امام بنا لیا۔ لیکن زیادہ تر لوگ ان کے بیٹے محمد عسکری کو امام تسلیم کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ وہ اپنی والدہ کی نگاہ کے سامنے ایک سرداب یعنی تہ خانہ میں داخل ہوئے اور پھر اس میں سے نہیں نکلے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ یہی امام مہدی امام منتظر اور امام قائم ہیں۔ آخری زمانہ میں جب دنیا ظلم و ستم سے تاریک ہو جائے گی تو سامرا کے اسی سرداب میں سے نکل کر پھر اس کو عدل و انصاف سے منور کر دیں گے۔

اسماعیلیہ

جماعت شیعہ میں امام جعفر صادق کے بعد سے ہی اختلاف شروع ہو گیا تھا۔ کیونکہ ان کے سات بیٹے تھے۔ عبد اللہ اقطع۔ محمد۔ موسےٰ اور اسماعیل وغیرہ۔ بعض نے عبد اللہ اقطع کو جو ان کے بیٹوں میں سب سے

بڑے تھے۔ امام مانا تھا۔ لیکن وہ باپ کے انتقال کے بعد ۱۰ دن سے زیادہ زندہ نہیں رہے اور کوئی اولاد نرینہ نہیں چھوڑ گئے۔ کسی نے محمد کو امام قرار دیا۔ اس بنیاد پر کہ امام جعفر نے فرمایا تھا کہ تمہارے امام کا وہی نام ہے جو تمہارے نبی کا تھا۔ ایک فرقہ اسماعیل کی امامت کا قائل ہوا۔ یہ لوگ اسماعیلی کہے جانے لگے۔

امامیہ اور اسماعیلیہ مبداء تشیع میں باہم متحد ہیں کہ دین میں رائے کو دخل نہیں ہے۔ بلکہ تحفظ شرع کے لئے ایک امام معصوم کا وجود لازمی ہے حضرت علی سے لے کر امام جعفر تک چھ اماموں کی امامت پر دونوں فرقے متفق ہیں۔ ان کے بعد امامیہ موسےٰ کاظم کی شاخ کی طرف جاتے ہیں۔ اور اسماعیلیہ اسماعیل اور ان کی اولاد کی طرف۔ لیکن شیعہ کے عقیدہ کے مطابق امام وقت اللہ کی طرف سے مخلوق پر حجت ہوتا ہے۔ اور اس کا وجود تبلیغ شریعت کے لئے ضروری ہے۔ اور اسماعیل کی اولاد میں سے اس قسم کے کسی امام کا ظہور نہیں ہوا۔ اس لئے اسماعیلیہ نے کہا کہ امام کا ظہور ضروری نہیں ہے بلکہ کبھی کبھی وہ مستور ہوا کرتا ہے اور لوگوں کو اس کے حال سے آگاہی نہیں ہوتی۔ مگر ایسی حالت میں یہ لازم ہے کہ اس کا کوئی نائب ظاہر ہو۔ جو خلق اللہ پر حجت اور دعوت و تبلیغ کے منصب پر قائم ہو۔

باطنیہ

معتمد کے زمانہ میں امام حسن عسکری کے بعد اسماعیلی داعیوں نے اپنی تعلیمات کو جن کا زیادہ حصہ عوام سے مخفی رکھا جاتا تھا پھیلانا شروع کیا۔ اور نہایت صبر و استقلال اور نرمی کے ساتھ خفیہ طور پر خاص خاص لوگوں میں اس کی تبلیغ کرنے لگے۔ اسی وجہ سے یہ جماعت باطنیہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

بعض اہلِ علم باطنیہ کے عقائد کا سلسلہ مجوسیوں کے دیصانیہ اور مانیہ فرقوں سے ملاتے ہیں۔ جو ایران میں اسلام سے قبل تھے۔ اور دو اصل یعنی نور اور ظلمت کے قائل تھے۔ نور کو زندہ۔ حساس۔ خالق عالم اور ازلی الصفات مانتے تھے۔ اور ظلمت کو غیر حساس۔ ان کے علاوہ بہت سی تعلیمات اور عبادات تھیں جو ان کے پیشواؤں کی کتابوں میں مندرج تھیں۔

عہد خلافت عباسیہ میں بہت سے مجوسی ظاہر میں اسلام لاتے تھے اور باطن میں اپنے قدیمی عقائد کے قائل رہتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ اسلام کے پردہ میں مسلمانوں کو اپنے عقائد کی تلقین کر کے گمراہ کر دیں یہی لوگ زندیق کہے جاتے تھے۔

خلیفہ مہدی اور ہادی اس جماعت کے فتنہ کو بڑھتا ہوا دیکھ کر ان کے مٹانے پر مستعد ہوئے اور بہت سے زندیقوں کو قتل کر ڈالا۔ فلاسفہ بغداد اور وزرا اور امرا میں سے ایک جماعت زندیقیت میں بدنام ہوئی ابن ندیم

نے لکھا ہے کہ بعض لوگ لکھتے ہیں کہ کل برامکہ بجز محمدؐ بن خالد کے زندیق تھے نیز مامون کے دونوں وزیر فضل اور حسن بھی اس قسم کے تھے۔ محمد بن عبیداللہ کاتب مہدی بھی زندیق تھا۔ جس کا خود اس نے اعتراف کیا۔ چنانچہ مہدی نے اس کو قتل کرایا ابن زیّات وزیر کو بھی لوگ زندیق سمجھتے تھے۔

خود خلیفہ مامون کی نسبت بعضوں نے اس کی بدگمانی کی ہے۔ حالانکہ واقعہ صرف اس قدر ہے کہ اس کے دربار میں ایک مجوسی رئیس یزداں بخت متکلمین سے مناظرہ کرنے کے لئے رے سے بلایا گیا تھا۔ جب وہ گفتگو میں بند ہو گیا تو مامون نے اس سے کہا کہ اب تو مسلمان ہو جا۔ اس نے کہا امیرالمومنین کا حکم سر آنکھوں پر۔ لیکن ترک مذہب پر مجبور کرنا اسلام میں روا نہیں ہے مامون نے کہا کہ بے شک۔ پھر اس کو عزت کے ساتھ رخصت کیا۔

مامون کا یہ فعل بالکل شرع کے مطابق تھا اس کی وجہ سے اس کے اوپر زندیقیت کی تہمت لگانا سراسر نامعقولیت ہے۔

جو لوگ باطنیہ کا تعلق عیسیوں کے ساتھ قائم کرتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اس فرقہ کے بانی عبداللہ بن میمون بن قداح کا سارا خاندان اور وہ خود بھی دیصانی تھا۔ اسلام لانے کے بعد ایک مدت تک نبوت کا مدعی رہا۔ مختلف قسم کے شعبدے دکھاتا اور دور دراز شہروں کے واقعات لوگوں کو سناتا تھا۔ اس نے اپنے مددگاروں کی ایک جماعت جابجا بھیج دی تھی۔ جن کے

پاس نامہ بر کبوتر تھے۔ وہ ہر جگہ کے حالات لکھ کر ان کبوتروں کے ذریعے سے اس کے پاس بھیجا کرتے تھے۔ وہ ان کو سنا کر اپنی غیب دانی اور کرامت کا سکہ جماتا تھا۔

پہلے مقام عسکر مکرم میں آکر ٹھہرا۔ وہاں سے نکالا گیا۔ پھر بصرہ میں بنی عقیل کے پاس رہا۔ اس کے بعد ملک شام میں حمص کے متصل ایک موضع سلمیہ کو اپنا مرکز بنایا۔ وہیں سے باطنیہ کا ظہور ہوا۔

ان لوگوں کا یہ بھی بیان ہے کہ دولت فاطمیہ کا بانی عبیداللہ مہدی اسی شخص کی نسل سے تھا۔ اس کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ سعید بن حسین بن عبداللہ بن میمون بن قداح۔ مصر میں پہنچنے کے بعد اس نے اپنا نام بجائے سعید کے عبیداللہ رکھ لیا لیکن ابن خلدون کی تحقیق یہ ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ اور بعض بنی عباس کو خوش کرنے کے لئے جو فاطمیوں کے مقابلہ سے عاجز تھے تراشی گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ فرقہ شیعہ اسماعیلیہ کا ایک گروہ تھا جس نے اپنی تعلیمات کو مخفی رکھ کر ان پر مذہبی رنگ چڑھا دیا۔ تاکہ حکام وقت کی گرفت سے محفوظ رہ کر دین کے پردہ میں اپنے سیاسی مقاصد کی تبلیغ کرے۔

اس فرقہ نے دولت عباسیہ کے خلاف دو نہایت قوی جماعتیں تیار کیں۔

(۱) باطنیہ ان کا مرکز سلمیہ تھا۔ جہاں دولت فاطمیہ کا قالب تیار کیا گیا بعینہٖ اسی طرح جس طرح کہ حمیمہ دولت عباسیہ کا گہوارہ اور اس کے اسرار کا مرکز تھا یہ

جماعت نہایت مرتب اور منتظم تھی۔

(۲) قرامطہ۔ اس کا ظہور عراق میں ہوا۔ یہ بے ترتیب اور بے نظام تھی لیکن سخت بے باک اور خونریز۔ اس جماعت کا آغاز معتمد ہی کے عہد میں ہو گیا تھا۔ اس لئے اس کی ابتدائی کیفیت ہم یہاں لکھتے ہیں۔

قرامطہ

خلیفہ معتمد کے آخری عہد میں ایک داعی امامت نواحی خوزستان سے آکر کوفہ کے متصل ایک موضع میں قیام پذیر ہوا۔ اس کے زہد و عبادت کو دیکھ کر وہاں کے باشندے اس کے گرویدہ ہو گئے۔

اس موضع میں ایک شخص رہتا تھا جس کی آنکھوں میں سرخی تھی۔ اس کی وجہ سے لوگ اس کو کرمیتہ کہتے تھے۔ کیونکہ نبطی زبان میں اس لفظ کے معنی سرخ آنکھوں والے کے ہیں۔ وہ بھی خوزستانی کا مرید ہو گیا۔ اور اس کی خدمت کرنے لگا۔ ایک بار وہ بیمار ہو گیا تو اس کو اپنے گھر میں لیجا کر رکھا۔ اور تیمارداری کی۔ اس احسانمندی کی وجہ سے خوزستانی جب اچھا ہوا تو اسی کے ساتھ رہنے لگا۔

کرمیتہ دیہاتیوں کو اس کی طرف مائل کرتا تھا اور اس کی تبلیغ میں بڑی مدد دیتا تھا۔ جس شخص کو لاکر اس کے ہاتھ پہ بعیت کراتا اس سے ایک دینار امام کے لئے وصول کر لیتا۔

خوزستانی نے کاشتکاروں کو بہت سی نمازیں سکھلائیں۔ اور کہا کہ یہ سب فرض ہیں۔ کثرتِ عبادات کی وجہ سے ان کے کاموں میں خلل پڑ گیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی زمینوں کے سالانہ لگان ادا کرنے سے قاصر رہے

امیر ہیصم نے جب خوزستانی داعی کا حال سنا تو اس کو گرفتار کرا کے ایک حجرہ میں مقفل کر دیا۔ مقصد یہ تھا کہ صبح کو قتل کرے۔ لیکن رات کو اسں کی لجاجت پر ایک لونڈی کو ترس آگیا۔ اس نے چپکے سے ہیصم کے سرہانے سے کنجی لے کر اس کو گھر میں سے نکال دیا اور حجرے کو مقفل کر کے کنجی اپنی جگہ پر رکھدی صبح کو جب امیر نے قفل کھولا تو وہ نہیں ملا۔

یہ واقعہ اطراف میں مشہور ہو گیا اور لوگوں نے اس کو اس کی کرامت پر محمول کیا۔ اب عوام میں اس کی مقبولیت بہت بڑھ گئی۔ لوگ ہر طرف سے جوق درجوق آ آ کر اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ اور یہ شہرت ہو گئی کہ اس کو ایذا پہنچانے کی قدرت کسی کو نہیں ہے۔ لیکن خود اس کو چونکہ اپنی جان کا خوف ہو گیا تھا اس لئے عراق سے ملک شام میں چلا گیا۔ وہاں کرمیتہ کے نام سے جس کے گھر میں وہ رہا تھا مشہور ہوا یہی لفظ قرمط بن گیا جس کی طرف یہ فرقہ منصوب ہے۔

سوادِ کوفہ میں جو تخم وہ بو گیا تھا خوب برگ و بار لایا۔ اور قرمطی تحریک یہاں اس قدر پھیلی کہ خلافت اور امتِ اسلامیہ کے لئے بڑی بڑی مصیبتوں کا

سامان بن گئی اور اس کے خوف سے حاجیوں کے قافلے بند اور راستے مسدود ہو گئے۔

فتنہ حبشیان

۲۴۹ھ میں بحرین میں ایک مجہول النسب شخص نے سر اٹھایا اور دعویٰ کیا کہ میں امام زید کی اولاد میں سے ہوں۔ عوام نے اس کی ایسی تعظیم کی۔ کہ نبی سمجھنے لگے۔ اس کے واسطے مال جمع کیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ لیکن کچھ لوگ مخالف بھی ہو گئے۔ فریقین میں جنگ ہوئی اس وجہ سے وہ بحرین سے دیار بنی تمیم کی طرف چلا گیا۔ اس کے ساتھ مریدین کا ایک گروہ بھی تھا۔ جس کا سردار اس نے بنی حنظلہ کے ایک حبشی غلام سلیمان بن جامع کو مقرر کیا تھا۔

بنی تمیم نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ اس لئے ۲۵۴ھ میں بصرہ کی طرف آیا۔ اور قبیلہ بنی ضبیعہ میں ٹھہرا۔ یہاں ایک جماعت اس کے تابع ہو گئی جس میں علی بن ابان مہلبی اور اس کے دونوں بھائی محمد اور خلیل بھی تھے۔

بصرہ کا عامل اس زمانہ میں محمد بن رجاء حضاری تھا۔ اس نے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا۔ اس کے خوف سے یہ رات کو وہاں سے نکل کر دوسرے گاؤں میں جس کا نام قصر قرشی تھا چلا گیا۔ اس کے بعض ساتھیوں کو جن میں اس کا بیٹا بھی شامل تھا ابن رجاء نے پکڑ لیا اور قید کر دیا۔

اس اطراف میں رؤساء بصرہ کے حبشی غلام شورہ کا کام کیا کرتے تھے

ان کی تعداد قریب پندرہ ہزار کے تھی۔ اس نے بلا بلا کر ان سے گفتگو شروع کی اور کہا کہ اگر تم لوگ متفق ہو کر میرا ساتھ دو تو میں تم کو صرف آزاد ہی نہیں بلکہ تمہارے آقاؤں کا مالک بنا دوں گا۔ ان غلاموں میں سے ایک شخص ریحان بن صالح نامی عقل میں ممتاز تھا۔ اس سے وعدہ کیا کہ میں تجھ کو ان سب کا سردار بنا دوں گا۔ وہ اس امید پر ان غلاموں کو لا لا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کرانے لگا۔

۲۵۵ھ میں اس نے ان غلاموں کی جماعت کو ساتھ لے کر عید الفطر کی نماز پڑھی۔ خطبہ میں ان کو جنگ کے لئے ابھارا اور سخت سے سخت قسمیں کھا کر کہا کہ میں نہ کبھی تمہارا ساتھ چھوڑوں گا نہ بے وفائی کروں گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ میرے حکم پر چلو۔ ان غلاموں میں سے بیشتر اس کے ساتھ ہو گئے۔ اس نے ان کا جتھا بنا کر ارد گرد کے دیہات کو لوٹنا شروع کر دیا۔ بصرہ سے فوجیں بھیجی گئیں لیکن شکست کھا گئیں۔ جس کی وجہ سے اہل بصرہ پر خوف چھا گیا۔ انہوں نے خلیفہ کو مدد کے لئے لکھا۔

ادھر اس نے نہر ابوخصیب کے کنارہ پر پہنچ کر تجارتی کشتیاں لوٹ لیں جس سے بہت سامان و ذخیرہ اس کے پاس ہو گیا۔ وہاں سے ایلہ کی طرف بڑھا اس کو غارت کر کے آگ لگا دی۔ عبادان والوں نے یہ دیکھ کر خوف سے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس نے وہاں کے حبشی غلاموں کو بھی مسلح کر کے اپنے ساتھ لیا۔ اور ۱۷ رمضان ۲۵۶ھ میں اہواز میں پہنچ کر وہاں کے عامل ابراہیم بن مدبر کو گرفتار کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اطراف کے باشندے خوف سے اپنے اپنے گھروں کو چھوڑ کر

بھاگنے لگے۔ سلطنت کی طرف سے جو فوجیں جاتی تھیں ہزیمت اٹھا کر واپس آتی تھیں۔

شوال ۲۵۷ھ میں بصرہ پر حملہ آور ہوا۔ سخت خونریزی کی اور بہت سے محلوں کو ویران کر دیا۔

ان سلسلہ وار فتوحات سے اس کی قوت اور شوکت بہت بڑھ گئی اور حبشی غلاموں کا ایسا عظیم الشان لشکر جمع ہو گیا جس سے مرکز خلافت پر خطرہ چھا گیا۔ اس وجہ سے موفق خود ایک فوج لے کر ان کے استیصال کے لئے آیا۔ سالہا سال تک جنگ ہوتی رہی۔ جس میں بعض بعض معرکے نہایت سخت پیش آئے۔ آخر کار اللہ تعالٰے نے فوج کو فتح اور نصرت عطا فرمائی اور ۲۷۰ھ میں یہ کذاب مارا گیا۔

موفق نے عراق کے شہروں میں اعلان کرا دیا کہ جو لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں واپس آجائیں۔ ایک شہر بھی آباد کیا۔ اور موفقیہ نام رکھا۔ وہاں عرصہ تک رہا تاکہ پورا امن و امان ہو جائے اور خطرہ جاتا رہے۔

اس فتنہ کا زمانہ ۱۴ سال ۴ ماہ ۶ روز رہا۔ اُمتِ اسلامیہ ترکوں کی مصیبت میں پہلے ہی گرفتار تھی اگر یہ بہائم سیرت حبشی غالب آجاتے تو نہ معلوم کیا ہوتا۔ اللہ کا شکر ہے جس نے اس بلا سے نجات بخشی۔

مشرق

مامون کے عہد سے ماوراء النہر۔ خراسان۔ رے۔ طبرستان۔ جرجان

اور کرمان کی ولایت بالاستقلال آلِ طاہر کے ہاتھ میں تھی۔ یہ خاندان ملکی انتظام اور بنی عباس کی وفاداری میں نہایت نامور تھا۔

جب ترکوں کے غلبہ سے خلافت کا مرکز کمزور ہو گیا اور دور افتادہ ممالک کی حفاظت کی طاقت اس میں نہیں رہی تو مشرق میں تین جدید قوتیں پیدا ہو گئیں۔ جنہوں نے آلِ طاہر کو گھیر لیا اور اپنی سلطنتیں قائم کرنے کے لئے ان کے مقابلہ پر آگئیں۔ پہلی قوت زیدیہ کی تھی جنہوں نے طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ ان کا حال گذر چکا دوسری صفاریہ۔ اور تیسری سامانیہ۔

دولت صفّاریہ

یہ سلطنت یعقوب بن لیث اور اس کے بھائی عمرو بن لیث نے سیستان میں قائم کی۔

یہ دونوں بچپن میں پیتل کا کام کرتے تھے۔ اس وجہ سے صفّار کے لقب سے مشہور تھے۔ اس زمانہ میں سیستان میں ایک شخص صالح بن نصر کنانی نہایت عابد اور بزرگ تھا۔ اور اس جماعت کا سردار تھا۔ جو جہاد میں مصروف رہتی تھی۔ یہ دونوں اس کی صحبت میں رہنے لگے اس کے اثر سے ان میں بھی زہد و تقوےٰ پیدا ہو گیا۔ صالح ان کو بہت عزیز رکھتا تھا۔ خاص کر یعقوب کو بجائے فرزند کے سمجھتا تھا۔

اس کی وفات کے بعد مجاہدین کا رئیس درہم بن حسین قرار پایا۔ اس نے

یعقوب کو امیر حرب مقرر کر دیا۔

درہم بن حسین چونکہ بے تدبیر اور غیر منتظم تھا اور اس کے برعکس یعقوب میں دانشمندی اور ریاست کی شان تھی اس وجہ سے اس جماعت نے درہم کو معزول کر کے یعقوب ہی کو اپنا سردار بنا لیا۔ اس نے ان کو لے کر خارجیوں سے جنگ کی اور ان پر غلبہ حاصل کیا۔ ۲۵۳ھ میں سیستان اور ہرات پر قبضہ کر لیا۔ سرحدی ترک بھی اس سے لڑنے کے لئے آئے لیکن شکست کھا کر واپس گئے۔ ان فتوحات سے اس کا رعب چھا گیا۔ رخج۔ طبین۔ زابلستان اور ملتان اور سندھ کے والیوں نے اطاعت نامے لکھ کر بھیجے اور اس کی ماتحتی میں آ گئے۔

یعقوب کی خواہش یہ نہیں تھی کہ مطلقاً آزاد رہے۔ بلکہ چاہتا تھا کہ آل طاہر کی طرح خلیفہ کی طرف سے اس کو مستقل امارت کا فرمان مل جائے اس لئے معتز کے دربار میں قاصدوں کے ہاتھ قیمتی تحائف بھیجے۔ جن میں سے ایک چاندی کی مسجد تھی جس میں پندرہ نمازیوں کی مورتیں تھیں۔ اور یہ درخواست کی کہ مجھ کو فارس کی ولایت کا فرمان دیا جائے۔ میں وہاں سے علی بن حسین کو جس نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے نکال دوں گا۔ اور ڈیڑھ کروڑ درہم سالانہ خراج بھیجا کروں گا۔

سفیروں کو بھیجنے کے بعد ہی یعقوب فارس کی طرف روانہ ہو گیا۔ علی بن حسین نے مدافعت کی تیاری کی اور شیراز کے اردگرد خندق کھودی۔ اٹھارہ ربیع الثانی ۲۵۵ھ کو یعقوب وہاں پہنچا شیرازی شکست کھا گئے اور علی گرفتار

ہوا۔ یعقوب نے جمعہ کے دن شیراز میں معتمد کے نام کا خطبہ پڑھا۔ اور جا بجا اپنے عمال مقرر کر کے کرمان ہوتا ہوا سیستان واپس آیا۔

اس فتح سے اس نے شاہانہ عظمت حاصل کر لی۔ اور دولت طاہریہ پر لشکر کشی کا سامان کرنے لگا۔ ۲۵۹ھ میں نیشاپور کی طرف بڑھا جہاں آل طاہر کا آخری فرمانروا محمد بن طاہر بن عبداللہ بن طاہر تھا۔ وہ مدافعت نہیں کر سکتا تھا۔ یعقوب نے اس کو اور اس کے سارے خاندان کو گرفتار کر لیا۔ جس سے دولتِ طاہریہ کا وہ عَلَم جس کو مامون نے اپنے نامور سپہ سالار طاہر بن حسین کو ۲۰۵ھ میں خراسان کی ولایت کے فرمان کے ساتھ عطا کیا تھا سرنگوں ہو گیا۔

یعقوب نے پھر دربار خلافت میں سفیر بھیجے اور لکھا کہ خراسان میں جا بجا باغیوں نے سر اٹھا رکھا تھا جن کی وجہ سے باشندے سخت مصیبت میں مبتلا تھے۔ آل طاہر میں ان شورشوں کے انسداد کی طاقت نہیں تھی۔ اس وجہ سے میں نے جا کر فرو کیا۔ اہل خراسان نے مجھی کو امارت سپرد کر دی۔

خلافت کے مہمات اس وقت موفق کے ہاتھ میں تھے۔ اس نے جواب میں لکھا کہ تم نے امیر المومنین کے بلا حکم یہ کام کیا۔ لہٰذا خراسان کی حکومت آل طاہر کے حوالے کر کے اپنے مقام پر واپس چلے جاؤ۔ ورنہ تمہارے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو مخالفین کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

یعقوب پر اس دھمکی کا مطلق اثر نہ ہوا۔ وہ خراسان پر قابض رہا۔ وہاں سے

سنہ ۲۶۰ھ میں طبرستان پر چڑھائی کی۔ اور حسن بن زید کو شکست دے کر ساریہ اور آمل پر قبضہ کر لیا۔ حسن کا تعاقب کیا۔ وہ اپنی فوجیں لئے ہوئے پہاڑوں میں بھاگ گیا۔ وہاں سلسلہ وار چالیس دن تک بارش ہوتی رہی۔ جس کی وجہ سے واپسی دشوار ہو گئی۔ حسن خود مشکلوں سے جانبر ہو سکا۔ مگر اس کی فوج کا بڑا حصہ تباہ ہو گیا۔

یعقوب نے اپنے اس کارنامہ کو تقرب کا ذریعہ بنا کر پھر خلیفہ کے پاس وفد بھیجا۔ لیکن مدبرین خلافت اس سے خوش نہیں ہوئے۔ کیونکہ ان کو اس کی بڑھتی ہوئی طاقت دیکھ کر یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ یہ اپنے استقلال کا دعویٰ کرے گا۔ اس وجہ سے موفق نے عبید اللہ بن طاہر امیر بغداد کو حکم بھیجا کہ وہاں جس قدر مشرقی اور خراسانی حجاج ہوں ان کو جمع کر کے یہ اعلان کر دو کہ یعقوب نے امیر المومنین کے منشا کے خلاف خراسان پر تغلب حاصل کر کے وہاں کے امیر کو گرفتار کر لیا ہے۔ اس لئے وہ اطاعت سے خارج ہے۔

یہ در اصل خلافت کی روحانی قوت کا استعمال تھا۔ آخر جب اس کا کوئی اثر نہیں دیکھا تو مجبوراً امیر المومنین نے یعقوب کو خراسان۔ طبرستان۔ جرجان رے۔ اور فارس کا والی مقرر کیا۔ اور بغداد کی شحنگی کا عہدہ بھی عطا فرمایا۔ اس طرح پردہ آل طاہر کا قائم مقام ہو گیا۔

اس کے بعد یعقوب خلیفہ کی ملاقات کا ارادہ ظاہر کر کے فوجیں لے کر سامرا

کی طرف چلا۔ لیکن منشا یہ تھا کہ عراق اور بغداد پر قبضہ کرلے۔ اس لئے اہل دربار نے مناسب یہ سمجھا کہ اس کے مقابلہ میں خلیفہ خود لشکر لے کر جائے۔ چنانچہ معتمد سامرا سے بغداد میں آیا۔ اور وہاں سے فوج لے کر واسط میں یعقوب کے مقابلے میں پہنچ گیا۔ سیب بنی کوما، اور دیر عاقول کے درمیان فریقین میں معرکہ آرائی ہوئی۔ پہلے یعقوب کی فوج غالب آگئی۔ لیکن پھر خلیفۂ وقت کو مقابلہ میں دیکھ کر اس کے بہت سے امراء جنگ سے کنارہ کش ہو گئے اس لئے اس کو ہزیمت ہوئی اور وہ مشرق کی طرف چلا گیا۔

اس فتح سے محمد بن طاہر نے جو یعقوب کے پاس قید تھا رہائی پائی۔ معتمد نے اس کو خلعت عطا فرمایا۔ اور ایک اعلان عام شائع کیا جو منبروں پر پڑھا گیا اس میں یعقوب کو باغی قرار دے کر اس پر نفرین کی۔

یعقوب ۲۶۶ھ میں اہواز میں انتقال کر گیا۔ اس کی جگہ اس کا بھائی عمرو بن لیث فرمانروا ہوا۔ یہ اس سے بھی زیادہ دانشمند، بہادر، مدبر۔ اور عالی حوصلہ تھا۔ ملکی اور فوجی انتظامات میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا۔ خود اپنا نام سواروں میں لکھوا رکھا تھا۔ جس دن تنخواہ تقسیم ہوتی اس دن معمولی سپاہی کی طرح اہل فوج کے ساتھ بخشی کے سامنے حاضر ہوتا۔ اپنے اسلحہ اور گھوڑے کا ساز و سامان درست دکھلا دینے کے بعد ماہانہ تنخواہ تین سو درہم لے کر اس کو بوسہ دیتا۔ پھر اپنے موزہ میں رکھ کر واپس جاتا۔ وہ اس خادم کا حق تھا جو اس کے پاؤں سے

موزہ ٹکا لیتا تھا۔

فوج کو اور اس کے ساز و سامان کو ہمیشہ دیکھتا رہتا تھا۔ اور خلیفہ اور اس کے درباریوں کو اس قدر اموال و تحائف بھیجتا تھا کہ وہ سب اس سے خوش رہتے تھے۔

۲۷۲ھ میں اس نے بھی اپنے بھائی کی طرح عراق پر تسلط حاصل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس وقت خلیفہ ناراض ہو گیا اور محمد بن طاہر کے نام خراسان کی ولایت کا فرمان لکھا۔ لیکن عمرو نے بہت بڑی رقم دربار خلافت میں بھیج دی۔ جس کی وجہ سے امیر المؤمنین نے پھر اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

دولت سامانیہ

سامانی خاندان ایران میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا کیونکہ مشہور بادشاہ بہرام گور کی نسل سے تھا۔ اسلامی خلفاء بھی بوجہ قدامت کے ان کا بہت خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ مامون نے ولایت ماوراء النہر کے چار حصے کر کے ان پر اسد بن سامان کے چار بیٹوں کو عامل مقرر کر دیا تھا۔ سمرقند کا نوح بن اسد۔ فرغانہ کا احمد بن اسد۔ شاس اور اشروسنہ کا یحییٰ بن اسد۔ اور ہرات کا الیاس بن اسد۔

احمد بن اسد متقی۔ پاک سیرت اور ہر دل عزیز امیر تھا۔ اس نے اپنے صوبہ سے رشوت کو بالکل مٹا دیا تھا۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس کا بیٹا

نصر اس کی جگہ پر مقرر ہوا۔ اس نے اپنے بھائی اسماعیل کو ۲۶۱ھ میں بخارا میں اپنا نائب بنا کر بھیجا۔ بعض لوگوں کی فتنہ اندازی سے ان دونوں بھائیوں میں عداوت پیدا ہو گئی اور لڑائیاں ہوئیں۔ ۲۷۵ھ میں اسماعیل نے نصر کو شکست دے دی۔ نصر گرفتار ہو کر اس کے سامنے آیا۔ اس وقت اسماعیل کے خون میں محبت نے جوش مارا۔ بھائی کو اس حال میں دیکھ کر گھوڑے سے اتر پڑا اور روتا ہوا جا کر لپٹ گیا۔ پھر نہایت عزت کے ساتھ اس کو سمرقند کی طرف رخصت کیا۔ اور خود نیابت پر بخارا میں رہا۔

بنی سامان نے جب دیکھا کہ صفاریہ نے ہرات سے لے کر فارس تک خود مختار سلطنت قائم کر لی۔ تو انہوں نے بھی ماوراء النہر میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ انہیں کے ہاتھوں عمرو لیث کا بھی خاتمہ ہوا۔ انہوں نے فارس تک قبضہ کر کے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کر لی۔ جو ۲۶۱ھ سے ۳۸۹ھ تک ان کی نسل میں چلی آئی۔ اس کے بعد ایک طرف سے خاقانی ترکوں اور دوسری طرف سے آلِ سبکتگین نے اس پر قبضہ کر لیا۔

ملوک سامانیہ کے نام یہ ہیں۔

نصر بن احمد بن اسد بن سامان۔	۲۶۱ - ۲۷۹
اسماعیل بن احمد	۲۹۵
احمد بن اسماعیل	۳۰۱

نصر بن احمد ۳۳۱

نوح بن نصر ۳۴۳

عبد الملک بن نوح ۳۵۰

منصور بن نوح ۳۶۶

نوح بن منصور ۳۸۷

منصور بن نوح ۳۸۹

عبد الملک بن نوح ۳۸۹

سامانی اور صفاری دولتوں کے ختم ہو جانے کے بعد مشرق سے عملاً خلافت کا نفوذ اُٹھ گیا۔ صرف خطبوں میں خلیفہ کا نام لیا جاتا تھا۔

ادھر مغرب میں بھی طولونی طاقت ہو گئی جس نے خلافت عباسیہ سے، شام مصر اور برقہ کو نکال لیا۔

احمد بن طولون

طولون ایک ترکی غلام تھا جس کو نوح بن اسد سامانی نے سنہ ۲۰۰ھ میں خلیفہ مامون کے پاس جبکہ وہ مرو میں تھا ہدیۃً بھیجا تھا۔ مامون نے اس کو ترکی فوج میں داخل کر لیا اور جب بغداد آیا تو ساتھ لایا۔

سامرا میں سنہ ۲۲۰ھ میں احمد بن طولون کی ولادت ہوئی۔ اس نے فوج ہی میں تربیت پائی۔ عربی زبان سیکھی۔ قرآن حفظ کیا۔ اور علم و ادب کی تکمیل کی۔

جب اس کا سن بیس سال کا ہوا تو اس کا باپ انتقال کر گیا۔ اس وقت یہ امیر بایکباک کی فوج میں داخل کر دیا گیا۔

مصر کی ولایت کا عہدہ امیر بایکباک کے پاس تھا۔ وہ اپنی طرف سے کسی کو نائب بنا کر بھیجا کرتا تھا۔ احمد کی لیاقت دیکھ کر اسی کو ۲۵۴ھ میں شہر مصر کا والی بنا کر بھیج دیا۔ اور اپنے کاتب احمد بن محمد واسطی کو ساتھ کر دیا۔

۲۵۵ھ میں معتز کی وفات کے بعد مہتدی خلیفہ ہوا۔ اس نے بایکباک کو قتل کر دیا۔ اور اس کی جگہ امیر آماجور کو دیدی۔ جس کی بیٹی احمد بن طولون کے ساتھ بیاہی تھی۔ اس نے احمد کو کل مصر کا والی کر دیا۔ اب وہاں مساجد میں منبروں پر خلیفہ اور آماجور کے بعد احمد بن طولون کا نام بھی خطبوں میں شامل کیا گیا۔

۲۵۸ھ میں آماجور نے بھی وفات پائی۔ اس وقت احمد مصر کا مستقل والی بن گیا۔ وہاں کے لوگ اس کے حسن انتظام اور پسندیدہ اخلاق کی وجہ سے بہت خوش تھے۔

۲۶۳ھ میں موفق ابن طولون کے خلاف ہو گیا اور اس کو معزول کرنے کی دھمکی دی۔ اس پر ابن طولون نے سخت جواب دیا۔ موفق نے موسیٰ بن بغا کی ماتحتی میں فوج بھیجی لیکن رستہ میں پہنچ کر سامان رسد کی کمی سے اس کو رک جانا پڑا اور وہیں دس ماہ گذر گئے۔ فوج نے تنخواہ کا مطالبہ کیا وہ نہیں دے سکا اس لئے اہل فوج بگڑ گئے۔ مجبوراً موسےٰ نے ان کو لے کر واپس

آ گیا۔ اور ابن طولون جنگ سے محفوظ رہا۔

۲۶۳ھ میں خلیفہ نے ابن طولون کو طرسوس کی ولایت کا فرمان لکھا۔ کیونکہ وہاں آئے دن رومی حملے کرتے تھے۔ اس نے جاکر سرحد کو محفوظ کر دیا۔ اور ۲۶۴ھ میں سارے ملک شام پر قابض ہو گیا۔ اب اس کی سلطنت برقہ سے لے کر فرات تک پہنچ گئی۔ اور خلیفہ عباسی کے پاس صرف عراق جزیرہ کے صوبے رہ گئے ان میں بھی ہمیشہ شورشیں برپا رہتی تھیں

موفق اس زمانہ میں حبشیوں کی مہم میں مشغول تھا۔ ابن طولون نے موقع کو غنیمت سمجھ کر جہاں تک ہو سکا اپنی سلطنت اور فوج کو قوی کیا اس کو یہ بھی معلوم تھا کہ خلیفہ موفق کے استبداد سے تنگ ہے۔ اس لئے تحفے اور ہدیے بھیج کر لکھا کہ آپ مصر میں آ جائیے۔ معتمد سامرا سے روانہ ہوا لیکن موفق کو اس کا علم ہو گیا۔ اس نے ناقہ سوار کے ہاتھ موصل کے امیر کو حکم بھیجا کہ خلیفہ کو سرحد سے باہر نہ جانے دے۔ اس نے معتمد کو روک کر سامرا کی طرف واپس کیا۔ ورنہ اسی وقت خلافت عباسیہ مصر میں منتقل ہو گئی ہوتی۔

موفق اب ابن طولون سے اور بھی زیادہ خلاف ہو گیا اور معتمد سے اس پر لعنت بھیجنے کا حکم لکھوایا اس نے بادلِ ناخواستہ لکھا۔ کیونکہ دل سے اس کا طرفدار تھا۔

ابن طولون نے ۲۷۰ھ میں وفات پائی۔ اس کے خاندان میں یکم ۲۹۲ھ

یہ سلطنت رہی۔ پانچ امیر ہوئے۔

(۱) احمد بن طولون	۲۵۴ — ۲۷۰
(۲) خمارویہ بن احمد	۲۸۲
(۳) جیش بن خمارویہ	۲۸۳
(۴) ہارون بن خمارویہ	۲۹۲
(۵) شیبان بن احمد بن طولون	۲۹۲

احوال خارجیہ

اندرونی اضطرابات کی وجہ سے سرحدوں کی حفاظت کی طرف توجہ نہیں ہو سکی۔ اور رومی برابر لوٹ مار کرتے رہے۔ ۲۶۳ھ میں انہوں نے قلعہ لولو پر بھی جو ان کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ تھی قبضہ کر لیا۔ اور اسلامی لشکر پر غالب آگئے۔ اسی وجہ سے خلیفہ نے ابن طولون کو یہاں کا والی بنایا۔ اس نے طرسوس پر قبضہ کر کے رومیوں کو روک دیا۔ پھر فوجیں تیار کر کے ۲۷۰ھ میں ان کے ملک میں بڑھ کر شہروں کو تاخت و تاراج کیا۔

رومی جب اس طرف سے عاجز ہو گئے تو انہوں نے دیار ربیعہ کی سرحد پہ غارت گری شروع کی۔ اور بہت سے مسلمانوں کو پکڑ لے گئے۔ اگر رضاکاروں کی جمعیت نہ ہوتی تو اور بھی بدتر حالت ہو جاتی۔

ولیعہدی

معتمد کے بعد موفق ولی عہد تھا وہ ۲۷۸ھ میں انتقال کر گیا۔ اس لئے معتمد نے اپنے بیٹے مفوض اور اس کے بعد موفق کے بیٹے ابوالعباس کی ولیعہدی کا فرمان لکھا۔ لیکن ابوالعباس صاحب اثر تھا اس نے اپنے آپ کو مفوض پر مقدم کر لیا۔

وفات

امور خلافت پر چونکہ موفق حاوی تھا۔ اور معتمد کو ان میں کوئی دخل نہیں تھا۔ اس لئے وہ لہو ولعب غنا و شراب اور رقص و سرود کی محفلوں میں اپنا وقت گذارتا تھا۔ بزم آرائی کے عجیب و غریب آئین نکالے تھے۔ اسی میں وفات بھی پائی۔ ایک بار شراب زیادہ پی لی۔ اس پر کھانا کھا لیا۔ جس سے تخمہ ہو گیا۔ اور ۱۹ رجب شب دوشنبہ ۲۷۹ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۸۹۳ء میں انتقال کر گیا۔

معتضد (۱۶)

خلافت ۱۹ رجب ۲۷۹ھ سے ۲۲ ربیع الثانی ۲۸۹ھ تک ۹ سال ۹ ماہ تین دن۔

ابوالعباس احمد بن ابواحمد موفق بن متوکل۔ اس کی والدہ صرار نامی ایک ام ولد تھی۔ جہانت میں یہ اپنے باپ کا مددگار اور دست وبازو تھا۔ معتمد کی وفات کے بعد ۱۹ رجب ۲۷۹ھ میں اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی

وزارت،

معتضد کا پہلا وزیر عبید اللہ بن سلیمان بن وہب تھا۔ ۲۲۸ھ میں اس نے انتقال کیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ابوالحسین قاسم وزیر ہوا۔ اس وقت بیت مال خالی تھا۔ معتضد نے اس سے کہا کہ ہم ایسی ویران دنیا میں آترے ہیں جس میں نہ مال ہے نہ خزانہ ہے۔ اور آئے دن فتنے کھڑے رہتے ہیں۔ مجھے دارالخلافہ کے خرچ کے لئے روزانہ کم سے کم ۷ ہزار دینار کی ضرورت ہے جس طرح ممکن ہو اس کا بندوبست کرو۔ اس نے کہا کہ محمد بن موسیٰ بن فرات کے دونوں بیٹے ابوالحسن علی اور ابوالعباس احمد جو آپ کے قیدخانہ میں ہیں اگر ان کو

رہا کردیجئے تو ان کے ذریعہ سے انتظام ہو سکتا ہے۔ معتضد نے فوراً ان کو چھوڑ دیا۔ انہوں نے احمد بن محمد طائی کو بلا کر دجلہ اور فرات کے سواحل کا سارا علاقہ جوخ۔ واسط اور کسکر وغیرہ حوالہ کردیا۔ اس شرط پر کہ وہ خلیفہ کو روزانہ سات ہزار دینار اور اس کے علاوہ چھ ہزار دینار ماہانہ دیا کرے۔

ہلال بن محسن صابی نے اپنی کتاب تحفۃ الامراء میں ان یومیہ اخراجات کی تفصیل لکھی ہے۔ جس کا یہاں نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حاجیوں اور ان کے نائبوں کی تنخواہیں	۱۰۰۰ دینار
سپاہیوں دربانوں اور نوبت زنوں کے روزینے	۱۰۰۰ "
سواران خاص	۵۰۰ "
ملازمین شرطہ	۵۰ "
فوج ممالیک	۱۵۰۰ "
کد خدا غلاموں کے گذارے	۶۰۰ "
قصر خلافت کے ۱۷ قسم کے خدام	۱۱۰ "
مطبخ خاص و عام	۲۵۳ ½ "
غلاموں کی خوراک	۳۰۰ "
شراب۔ شربت۔ توشہ خانہ۔ لباس۔ خوشبو	
صرفۂ غسل و وضو وغیرہ	۱۰۰ "

سقاؤں کے روزینے	۴	دینار
خدام خاص	۶۷؛	"
خواجہ سراؤں اور کنیزان حرم کی تنخواہیں	۱۰۰	"
حرم کے بالائی مصارف	۱۰۰	"
پانچ اصطبلوں کے اخراجات	۴۰۰	"
جدید گھوڑوں اور جانوروں کی خریداری	۶۶ ۲/۳	"
باورچیوں اور فراشوں وغیرہ کی تنخواہیں۔	۶	"
شمع اور زیتون	۶ ۲/۳	"
سائیسوں اور غاشیہ برداروں کے روزینے	۵	"
ہم نشینوں اور ندیموں کے صرفے اور انعامات	۴۴ ۱/۲	"
دواؤں اور طبیبوں کے اخراجات مع ان کے شاگردوں کے۔	۲۳ ۱/۳	"
شکاریوں اور شکاری جانوروں کا صرفہ جس میں ان کی خوراک اور دوا بھی شامل ہے۔	۷۰	"
ملاحوں کے وظائف	۶۱ ۲/۳	"
نفط	۴	"

روزانہ خیرات	۱۵	دینار
متوکل کی اولاد کے وظائف	۳۳ ۱/۳	"
واثق - مہتدی - مستعین اور دیگر خلفاء کی		
اولاد کا گذارہ -	۱۶ ۲/۳	"
الناصر کی اولاد	۱۶ ۲/۳	"
سادات ہاشمیہ و خطباء مساجد	۲۰	"
دیگر بنی ہاشم	۳۳ ۱/۳	"
قبیحہ اور اس کا بیٹا	۳۳ ۱/۳	"
اہل دفاتر - اور کاغذ و قلم وغیرہ	۱۶۶ ۲/۳	"
قاضی - نائب - قاضی اور دس فقہاء	۱۶ ۲/۳	"
مسجدوں کے مؤذنوں - فراشوں - اور		
جاروب کشوں کی تنخواہیں	۳ ۱/۳	"
صرف قید خانہ	۵۰	"
پلوں کی تعمیر اور ان کی مرمت	۱۰	"
شفاخانہ صاعدیہ کا صرفہ	۱۵	"

اس طرح پر ان مدات میں روزانہ صرفہ تقریباً سات ہزار ماہانہ ۲۱۰۰۰ اور سالانہ ۲۵۲۰۰۰ دینار تھا - اور یہ بمقابلہ اس کے بہت کم ہے جو ہارون

اور معتصم کے زمانوں میں ہوا کرتا تھا۔ کیونکہ خلافت کے اکثر صوبے خود مختار ہو گئے تھے جو باقی تھے وہ بھی بدنظمیوں اور شورشوں سے ویران تھے۔ جس کی وجہ سے آمدنی گھٹ گئی تھی اسی کے مطابق اخراجات میں بھی کمی آ گئی تھی۔

شورش جزیرہ

دیار مصر اور دیار ربیعہ کے عربی روسا اس وقت سے جب سے کہ فوجی دفاتر سے ان کے نام خارج کر دیئے گئے تھے بنی عباس کی اطاعت سے منحرف تھے۔ خلافت پر ترکوں کا غلبہ دیکھ کر وہ اور بھی مخالف ہو گئے اور یکے بعد دیگرے خروج کرنے لگے۔

ان میں سب سے زیادہ نامزمان بنی شیبان کا قبیلہ تھا جو ربیعہ کی ایک شاخ ہے۔ معتضد نے ان پر لشکر کشی کی۔ انہوں نے جمع ہو کر مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھا گئے اور کثرت سے مارے گئے۔ ان کا سارا مال اور سامان بھی فوج نے لوٹ لیا۔ مجبور ہو کر انہوں نے معافی کی درخواست کی اور اپنے چند سرداروں کو بطور رہن کے پیش کیا۔ معتضد نے منظور فرمایا۔

سنہ ۲۸۱ھ میں حمدان بن حمدون نے ماردین سے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ معتضد نے اس پر چڑھائی کی۔ جب قریب پہنچا تو وہ خوف کی وجہ سے قلعہ میں اپنے بیٹے کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔ معتضد خود دروازہ پر جا کر بیٹھ گیا۔ اور اس کے بیٹے کو پکارا۔ اس نے آکر دروازہ کھول دیا۔ فوج نے اندر جا کر پہلے سارا سامان نکالا پھر

قلعہ کو منہدم کر دیا۔ حمدان کے تعاقب میں بھی سوار بھیجے گئے۔ وہ گرفتار ہو کر آیا۔ اور بغداد میں قید کیا گیا۔

اسی اثنا میں ہارون شاری نے بغاوت کی۔ اہل جزیرہ کی ایک کثیر تعداد اس کے ساتھ تھی۔ سرداران فوج جو اس سے لڑنے کے لئے جاتے تھے۔ ہزیمت اٹھا کر واپس ہوتے تھے۔ معتضد نے چاہا کہ سنگ خارا کو فولاد سے توڑے۔ اس نے حمدان کے بیٹے حسین کو اس مہم کے لئے منتخب کیا۔ اس نے کہا کہ میں جاؤں گا۔ لیکن میرے باپ اور بھائی آزاد کر دیئے جائیں۔ معتضد نے ان کو رہا کر دیا۔ حسین نے جا کر ہارون کو شکست دی اور گرفتار کر کے بغداد میں لایا۔

قرامطہ

قرمطی تحریک سواد کوفہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ اسی درمیان میں ایک شخص ابو سعید حسن جنابی کا ظہور ہوا۔ جنابہ بحر فارس کے ساحل پر ایک قصبہ ہے۔ اس کے سامنے سمندر میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جس کو خارک کہتے ہیں۔ ابو سعید وہیں پیدا ہوا تھا۔ جنابہ میں اس نے آٹے کی دوکان کی۔ لیکن وہاں سے نکال دیا گیا۔ اس وجہ سے بحرین میں جا کر تجارت شروع کی اور لوگوں میں امامت کی تبلیغ کرنے لگا۔ عوام اس کے تابع ہو گئے۔ اس نے ایک جماعت بنا کر غلبہ حاصل کرنا شروع کیا۔ پھر ارد گرد کے دیہات کو لوٹنے لگا۔ قطیف پر بھی حملہ کیا اور وہاں کے بہت سے باشندوں کو قتل کر کے ان کے اموال لوٹ لئے۔ اب اس کا حوصلہ اس قدر

بڑھ گیا کہ بصرہ پر یورش کا سامان کرنے لگا۔ والئی بصرہ نے معتضد کو لکھا۔ اس نے حکم دیا کہ شہر کے اردگرد حصار کھنچوالو۔ چنانچہ فصیل تیار کی گئی۔ ۲۸۷ھ میں جنابی اپنی جمعیت کو لے کر اس طرف آیا۔ معتضد کا سپہ سالار عمر غنوی مدافعت کے لئے موجود تھا۔ جنابی نے اس کو گرفتار کر لیا۔ اس لئے اس کی فوج بصرہ کی طرف بھاگی۔ اس شکست سے اہل بصرہ پر خوف چھا گیا۔ اور وہ بھاگنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ لیکن والی نے ڈھارس دے کر روکا۔

سواد کوفہ میں جہاں اس تحریک کا چشمہ ابل رہا تھا۔ معتضد نے شبل کو جو احمد بن محمد طائی کا غلام تھا فوج دے کر بھیجا۔ اس نے ان کی گوشمالی کی۔ اور ان کی جماعت کے ایک بزرگ شیخ کو جس کا نام ابوالفوارس تھا پکڑ لایا۔ معتضد نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہارا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے انبیاء کی روح تمہارے جسم میں داخل ہو کر تم کو عمل خیر کی ہدایت کرتی ہے۔ اور خطا اور غلطی سے روکتی ہے۔ اس نے کہا کہ ہمارے جسموں میں اللہ تعالیٰ کی روح داخل ہو یا ابلیس کی۔ اس سے تم کو کیا غرض۔ تم وہ بات پوچھو جو تم سے تعلق رکھتی ہے۔ اس نے کہا کہ وہ کونسی بات ہے۔ ابوالفوارس نے جواب دیا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس وقت تمہارے باپ حضرت عباسؓ موجود تھے۔ لیکن نہ وہ خلافت کے لئے نامزد کئے گئے نہ کسی نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر ابوبکرؓ کی وفات کے وقت بھی وہ زندہ تھے مگر خلافت حضرت عمرؓ کو ملی۔ ان کے

بد اصحاب شوریٰ میں آ ئی۔ اس وقت بھی ان کو کسی نے نہیں پوچھا۔ پھر تم کس طرح خلافت کے مستحق ہو گئے۔ معتضد نے اس کو قتل کرا دیا۔ اور قرامطہ پر سلسلہ وار فوجیں بھیجنی شروع کیں تاکہ ان کا استیصال کر دے۔

یہ دیکھ کر رئیس قرامطہ زکرویہ بن مہرویہ نے اپنے بیٹے ابوالقاسم یحییٰ کو عراق سے قبیلہ بنی کلب کی طرف بھیجا کہ ان میں امامت کی تبلیغ کرے۔ اس نے وہاں جا کر اپنے آپ کو امام جعفر کی اولاد میں سے بتلایا۔ اور کہا کہ ایک لاکھ آدمی میرے تابع ہیں جو ہر وقت میرے ساتھ جان دینے کو تیار ہیں۔ بنی کلب نے بھی ۲۸۹ھ میں اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی اس نے اپنے مریدوں کا فاطمیین لقب رکھا۔

معتضد نے پھر شبل کو بھیجا۔ فاطمیین نے بے خبری میں اس کو قتل کر ڈالا۔ اس کی فوج کو شکست دیتے ہوئے رصافہ تک آ گئے۔ وہاں کی جامع مسجد کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ پھر بستیوں کو لوٹتے اور جلاتے ہوئے ملک شام کی طرف چلے گئے۔

یہ فرقہ معتضد کے عہد میں تین مقامات میں پھیل گیا۔ عراق۔ بحرین اور شام اور اس کی چیرہ دستیوں سے عالم اسلامی پر ایک بلائے عام نازل ہو گئی۔

اسی زمانہ میں فاطمی دُعاۃ یمن اور افریقہ میں بھی اسماعیلی امامت کی تبلیغ میں مشغول تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ تمام اسلامی ممالک میں ایک ساتھ امامت کا جھنڈا

بلند کیا جائے۔ تاکہ بنی عباس مقابلہ سے عاجز رہ جائیں۔

مشرق

عمرو بن لیث کی قوت خراسان میں بہت بڑھ گئی ۲۸۱ھ میں وہ نیشاپور میں داخل ہوا۔ لیکن جب واپس آیا تو رافع بن ہرثمہ نے اپنا عمل قائم کرکے محمد بن زید علوی متغلب طبرستان کے نام خطبہ جاری کر دیا۔ عمرو بن پھر پہنچا اور نیشاپور کو فتح کیا۔ رافع طوس کی طرف نکل گیا۔ اس کے تعاقب میں سواروں کا ایک دستہ روانہ ہوا۔ راستہ میں مقابلہ پیش آیا رافع نے شکست کھائی اور خوارزم کی طرف بھاگا۔ وہیں پہنچ کر ان سواروں نے اس کو قتل کیا۔

عمرو بن لیث نے رافع کا سر دربار خلافت میں بھیجا۔ معتضد نے اس صلہ میں ولایت رے کا فرمان اور خلعت اس کو عطا کیا۔ اس کے بعد عمرو نے معتضد سے درخواست کی کہ ماوراء النہر کی ولایت بھی مجھ کو دی جائے۔ اس نے فرمان لکھ دیا۔ عمرو نے شکریہ میں خلیفہ کے لئے چالیس لاکھ درہم۔ بیس گھوڑے مع زین و ساز مطلا۔ ۱۵۰ اونٹ۔ ریشمی پارچہ جات۔ مشک اور شکاری باز وغیرہ بھیجے۔

یہی ولایت اس کے لئے مصیبت ہو گئی۔ کیونکہ اس فرمان کے بعد اس پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اسماعیل سامانی نے لکھا کہ تمہارے قبضہ میں ایک لمبی چوڑی دنیا ہے اور میرے پاس صرف یہی صوبہ ہے۔ لہذا اس طرف رخ

آگیا - اور ابن طولون جنگ سے محفوظ رہا۔

۲۶۳ھ میں خلیفہ نے ابن طولون کو طرسوس کی ولایت کا فرمان لکھا۔ کیونکہ وہاں آئے دن رومی حملے کرتے تھے۔ اس نے جاکر سرحد کو محفوظ کر دیا۔ اور ۲۶۴ھ میں سارے ملک شام پر قابض ہوگیا۔ اب اس کی سلطنت برقہ سے لے کر فرات تک پہنچ گئی۔ اور خلیفہ عباسی کے پاس صرف عراق۔ جزیرہ کے صوبے رہ گئے ان میں بھی ہمیشہ شورشیں برپا رہتی تھیں

موفق اس زمانہ میں حبشیوں کی مہم میں مشغول تھا۔ ابن طولون نے موقع کو غنیمت سمجھ کر جہاں تک ہوسکا اپنی سلطنت اور فوج کو قوی کیا اس کو یہ بھی معلوم تھا کہ خلیفہ موفق کے استبداد سے تنگ ہے۔ اس لئے تحفے اور ہدیے بھیج کر لکھا کہ آپ مصر میں آجائیے۔ معتمد سامرا سے روانہ ہوا لیکن موفق کو اس کا علم ہوگیا۔ اس نے ناقہ سوار کے ہاتھ موصل کے امیر کو حکم بھیجا کہ خلیفہ کو سرحد سے باہر نہ جانے دے۔ اس نے معتمد کو روک کر سامرا کی طرف واپس کیا۔ ورنہ اسی وقت خلافت عباسیہ مصر میں منتقل ہوگئی ہوتی۔

موفق اب ابن طولون کے اور بھی زیادہ خلاف ہوگیا اور معتمد سے اس پر لعنت بھیجنے کا حکم لکھوایا اس نے بادلِ ناخواستہ لکھا۔ کیونکہ دل سے اس کا طرفدار تھا۔

ابن طولون نے ۲۷۰ھ میں وفات پائی۔ اس کے خاندان میں ۲۹۲ھ تک

اور ماوراءالنہر سے لے کر طبرستان تک ان کی حکومت قائم ہوگئی۔

خلیفہ معتضد نے اسماعیل کے لئے خلعت امارت۔ تاج شمشیر طلائی مرصع بجواہر اور مختلف قسم کے ہدیئے بھیجے۔ نیز تیس لاکھ دینار بھی عطا کئے اس سے ایک لشکر مرتب کر کے طاہر بن محمد بن عمرو لیث کی مہم پر بھیجے جس نے سیستان میں بغاوت کر رکھی ہے۔

مغرب

معتضد کے تعلقات طولونیہ خاندان کے ساتھ نہایت اچھے تھے جس وقت یہ خلیفہ ہوا تھا۔ خمارویہ بن احمد بن طولون والی مصر نے بیس خچر سونے سے لدے ہوئے۔ دس خادم۔ دو صندوق زیورات۔ ۱۷ راس اسپ مع طلائی ساز۔ ۲۷ شتر جن کے جھول زربفت کے تھے۔ سواری کے پانچ خچر۔ ایک زرافہ۔ بیس سواروں کے ساتھ جن کی قبائیں ریشمی اور کمریں مرصع بجواہر تھیں بھیجے تھے۔

مزید تقرب کے لئے خمارویہ نے یہ بھی کوشش شروع کی کہ خاندان خلافت کے ساتھ رشتہ پیدا کرے۔ اور اپنی بیٹی قطر الندیٰ کو معتضد کے بیٹے علی کے ساتھ بیاہ دے۔ معتضد نے خود اپنے ساتھ شادی منظور کی۔ چنانچہ بڑی شان و شوکت سے یہ تقریب انجام پائی۔ خمارویہ نے اپنی بیٹی کو جو جہیز دیا تھا اس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس کے بیٹھنے کے لئے سونے کا تخت بنوایا تھا۔

جس کے چاروں گوشوں پر مرصع ستون تھے۔ ان پر جالی دار طلائی قبہ تھا جس کے ہر ایک حلقہ میں ایک انمول موتی سونے کے تار میں لٹکتا تھا۔ جوڑوں کی قیمت کا اندازہ کچھ اس سے ہو سکتا ہے کہ صرف ازار بند ایک ہزار ایسے دیئے تھے کہ ہر ایک کا صرفہ ۱۲ ہزار دینار تھا۔

رخصتی کے وقت مصر سے بغداد تک ہر ہر منزل پر اپنے محل کے مشابہ ایک ایک قصر تعمیر کرا کے ساز و سامان سے آراستہ کر دیا۔ اور ہر قسم کی ضروریات ان میں مہیا کر دیں۔ عروس کی سواری کے ساتھ اس کا چچا شہاب بن احمد تھا۔ نہایت نرم رفتار سے اس کو لاتے تھے۔ منزل پر پہنچ کر قصر میں اتار دیتے تھے اس طرح پر مصر سے بغداد تک گویا وہ برابر اپنے باپ ہی کے گھر میں قیام کرتی ہوئی چلی آئی۔ آغاز محرم ۲۸۲ھ میں بڑی شان سے بغداد میں داخل ہوئی۔

خمارویہ مصر اور شام کا والی اور طرسوس کا قلعہ دار تھا۔ رومی اس کے رعب سے اسلامی سرحد میں قدم نہیں رکھتے تھے۔ ۲۸۲ھ میں جب وہ مقتول ہو گیا تو اس کا بڑا بیٹا جانشین ہوا۔ لیکن فوج اس سے ناراض ہو گئی۔ بڑی بڑی لڑائیوں کے بعد وہ بھی قتل ہوا اور ہارون بن خمارویہ تخت پر آیا۔ خلیفہ نے طرسوس اس کی ولایت سے نکال کر دوسرے والی کے سپرد کیا۔ پھر قنسرین اور عواصم بھی لے کر اس کی ولایت شام اور مصر پر محدود کر دی۔ وہ بھی اس شرط پر کہ ساڑھے چار لاکھ دینار سالانہ دار الخلافہ میں بھیجا کرے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خانہ جنگیوں سے بنی طولون کی قوت کم ہو گئی تھی جس کی وجہ سے خلیفہ کا نفوذ بڑھ گیا تھا۔

صفات معتضد

معتضد شجاع اور قوی دل آدمی تھا اس میں عقل اور جفاکشی بھی تھی۔ اس وجہ سے اس کے عہد میں خلافت کا رعب قائم ہو گیا۔ لیکن اس سے دولت عباسیہ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ کیونکہ اس کے پیچھے ایک ایسا سفاک اور خوں ریز دشمن لگا ہوا تھا۔ جو فتنے اور شورشیں پیدا کر کے دن رات اس کے ستانے کی فکر میں تھا۔ خواہ اس میں سارا ملک ہی کیوں نہ برباد ہو جائے۔ یہ فرقہ باطنیہ تھا۔ جو سازشوں کے ایسے خطرناک جال تیار کر رہا تھا جس سے دولت عباسیہ کا بچنا محال تھا۔

معتضد نے چند اصلاحات بھی کیں منجملہ ان کے ایک یہ تھی کہ اس نے دیوان مواریث کو توڑ دیا۔ اور حکم دیا کہ مورث کا جو ترکہ بچے وہ ذوی الارحام کو ملا کرے بیت المال میں نہ داخل کیا جائے اس سے لوگوں کو بہت راحت ہو گئی۔ کیونکہ دیوان مواریث کی شرکت کی حالت میں ورثہ کو بڑی مشکلات پیش آتی تھیں۔

دجلہ کی ایک نہر دجیل تھی جس کا دہانہ مدتہائے دراز سے بند تھا۔ اس کے اطراف کی زمینیں پانی نہ ملنے کی وجہ سے بنجر ہو گئی تھیں۔ معتضد نے اس کو

درست کرا دیا۔ جس سے ایک بڑا علاقہ سیراب ہونے لگا۔

اس کی اہم ترین اصلاح **تقویم** معتضدی ہے جس کی تشریح کے لئے ایک تمہید کی ضرورت ہے۔

یہ تو معلوم ہے کہ دین اسلام میں سنہ قمری مستعمل ہے اور فرائض اسلامی مثلاً روزہ۔ نماز۔ حج و زکوٰۃ وغیرہ اسی حساب سے ادا کئے جاتے ہیں لہٰذا جہاں تک امور دین کا تعلق ہے مسلمانوں کو سنہ قمری کافی ہے جو سنہ شمسی سے گیارہ دن کم ہوتا ہے

لیکن سلطنت کے مالیہ کے لئے جس کا مدار فصل اور موسم پر ہے سنہ شمسی کا اعتبار ناگزیر ہے کیونکہ پیداوار وقت معینہ پر ہوتی ہے۔ بلا اس کا لحاظ رکھے ہوئے خراج کی وصولی نہیں ہو سکتی۔

اہل فارس اپنی حکومت کے زمانہ میں نوروز سے تحصیل کا آغاز کرتے تھے سنہ شمسی کو عام طور پر انہوں نے ۳۶۵ دن کا رکھا تھا اور ہر مہینہ ۳۰ دن کا۔ پانچ روز آٹھویں اور نویں مہینے یعنی آبان اور آذر کے درمیان رکھتے تھے چھ گھنٹے جوڑ جاتے ہیں ان سے ایک سو بیس سال میں پورا ایک مہینہ ہو جاتا ہے۔ ان چھ گھنٹوں کے ساتھ بارہ ثانیہ اور رکھتے جن سے اسی مدت یعنی ۱۲۰ سال میں ایک دن بنتا ہے۔ اس لئے بجائے ۱۲۰ کے وہ ۱۱۶ سال میں ایک مہینہ بڑھا دیتے تھے۔ جس سے ان کا حساب ٹھیک رہتا تھا۔

خلیفہ متوکل کے عہد میں اس حساب میں بڑا فرق پڑ گیا تھا۔ وہ ایک بار نوروز کے دن اپنے باغ کی طرف گیا۔ دیکھا کہ غلوں کے کھیت سرسبز کھڑے ہیں۔ علی بن یحییٰ المنجم سے کہا کہ وزیر عبید اللہ نے مجھ سے دریافت کیا تھا کہ تحصیل خراج کب سے شروع ہو۔ میں نے جواب دے دیا کہ نوروز سے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تک زراعت تیار نہیں ہوئی۔ اہل فارس کس طرح نوروز سے تحصیل شروع کر دیتے تھے؟

علی نے جواب دیا کہ وہ ہر ۱۱۶ سال میں ایک مہینہ نوروز کو مؤخر کیا کرتے تھے۔ اس وجہ سے ان کا حساب فصل کے مطابق رہتا تھا۔ ولید کے زمانہ میں خالد قسری امیر عراق نے اس کبیسہ کو روک دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نوروز اب نیساں کے مہینہ میں آ گیا۔ جس میں غلوں کے خوشے بھی نہیں نکلتے۔

متوکل نے اس کو حکم دیا کہ تقویم کو درست کر کے پھر نوروز کو اپنے وقت پر کر دو تاکہ مالی سال اسی سے شروع کیا جائے۔ مگر اسی درمیان میں متوکل قتل کر دیا گیا۔ اور یہ کام تعویق میں پڑ گیا۔

معتضد نے اپنے عہد میں اس کو ٹھیک کرایا۔ حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ نوروز پورے ساٹھ دن مقدم ہو گیا ہے۔ اس لئے اسی قدر اس کو مؤخر کر دیا۔ اور حکم دیا کہ آیندہ سے حساب رومی تقویم کے مطابق رکھا جائے۔

تاکہ نوروز ہمیشہ ایک ہی موسم میں واقع ہو۔

ابوریحان بیرونی لکھتا ہے کہ ہر چند کہ معتضد کے عہد میں بہت تحقیق اور تدقیق سے تقویم درست کی گئی لیکن پھر بھی نوروز سنہ فصلی کی اس تاریخ میں نہیں پڑا جس میں وہ ساسانیوں کے عہد میں پڑتا تھا۔ کیونکہ خود ایرانیوں نے یزدگرد کے بعد اس کا خیال نہیں کیا تھا آخری کبیسہ پیر شاپور کے عہد میں ہوا تھا اس کے بعد سے یزدگرد تک تقریباً ۷۰ سال ہوتے ہیں۔ اس حساب سے ۱۷ دن اور ہوئے۔ یعنی بجائے ساٹھ دن کے ۷۷ دن نوروز کو مؤخر کرتے تو قدیم اہل فارس کے حساب کے مطابق ہو جاتا۔

سنہ خراجی اور سنہ قمری کی مطابقت اس طرح پر رکھی گئی کہ ہر ۳۳ سال میں ایک سال قمری غیر خراجی کر دیا جاتا تھا۔ کیونکہ ۳۳ سال قمری تقریباً ۳۲ سال شمسی کے برابر ہوتے ہیں۔ مثلاً یکم محرم سنہ ۲۰۹ھ مطابق تھا ۱۴ مئی سنہ ۸۲۴ء کے ۳۳ سال گذرنے پر یکم محرم سنہ ۲۴۲ھ مطابق ہوا ۱۰ مئی سنہ ۸۵۶ء کے۔ ان کے درمیان میں ۳۳ سال قمری اور ۳۲ سال شمسی ہوئے۔ اس لئے سنہ ۲۴۱ھ کو خراجی حساب سے خارج کر کے اس کی جگہ پر ۲۴۲ھ کو رکھا۔

عراق اور مشرق میں اسی تقویم کے مطابق حساب رکھا گیا۔ مصر میں قبطی تقویم تھی۔ اور شام میں رومی اور یہ دونوں فصلی سنہ کے مطابق تھیں۔

اس لئے ان ممالک میں تقویم معتضدی کی ضرورت نہیں تھی۔

معتضد نے سامرا کو جو رونق تجارت اور کثرت عمارت میں بغداد سے بھی فوقیت لے گیا تھا چھوڑ کر بغداد کو دارالخلافہ بنایا۔ امرا اور وزراء وغیرہ بھی وہیں منتقل ہو گئے۔ سامرا ویران ہو گیا: اور اس کی عمارتوں کا سارا ملبہ مردہ ہاتھی کی ہڈیوں کی طرح بغداد میں لاکر فروخت کیا گیا۔

سامرا میں چھ خلفاء واثق۔ متوکل۔ منتصر۔ معتز۔ مہتدی اور معتمد کی قبریں ہیں۔ ائمہ شیعہ میں سے علی بن محمد اور حسن بن علی عسکری بھی وہیں مدفون ہیں۔ اسی ویرانہ میں وہ تہ خانہ بھی ہے جس کی بابت شیعہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس میں سے امام غائب مہدی منتظر برآمد ہوں گے۔

وفات

معتضد نے ۲۲ ربیع الثانی ۲۸۹ھ مطابق ۱۵ اپریل ۹۰۲ء میں وفات پائی۔

مکتفی (۱۷)

(خلافت ۲۲ ربیع الثانی ۲۸۹ھ سے ۱۲ ذی قعدہ ۲۹۵ھ تک

۶ سال ۶ ماہ ۱۹ یوم -)

علی مکتفی بن معتضد بن موفق بن متوکل جیجک نامی ایک ترکی کنیز کے شکم سے ۲۶۳ھ میں پیدا ہوا تھا - معتضد اس کو ولی عہد بنا گیا تھا - اس کی وفات کے دن اس کی خلافت کی بیعت ہوئی -

وزارت

مکتفی کے زمانہ میں بھی وزیر قاسم بن عبید اللہ اپنے منصب پر بحال رہا - یہ نہایت محترم اور بارعب تھا - ۲۹۱ھ میں انتقال کر گیا اس کے بعد عباس بن حسن وزارت پر آیا -

احوال داخلیہ

موفق اور معتضد نے خلافت عباسیہ کی زائل شدہ قوت میں جو ایک روح پھونکی تھی وہ مکتفی کے عہد میں فنا ہو گئی - کیونکہ امراء باہمی منافست

کی وجہ سے ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے اور امت کی مصلحتوں سے بے خبر ہو کر اپنے ذاتی اغراض کے لئے لڑنے اور سازشیں کرنے لگے۔

معتضد کا غلام بدر اقلیم فارس کی فوج کا سپہ سالار تھا۔ وزیر قاسم کو اس سے نہانی عداوت تھی۔ اس نے مکتفی سے اس کی شکایتیں کیں اور ڈرایا کہ وہ بغاوت کی فکر میں ہے۔ مکتفی نے ان امرا کو جو اس کے ساتھ تھے حکم بھیجا کہ دارالخلافہ میں آئیں ان امرا کے آجانے کے بعد خلیفہ نے بدر کا نام فوجی دفتر سے خارج کر دیا اور اس کی ساری ملکیت جو بغداد میں تھی ضبط کر لی۔

وزیر نے اس کی گرفتاری کے لئے یہ حیلہ کیا کہ قاضی بغداد ابو عمر محمد بن یوسف کو امیر المومنین کی طرف سے امان نامہ دیکر اس کے پاس بھیجا۔ اور لکھا کہ اگر تم دربار میں حاضر ہو جاؤ۔ تمہارا قصور معاف کر دیا جائے گا۔ اور ملکیت بھی مسترد کر دی جائے گی۔ وہ امان نامہ کو دیکھ کر چلا آیا۔ دجلہ میں جب کشتی پر سوار ہو کر دربار کی طرف چلا تو راستہ میں چند سپاہیوں نے ایک تیز رو کشتی پر پہنچ کر اس کو پکڑ لیا۔ اور جزیرہ صافیہ میں لے جا کر قتل کر ڈالا۔

عوام اس بد عہدی کو دیکھ کر خلیفہ۔ وزیر اور قاضی شہر تینوں سے برگشتہ ہو گئے۔ خاص کر قاضی کی جو حامل شرع ہے۔ اس فریب میں حصہ لینے پر شعراء نے بدترین ہجویں لکھیں۔

٭ ٭ ٭

قرامطہ

عراق اور بحرین میں قرامطہ کا زور بہت بڑھ گیا تھا۔ قافلوں کو لوٹ لیتے تھے۔ مکہ کا راستہ بھی پُرخطر ہو گیا تھا۔ ملک شام میں حالت اس سے بھی زیادہ خوفناک تھی۔ وہاں یحییٰ قرمطی جب اپنی جماعت کو لے کر پہنچا تو بنی طولون کے عامل طغج بن جف نے سلسلہ وار فوجیں بھیجیں۔ لیکن وہ شکست کھاتی رہیں۔ آخر میں قرامطہ نے خود اس کو دمشق میں محصور کر لیا۔ احمد بن طولون کا غلام بدر کبیر طغج کی حمایت کے لئے آیا۔ یحییٰ مارا گیا۔ لیکن پھر بھی فاطمین نے مصریوں کو شکست دے دی۔

یحییٰ کی جگہ اس کے بھائی حسین نے لی۔ اس کے چہرہ پر ایک داغ تھا اسے لوگوں کو دکھلا کر کہا کہ یہ امامت حقہ کی مہر ہے۔ اور میں امام برحق ہوں چنانچہ فاطمیئین اس کو امیر المومنین کہنے لگے۔ یہ لوگ جس بستی میں داخل ہوتے وہاں کے باشندوں کو سفاکی کے ساتھ قتل کرتے اور لوٹتے عورتوں اور مکتب کے بچوں کو بھی تہ تیغ کرتے تھے۔ اس ڈر سے لوگ ان کی اطاعت قبول کر لیتے تھے۔

اہل شام کی سلسلہ وار فریادیں دربار خلافت میں پہنچیں۔ مکتفی نے اپنے غلام ابو الاغر کو دس ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا۔ وہ حلب کے متصل پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔ فاطمیئین نے شبخون کر کے اس کے بیشتر سواروں کو قتل کر ڈالا۔

ابو الاغر بقیہ کو لے کر شہر میں بھاگ گیا۔ وہاں کے لوگوں نے حمایت کی۔ اور تعاقب کرنے والوں کو روک دیا۔

اب خود مکتفی ایک فوج عظیم لے کر چلا۔ جب رقہ میں پہنچا تو اپنے کاتب محمد بن سلیمان کی قیادت میں فوج کو فاطمیین کے مقابلہ کے لئے بڑھایا فریقین میں سخت جنگ ہوئی۔ آخر میں فاطمیین نے ہزیمت اٹھائی بے شمار مقتول ہوئے بقیہ ادھر ادھر منتشر ہو گئے سپاہیوں نے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ان کو قتل کیا۔

ان کا امیر المومنین حسن تین سو آدمیوں کے ساتھ کوفہ کی طرف بھاگا راستہ میں توشہ اور علف ختم ہو گیا۔ اس وجہ سے ایک موضع والیہ نامی میں لباس بدل کر داخل ہوا۔ لیکن وہاں کے باشندوں نے اس کو پہچان لیا اور پکڑ کر رقہ میں لے گئے۔ مکتفی اس کو اپنے ساتھ بغداد میں لایا اور وہاں ان فاطمی قیدیوں کے ساتھ جن کو محمد بن سلیمان گرفتار کر کے لایا تھا قتل کرا دیا۔

شام میں اب ان کی شورش دب گئی۔ مگر قرمطی فرقہ ابھی تک فنا نہیں ہوا کیونکہ دعاۃ کا سرغنہ زکرویہ موجود تھا۔ اس نے ایک معلم قرآن عبداللہ بن سعید نامی کو مبلغ بنا کر شام کی طرف بھیجا۔ اس نے وہاں اپنا نام بدل کر نصر یعنی رکھا اور قبیلہ بنی کلب میں تبلیغ شروع کی۔ اس کے ایک رئیس مقدام نے اس کا ساتھ دیا۔ اور بدوؤں کی ایک جماعت کو بھی متفق کر لیا۔ نصر سب کو لے کر شام کی طرف بڑھا۔ اور بصرے اور اذرعات کو لوٹ لیا۔ پھر دمشق پر حملہ کیا۔

لیکن وہاں مدافعت قوی تھی اس لئے کچھ نہیں کر سکا۔ ادماردن کی طرف چلا گیا۔ وہاں سخت خوں ریزی کی خلیفہ نے حسین بن حمدان کو سرکوبی کے لئے بھیجا نصر نے اطلاع پاکر طبریہ کی راہ لی وہاں سے سادہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ حسین نے تعاقب کیا۔ لیکن وہ بیابان میں غائب ہو گیا۔ اور دیہات کو لوٹنے لگا۔ دربار خلافت سے ایک دوسرا لشکر محمد بن اسحاق کی سرکردگی میں بھیجا گیا اور حسین کو حکم دیا گیا کہ وہ بنی کلب پر چڑھائی کرے جہاں سے اس قسم کے فتنے برپا ہوتے رہتے ہیں۔

نصر اس وقت بنی کلب میں تھا۔ انھوں نے سلطانی لشکر کے خوف سے اس کا سر خود کاٹ کر دربار خلافت میں بھیج دیا۔ اور معافی کے طالب ہوئے خلیفہ نے ان کو امان دی۔

سرچشمۂ فتنۂ زکرویہ نے ایک دوسرے داعی قاسم بن احمد کو وہاں بھیج دیا اور اس سے کہہ دیا کہ تم اپنی جماعت کو لے کر ۱۰ ذی الحجہ یعنی عید کے دن کوفہ کے متصل پہنچنا۔ میں بھی وہاں آکر تمہارے ساتھ شامل ہو جاؤں گا اور پھر کوفہ کو لوٹ لیں گے۔

اس قرار داد کے مطابق یوم نحر کو دونوں جماعتیں کوفہ کے دروازے پر پہنچ گئیں۔ لوگ نماز پڑھ کر واپس آرہے تھے۔ انھوں نے جس کو پایا قتل کرنا شروع کیا۔ والیٔ شہر فوج کو لے کر مقابلہ میں آیا عام باشندے بھی مسلح ہو کر مدافعت کے لئے تیار ہوئے۔ قرامطہ نے شکست کھائی اور قادسیہ

کی طرف نکل گئے۔ والیٔ کوفہ نے بغداد سے کمک طلب کی لیکن وہاں سے جو فوج روانہ ہوئی اس نے اپنے خط واپسی کی حفاظت کا سامان نہیں کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قرمطی پیچھے سے اُس پر آپڑے اور مغلوب کر کے سارا ساز و سامان چھین لے گئے۔ اس سے ان کو قوت حاصل ہو گئی۔ زکرویہ جس کو وہ مخفی رکھتے تھے اور قاسم اس کی نیابت کرتا تھا نمایاں ہو کر پھر اس جمعیت میں شریک ہو گیا۔

انھوں نے اپنا مرکز بادیہ میں بنایا اور چاروں طرف غارتگری شروع کی بہ ۲۹۴ھ میں مشرقی قافلہ حج سے واپس آرہا تھا۔ اس کو لوٹ لیا۔ اور خبر دینے کے لئے بھی ایک آدمی کو اس میں سے زندہ نہیں چھوڑا۔ بغداد میں جب یہ اطلاع پہنچی تو کہرام مچ گیا۔ وزیر خود لشکر لے کر آیا۔ مکہ کے راستے میں قرمطیوں سے مقابلہ ہوا۔ زکرویہ اور قاسم دونوں پکڑے گئے اور ان کی جماعت کے بہت سے لوگ مارے گئے۔ بقیہ بھاگے۔ راستہ میں حسین بن حمدان مل گیا۔ اس نے ان کا خاتمہ کر دیا۔

زکرویہ گرفتاری کے پانچ روز کے بعد مر گیا۔ اس کے بعد عراق میں یہ تحریک کمزور ہو گئی۔ مگر سانپ کی دم ابھی تک زندہ تھی یعنی جنابی بحرین میں موجود تھا۔ مکتفی کے زمانہ میں وہ خاموش رہا۔ لیکن مقتدر کے عہد میں اس کی آتش فتنہ شعلہ زن ہوئی۔ جس کا ذکر موقع پر آئے گا۔

* * *

مشرق

بلادِ مشرق کی مستقل حکومت اسماعیل بن احمد سامانی کے ہاتھ میں تھی۔ یہ نہایت مدبر فرزانہ اور بہادر تھا۔ مکتفی اس سے ہمیشہ خوش رہا۔ ۲۹۵ھ میں اس نے وفات پائی۔ اس کا جانشین اس کا بیٹا احمد ہوا۔ مکتفی نے اس کے لئے لوائے ولایت بھیجا۔

مغرب

مکتفی کے زمانہ میں ۲۹۲ھ میں شیبان بن احمد بن طولون کے بعد دولت طولونیہ کا خاتمہ ہوگیا اور شام و مصر پھر بنی عباس کے قبضہ میں آگئے۔

افریقہ میں ہارون رشید کے زمانہ سے دولت اغالبہ قائم تھی۔ اس پر ابو عبد اللہ شیعی داعیٔ فاطمین نے اپنا تسلط جمالیا۔

روم

مکتفی کے آغاز عہد میں رومیوں کے ساتھ تعلقات اچھے تھے۔ اور دونوں طرف سے تحفے اور ہدیے آتے جاتے تھے۔ لیکن زیادہ عرصہ تک یہ حالت قائم نہیں رہ سکی۔ ۲۹۱ھ میں رومیوں نے اسلامی سرحد کو لوٹا۔ اس وجہ سے مسلمان ان پر حملہ آور ہوئے۔ پانچ ہزار رومی قتل اور اسی قدر گرفتار ہوئے۔ اور ان کے پاس جس قدر قیدی تھے چھڑائے گئے۔ مال غنیمت اس قدر ہاتھ آیا کہ فی کس ایک ہزار دینار حصہ ملا۔

مکتفی کے عہد میں دو بار اسیران جنگ فدیہ اور تبادلہ سے رومیوں کے ہاتھ سے آزاد کرائے گئے۔ ۲۹۳ھ میں ۱۲ سو اور ۲۹۵ھ میں تین ہزار مسلمان مرد و زن۔

وفات

مکتفی نے ۱۲ ذی قعدہ ۲۹۵ھ مطابق ۱۳ اگست ۹۰۸ء کو انتقال کیا۔

مقتدر (۱۸)

(خلافت ۱۲ ذی قعدہ ۲۹۵ھ سے ۲۸ شوال ۳۲۰ھ تک ۲۴ سال ۱۱ ماہ

۱۶ روز۔)

جعفر مقتدر باللہ بن معتضد بن موفق بن متوکل۔ یہ مکتفی کا بھائی تھا اس کی والدہ بھی ایک ام ولد تھی جس کا نام شغب تھا۔ ولادت ۲۸۲ھ میں ہوئی تھی۔

مکتفی کسی کو ولیعہد نہیں بنا گیا تھا اس کے انتقال کے بعد وزیر عباس بن حسن نے اراکین سے مشورہ لیا۔ انہوں نے ابن معتز کو خلیفہ بنانے کی رائے دی۔ کیونکہ وہ صاحب علم وفضل اور عاقل و مدبر تھا۔ پھر اس نے اپنے کاتب ابوالحسن بن فرات کو تنہائی میں بلا کر کہا کہ تم میرے خیر خواہ ہو مجھے صحیح مشورہ دو کہ میں کس کو خلیفہ بناؤں۔ اس نے کہا کہ ایسے شخص کو اپنے اوپر مسلط کرنے سے کیا فائدہ جو حساب وکتاب کے جزئی امور سے باخبر اور وزراء کی آمدنی کے ذرائع سے واقف ہو۔ بہتر یہ ہے کہ کسی نادان بچہ کو تخت خلافت پر بٹھا دو۔ اور اس کی طرف سے خود حکومت کرو۔ جب تک وہ بڑا ہوگا تمہارا کام ہو جائے گا اور حق

ترہیت اس پر الگ قائم رہے گا۔

عباس کی رائے ابن معتز کو خلیفہ بنانے پر مستقل ہو چکی تھی۔ مگر ابن فرات کا یہ مشورہ سن کر اس کی نیت پلٹ گئی۔ چنانچہ اس نے جعفر بن معتضد کی خلافت کا اعلان کیا جس کا سن تیرہ سال کا تھا۔ اسی کے ہاتھ پر بیعت ہوئی لیکن دیگر وزراء۔ امراء فوج اور قضاۃ وغیرہ نے اس کو ناپسند کیا اور وزیر سے کہا کہ بڑے حیرت کی بات ہے کہ ابن معتز جیسے لائق شخص کے موجود ہوتے ہوئے ایک کم سن بچہ خلیفہ بنایا جائے۔ اس نے ان کے دباؤ سے ابن معتز کو لکھا کہ آپ خلافت پر راضی ہوں تو مقتدر کی بیعت فسخ کر کے آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ اس نے جواب دیا کہ اگر اس میں فتنہ و شر برپا نہ ہو اور باہمی جنگ پیش نہ آئے تو میں راضی ہوں۔ ادھر سے لکھا گیا کہ تمام امراء متفق ہیں کسی قسم کے فساد کا اندیشہ نہیں ہے۔

یہ معاملہ وزیر عباس بن حسن۔ محمد بن داؤد صاحب دیوان۔ قاضی احمد بن یعقوب۔ حسین بن حمدان۔ بدر اعجمی۔ اور وصیف بن صوارتکین کے مشورہ سے طے پایا تھا۔ لیکن وزیر اعظم چونکہ مقتدر کی خلافت کو اپنے حق میں زیادہ بہتر سمجھتا تھا اس وجہ سے اس میں پہلو تہی کرنے لگا۔ اور کئی مہینے گذار دیئے۔ حسین بن حمدان چند امراء کو ساتھ لے کر اس کے پاس گیا۔ اور ۲۰ ربیع الاول ۲۹۶ھ میں اس کو قتل کر ڈالا۔ پھر مقتدر کو تخت سے

اتار کر ابن معتز کی خلافت کا اعلان کیا۔ اس کے ہاتھ پر سب لوگوں نے بجز ابوالحسن بن فرات اور خاصان مقتدر کے بیعت کر لی۔

ابن معتز نے مقتدر کو حکم دیا کہ تم دارالخلافہ سے دوسرے شہر میں منتقل ہو جاؤ۔ اس نے ایک دن کی مہلت مانگی۔ اس کے ساتھ صرف مونس خادم اور چند غلام تھے۔ ان لوگوں نے یہ طے کیا کہ ہم اپنے آقا کی حمایت کریں گے اور اس کو اس کے حق سے محروم نہیں ہونے دیں گے۔ چنانچہ رات کو ابن معتز کے قصر میں گھس گئے۔ وہ یہ سمجھا کہ مقتدر کے آدمیوں نے سارے محل پر قبضہ کر لیا۔ اس وجہ سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگا۔ اس کے ساتھ محمد بن داؤد تھا جس کو اس نے وزارت کے لئے منتخب کیا تھا۔ اور ایک غلام جو شہر میں پکارتا جاتا تھا کہ لوگو! اپنے سنی بربہاری خلیفہ کے لئے دعا کرو۔

اس زمانہ میں حسین بن قاسم بن عبداللہ بربہاری حنابلہ کے نہایت مقبول پیشوا تھے اور بالعموم لوگ ان کے معتقد تھے۔ بغداد میں چونکہ اس جماعت کی کثرت تھی۔ اس لئے ان کی استمالت کے لئے غلام یہ نعرہ لگاتا تھا تاکہ لوگ مذہبی محبت سے خلیفہ کی مدد کے لئے آمادہ ہو جائیں۔

ابن معتز شہر سے باہر بیابان میں پہنچا۔ اس کا خیال تھا کہ فوج اور رعایا میری حمایت کے لئے جمع ہو کر آجائے گی۔ لیکن کوئی نہیں گیا۔ محمد بن داؤد اپنے گھر میں چھپ رہا۔ اور ابن معتز نے ابو عبیداللہ بن جصاص کے گھر میں پناہ لی۔

جو امرا اس کے حامی تھے وہ بھی سب کے سب مقتدر کے خوف سے مخفی ہو گئے حسین بن حمدان اس واقعے سے پہلے ہی بغداد چھوڑ کر جا چکا تھا۔

صبح کو مقتدر فوج لے کر نکلا۔ اور ان سب لوگوں کو جنہوں نے ابن معتز کی بیعت میں شرکت کی تھی قتل کر ڈالا۔ ابن معتز کو بھی پکڑا۔ اور قید کر کے سزاؤں سے اسی دن اس کا خاتمہ کرا دیا۔ محمد بن داؤد بھی مارا گیا۔ حسین بن حمدان کے پیچھے سوار دوڑائے گئے۔ لیکن اس کا پتہ نہیں لگا۔ کچھ دنوں کے بعد مقتدر اس سے راضی ہو گیا اور اس کو بغداد میں بلا لیا۔

وزارت

پہلا وزیر ابو الحسن بن فرات ہوا۔ یہ نہایت لائق اور مدبر تھا۔ اس نے انتظامات بھی درست کئے۔ لیکن خلافت اس وقت مقتدر کی والدہ اور اس کی قہرمانہ کے ہاتھ میں تھی جن کو نہ سیاست کی خبر تھی نہ امت کی بہتری سے غرض۔ ان کے سامنے جو زیادہ مال پیش کرتا تھا وہی منصب حاصل کر لیتا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگ جو رشوت دے کر عہدہ خریدیں گے وہ اس کے لینے سے کب پرہیز کریں گے۔ چنانچہ نہ صرف عمال اور امرا رشوت خوار ہو گئے بلکہ خلیفہ اور وزیر بھی اس کو شیر مادر سمجھنے لگے۔

ابن فرات نے قاضی ابو عمر محمد بن یوسف کو اس الزام میں پکڑا کہ یہ بھی ابن معتز کے حامیوں میں تھے۔ اور سزا دینی چاہی۔ ان کے بوڑھے

باپ کو بہت قلق ہوا، وہ ابنِ فرات کے سامنے جاکر روئے اور کہا کہ جس طرح ہو سکے میرے بیٹے کو بچاؤ۔ اس نے کہا کہ جرم بہت بڑا ہے۔ اس لئے اگر کوئی بڑی رقم ہو تو خلیفہ کو رضامند کرنے کی کوشش کی جائے انہوں نے کہا کہ چاہے میں فقیر ہو جاؤں۔ میرے پاس جو کچھ ہے وہ سب لے لو لیکن محمد کو چھوڑ دو۔ ابنِ فرات نے خلیفہ سے کہا۔ اس نے ایک لاکھ دینار پر رضامندی ظاہر کی۔ جس میں سے یوسف نے ۹۰ ہزار ادا کئے۔ اس پر بھی ان دونوں کو حکم دیا گیا کہ اپنے گھر سے باہر نہ نکلیں ورنہ پھر گرفتار کر لئے جائیں گے۔

ابنِ فرات چند سال عزت کے ساتھ اپنے عہدہ پر رہا۔ ۲۹۸ھ میں خلیفہ نے عید قرباں کے مراسم ادا کرنے کے لئے اس سے ضروری اخراجات طلب کئے۔ اس نے کہا کہ بیت المال میں ایک حبہ بھی نہیں ہے۔ اس وجہ سے خلیفہ اس سے ناراض ہو گیا۔ ایک دن جبکہ وہ دربار میں آکر اپنی جگہ پر بیٹھا، خلیفہ کے حکم سے گرفتار کر لیا گیا۔ امیر بلیق اس کے مکان پر بھیجا گیا کہ مال و اسباب پر قبضہ کرے۔ سرہنگوں اور اوباشوں نے وہاں پہلے ہی سے غارتگری شروع کر دی تھی وہ اس کے اور اس کی اولاد کے گھروں کو یہاں تک کہ چھتوں کی کڑیوں کو بھی لوٹ لے گئے۔ عصر کے وقت امیر ابوالقاسم جب فوج لے کر پہنچا تو یہ ہنگامہ منتشر ہوا۔

٭ ٭ ٭

ابن خاقان

ابن فرات کے بعد محمد بن عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان وزیر ہوا۔ اس نے ابن فرات کے تمام اموال۔ املاک اور اقطاع پر قبضہ کر لیا۔ دس لاکھ دینار کا سونا چھ لاکھ دینار نقد علاوہ مال و اسباب کے ملے۔

ابن خاقان نہایت متلون مزاج آدمی تھا۔ کبھی دفتر میں جو کاغذات آتے تھے ان کو روزانہ نکال دیا کرتا تھا۔ کبھی ہفتوں اور مہینوں گذر جاتے تھے دیکھتا بھی نہ تھا آج ایک شخص کو کسی ناحیہ کا عامل مقرر کر کے بھیجتا تھا۔ کل دوسرے کو وہیں کا فرمان دے کر روانہ کرتا تھا مورخین لکھتے ہیں کہ ایک بار خان حلوان میں بیس دن کے اندر پے در پے سات آدمی ایسے آکر جمع ہو گئے کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس سواحل فرات کی ولایت کا پروانہ موجود تھا۔ اسی طرح موصل میں سلسلہ وار پانچ عامل پہونچے۔ ان لوگوں کو چونکہ ولایت یا عمل حاصل کرنے کے لئے ایک کثیر رقم دینی پڑتی تھی اس لئے واپس گئے اور شکایت کر کے اپنے اموال کا مطالبہ کیا۔

اس سے جب کسی امر کی درخواست کی جاتی تھی تو ہاتھ سینہ پر مار کر کہتا تھا کہ ضرور بسر و چشم۔ لیکن کرتا کچھ نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سارا نظام مختل ہو گیا اور تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے فوج بگڑ گئی۔ آخر مقتدر نے اس کو مع اس کے بیٹے کے قید کر دیا۔ اس کی وزارت صرف ۱۳ ماہ رہی۔

علی بن عیسے

یہ شخص امرائے بغداد میں سے تھا۔ لیکن وہاں کی ابتر حالت دیکھ کر مکہ میں جاکر سکونت اختیار کرلی تھی۔ نہایت نیک۔ با اخلاق۔ عاقل۔ مدبر۔ دیانتدار اور بارعب تھا۔ اہل مکہ کو پانی کی سخت تکلیف تھی۔ اس نے اپنی طرف سے سینکڑوں اونٹ خچر اور گدھے خریدے۔ جو جدہ سے روزانہ پانی لاتے تھے۔ پھر ایک بہت بڑا کنواں کھدوایا اس میں سے شیریں پانی نکلا وہ جراجیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کے علاوہ ایک چشمہ بھی وہاں تک پہنچایا جس سے قلت آب کی شکایت جاتی رہی۔

ابن خاقان کی معزولی کے بعد مونس خادم نے مقتدر کو اسی کے وزیر بنانے کا مشورہ دیا۔ اس نے اس کو مکہ سے بلاکر عاشورہ محرم ۳۰۱ھ میں وزارت کا منصب عطا فرمایا۔

علی نے نہایت اچھا انتظام کیا چونکہ جزرس آدمی تھا اس لئے مالی حالت اس نے بہت جلد درست کرلی۔ لیکن مقتدر کے اوپر اس کی ماں اور قہرمانہ کا بڑا اثر تھا اور وہی در اصل حکومت کرتی تھیں۔ علی چونکہ ان کے غیر واجبی مطالبات پورے نہیں کرتا تھا اس لئے وہ اس کی دشمن ہوگئیں۔

علی نے ام مقتدر کو بڑے بڑے خطوط لکھے۔ اس کو خلافت کی مالی دشواریوں سے آگاہ کیا لیکن وہ ان باتوں کو کیا سمجھتی تھی۔ اسے صرف اپنے

مطلب سے غرض تھی۔

ذی حجہ سنہ ۳۰۴ھ میں اس نے قہرمانہ کو وزیر کے پاس بھیجا کہ عید کی تقریبات کے لئے جو رقم ہر سال آیا کرتی تھی وہ بھیجے۔ وزیر نے لطائف الحیل سے معذرت کر کے قہرمانہ کو ٹال دیا۔ اس پر ام مقتدر بگڑ گئی۔ اور جھوٹی جھوٹی شکایتیں جوڑ کر خلیفہ کو اس کی گرفتاری پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ ۸ ذی حجہ سنہ ۳۰۴ھ میں وہ قید خانہ میں بھیج دیا گیا۔ اور اس کی جگہ پر پہلا وزیر یعنی ابن فرات قید سے رہا کر کے مقرر کیا گیا۔ اس سے یہ پہلے طے کر لیا گیا تھا کہ وہ ایک ہزار دینار خلیفہ کو اور ۵۰۰ دینار اس کی والدہ اور قہرمانہ کو روزانہ دیا کرے گا۔

اس زمانہ میں ایک شخص حامد بن عباس سواد اوسط کا مستاجر تھا یہ اجارہ اس کو علی بن عیسےٰ نے دیا تھا۔ ابن فرات کو یہ معلوم تھا کہ حامد وہاں سے کثیر منافع حاصل کرتا ہے اس لئے اس نے چاہا کہ بعد اختتام مدّت اس ٹھیکہ کو اس کے ہاتھ سے نکال لے۔

قسیم جوہری جو واسط کے متصل ام مقتدر کی جاگیر کا منتظم تھا حامد کا بڑا دوست تھا اس نے ام مقتدر سے اس کی فیاضی اور لیاقت کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ اگر وہ وزیر ہو جائے تو آستانۂ عالیہ میں بہت بڑی رقم بھیجے گا۔

ام مقتدر کا حاجب نصر جو ابن فرات کا مخالف تھا اور حامد کے

تحائف اور ہدایا کی وجہ سے اس کا خیر خواہ ہو گیا تھا اس نے بھی اس کی مدح و توصیف کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ام مقتدر نے حامد کو بلایا۔ ۲۷ر جمادی الاول ۳۰۶ھ کو وہ حاضر ہوا۔ اسی دن ابن فرات کو قید کرا کے حامد کو وزارت دلوائی۔

حامد بن عباس

حامد میں وزارت کی اہلیت مطلق نہیں تھی۔ اس کے خلاف شکایتیں پیدا ہوئیں۔ مقتدر نے علی بن عیسیٰ کو قید سے نکال کر حامد کا مددگار مقرر کر دیا۔ اس نے حامد کو بیکار کر کے سارا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ حامد نے دیکھا کہ نہ میری عزت ہے نہ میرے ہاتھ میں اختیار ہے اس لئے اجازت لے کر واسط کی طرف چلا گیا۔

مفلح حبشی مقتدر کا خاص غلام تھا اس نے حامد سے سخت کلامی کی۔ اس پر حامد نے کہا کہ میں چاہوں تو سو حبشی غلاموں کو خرید کر ہر ایک کا نام مفلح رکھ دوں۔ یہ بات اس کو ناگوار گذری۔ اس نے ابن فرات کے ساتھ مل کر اس کے خلاف سازش شروع کی اور اس سے خلیفہ کے نام ایک رقعہ لکھوایا کہ اگر حامد اور علی بن عیسیٰ دونوں میرے سپرد کر دیئے جائیں تو میں دربار میں سات لاکھ دینار نذرانہ پیش کروں گا۔ یہ رشوت کچھ کم نہ تھی۔ خلیفہ نے ۲۳ر ربیع الثانی ۳۱۱ھ کو قید خانہ سے اس کو نکال کر تیسری بار وزیر بنایا۔ اس نے علی بن عیسیٰ کو قید کیا۔ حامد نے جب سنا تو روپوش ہو گیا۔ آخر میں اپنے پرانے دوست نصر حاجب سے رات کو جا کر ملا۔ اور یہ درخواست کی کہ خلیفہ سے

مجھ کو معافی دلوادے۔ نصر نے مفلح کو بلایا۔ اس نے جب حامد کو دیکھا تو کہا السلام علیک یا مولٰنا وزیر۔ ان سو غلاموں میں سے ہیں اس وقت ایک کو بھی حضور کے ساتھ نہیں دیکھتا جن کو خرید کر ان کے نام مفلح رکھتے تھے۔

مقتدر نے کوئی سفارش نہیں سنی۔ حامد کو ابن فرات کے حوالہ کر دیا۔ ابن فرات کے بیٹے محسن نے جو لوگوں میں خبیث کے نام سے مشہور تھا۔ سختیاں کر کے اس کو زہر دے کر مار ڈالا۔

محسن نے بڑے بڑے امرا اور ارا کین دولت پر ناگفتہ بہ مظالم کئے۔ اور سینکڑوں کو ہلاک کیا۔ جب اس کے خلاف بہت شکایتیں ہوئیں تو مقتدر نے اس کے باپ کو وزارت سے معزول کر کے پھر قید خانہ میں بھیج دیا۔ اور ابن خاقان کو دوبارہ وزارت عطا کی۔ اس نے محسن کو پکڑ کر ۲۰ لاکھ دینار تاوان وصول کرنے کی غرض سے اس پر طرح طرح کی سختیاں کیں محسن نے کہا کہ میں ایک پیسہ بھی ادا نہیں کروں گا اور کھانا پینا سب ترک کر دیا۔ جب مقتدر کو خبر ہوئی تو اس نے اس کو وزیر سے لے کر اس کے باپ کے پاس قید خانہ میں بھیج دیا۔ ارکین دولت نے محبس میں جا کر ان دونوں باپ بیٹوں کو بھیڑوں کی طرح ذبح کر دیا۔

ابن فرات کی عمر اس وقت ۷۱ سال کی تھی اور محسن کی ۳۳ سال۔

ابن فرات نہایت لائق۔ منتظم۔ فیاض اور شریف تھا۔ لیکن محسن کی سختیوں کی وجہ سے اس کو بھی یہ روز بد دیکھنا نصیب ہوا۔

ابن خاقان بھی وزارت سے کوئی حظ نہیں اٹھا سکا۔ ابوالعباس خصیبی نے اس کی شکایتیں مقتدر کے یہاں شروع کیں۔ یہاں تک کہ رمضان ۳۱۳ھ میں وہ برطرف کر دیا گیا۔

ابوالعباس

اب ابوالعباس خصیبی وزیر ہوا یہ شخص شراب خوار تھا۔ ہر وقت نشہ میں رہتا تھا اس وجہ سے تمام کام ابتر ہو گئے۔ ذی قعدہ ۳۱۴ھ میں مقتدر نے اس کو مع اس کے بیٹے کے قید کر دیا۔ اور پھر علی بن عیسیٰ کو وزارت پر بلایا۔

اس نے ہر شعبہ میں اصلاح کی۔ لائق اور جفاکش کاتبوں کو دفاتر میں مقرر کیا۔ اور کفایت شعاری اور محنت سے کسی قدر مالی حالت درست کی۔ لیکن مقتدر کی والدہ اور قہرمانہ ان اصلاحات کی خواہاں نہیں تھیں۔ کیونکہ ان سے ان کی اس عظیم الشان رقم میں جو وہ بیت المال سے لیا کرتی تھیں خلل پڑتا تھا۔ اس لئے انہوں نے پھر علی کی مخالفت کی۔ اس نے جب یہ صورت دیکھی تو اپنی پیرانہ سالی کے عذر پر وزارت سے استعفےٰ دیا۔ مقتدر نے کہا کہ میں آپ کو بجائے اپنے باپ کے سمجھتا ہوں۔ اس وجہ سے اس کو استعفا واپس لینا پڑا۔ لیکن تھوڑے ہی دن کے بعد اپنی والدہ۔ حرم اور خواجہ سراؤں کے اثر میں آ کر ربیع الاول ۳۱۶ھ میں اس کو مع اس کے بیٹے کے قید کر دیا

* *

ابن مقلہ

مونس مظفر سپہ سالار تھا اس نے مقتدر سے سفارش کر کے اپنے دوست ابو علی ابن مقلہ کو وزارت دلوائی۔ یہ شخص کتابت میں بڑا نامی اور نہایت مشہور خطاط تھا۔ اس وقت تک دفاتر میں خط کوفی مستعمل تھا۔ اس نے خط نسخ کو ایسا درست کیا کہ اسی کو لوگ استعمال کرنے لگے۔ اور خط کوفی ہر جگہ سے اٹھ گیا۔

جس قدر یہ کتابت میں نامور تھا اسی قدر رشوت ستانی میں بھی شہرت رکھتا تھا۔ دربار میں شکایتیں پہونچتی تھیں لیکن وہاں مونس مظفر اس کی حمایت کر دیتا تھا۔

۳۱۳ھ میں مقتدر مونس سے ناراض ہو گیا۔ اب ابن مقلہ کا کوئی طرفدار نہیں رہا۔ اس لئے جمادی الاول ۳۱۸ھ میں خلیفہ نے اس کو گرفتار کر کے دو لاکھ دینار وصول کئے اور قید خانہ میں بھیج دیا۔

سلیمان بن حسن

اراکین دولت کے مشورہ سے سلیمان وزیر مقرر ہوا۔ مقتدر اس کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اس لئے اس نے علی بن عیسےٰ کو اس کا مددگار بنایا۔ خزانہ اس قدر خالی تھا کہ لوگوں کے روزینے کم کرنے پڑے۔ حرم میں شورش برپا ہو گئی۔ خاص کر ام مقتدر نہایت برہم ہوئی۔ آخر کار رجب ۳۱۹ھ میں سلیمان کو بھی قید خانہ میں جا کر بیٹھنا پڑا۔

ابوالقاسم کلوازی

یہ شخص سلیمان کی جگہ وزیر ہوا۔ لیکن نظام سلطنت اس قدر بگڑ گیا تھا کہ اس کو ٹھیک کرنا آسان نہ تھا۔ اس لئے یہ بھی مقتدر کی نظر سے گر گیا۔

اس زمانہ میں بغداد میں دانیال نامی ایک نہایت چالاک شخص تھا جو پیشین گوئیاں کیا کرتا تھا۔ اس نے ایک کتاب میں گذشتہ اور آیندہ حالات لکھ کر اس کو زمین میں گاڑ دیا۔ جب وہ اس قدر کہنہ اور بوسیدہ ہو گئی کہ معلوم ہو کہ نہایت قدیم ہے تو اس کو مفلح اسود کے پاس لے گیا اس میں ایک جگہ یہ لکھا ہوا تھا کہ اٹھارہویں عباسی خلیفہ کے عہد میں ایک ایسا وزیر ہوگا جس کی بدولت خزانے معمور اور صوبے آباد ہو جائیں گے۔ اس کے بعد اس کی علامتیں لکھی تھیں۔ جو اس کے سرپرست امیر حسین بن قاسم کو مخصوص کر دیتی تھیں۔

مفلح نے جب اس کو پڑھا تو فوراً مقتدر کو لیجا کر دکھایا اس نے عقیدتمندی سے اس پر یقین کر لیا اور مفلح سے پوچھا کہ تمہارے خیال میں وہ کون شخص ہو سکتا ہے اس نے کہا کہ اس میں جو علامتیں لکھی ہیں ان کے لحاظ سے سوائے حسین بن قاسم کے کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ مقتدر نے کہا کہ بے شک میرا دل بھی یہی کہتا ہے۔ اس لئے ابوالقاسم کو برطرف کر کے رمضان ۳۱۹ھ میں حسین کو وزیر بنایا

＊

حسین بن قاسم

حسین میں مطلق لیاقت نہ تھی۔ ہر طرف شور و شغب ہوا۔ آخر کار ربیع الثانی ۳۲۰ھ میں وہ معزول کیا گیا۔ اس کے بعد ابو الفتح فضل بن جعفر کو وزارت دی گئی۔ یہی مقتدر کا آخری وزیر تھا۔

مقتدر کے وزراء کے حالات میں ہم نے زیادہ تفصیل سے کام لیا۔ صرف اس وجہ سے کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ خلافت کی انتظامی حالت کس قدر ادنیٰ اور پست ہو گئی تھی اور حرم کی مداخلت کی وجہ سے سلطنت میں کیسی خرابیاں پڑ گئی تھیں۔ جو لوگ ان کو بڑی بڑی رشوتیں دیتے تھے وہ وزارت خریدتے تھے اور جب ان کے مطالبات نہیں پورے کر سکتے تھے تو قید کر دیئے جاتے تھے۔ نتیجہ یہ تھا کہ کاروبار میں ابتری پھیل گئی تھی سازشوں اور رشوتوں کا بازار گرم تھا۔ نہ رعایا میں امنیت تھی نہ خوشحالی تھی۔ عدل و انصاف مفقود۔ خزانہ خالی۔ اور ملک ویران۔ جس کی وجہ سے نہ عوام کی نظروں میں خلافت کی کوئی حرمت تھی نہ ہمسایوں کی نگاہ میں کوئی وقعت۔

قرامطہ

رئیس قرامطہ ابو سعید جنابی بحرین کے تمام شہروں ہجر۔ احساء اور قطیف وغیرہ پر قابض ہو جانے کے بعد مقتول ہو گیا۔ اس کا جانشین اس کا بیٹا ابو طاہر ہوا۔ اس نے بصرہ پر متعدد حملے کئے۔ ۳۱۱ھ ۱۷۰۰ قرمطیوں کے ساتھ وہاں داخل ہو گیا۔ دو ہفتہ سے زائد رہا۔ بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور جس قدر مال

و متاع عورتیں اور بچے ملے ان کو اپنے ساتھ لایا۔ اس کے بعد اس نے حاجیوں کے قافلہ کو جو مکہ کو جا رہا تھا اور جس میں زیادہ تر لوگ بغداد کے تھے لوٹ لیا۔ یہ خبر پاکر بقیہ حاجیوں نے اس راستہ کو چھوڑ کر کوفہ کی طرف رُخ کیا۔ ان کے توشے ختم ہو گئے۔ قرمطیوں نے ان پر بھی حملہ کیا۔ ان کی سواریوں۔ عورتوں اور بچوں کو لوٹ لے گئے۔ اہل قافلہ بھوک اور پیاس کی شدت سے ہلاک ہو گئے۔

بغداد میں یہ خبریں اس زمانہ میں پہنچیں جبکہ محسن بن فرات نے وہاں کے امراء کو عذاب میں ڈال رکھا تھا۔ اس لئے دو گنی مصیبت ہو گئی۔ محسن چونکہ شیعیت کی طرف میلان رکھتا تھا لوگ اس کو بھی قرمطی کہنے لگے۔ مقتدر مجبور ہو کر ابو طاہر جنابی کو لکھا کہ مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو رہا کر دو۔ اس نے چھوڑ دیا اور درخواست کی کہ مجھے بصرہ اور اہواز کی ولایت دی جائے۔ مقتدر نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ ابو طاہر ہجر سے نکل کر پھر حاجیوں کے قافلہ کو لوٹنے کے لئے بڑھا۔ والی کوفہ جعفر بن درفا شیبانی ایک ہزار آدمی لے کر خود قافلہ کے ساتھ چلا۔ شاہی فوج بھی چھ ہزار تھی جو پیچھے آرہی تھی قرمطیوں نے جعفر کو شکست دے دی۔ وہ کوفہ کی طرف پلٹا۔ قرمطی اس کے تعاقب میں آئے۔ شہر کے متصل پھر جنگ ہوئی۔ ابو طاہر اندر داخل ہو گیا۔ چھ دن تک لوٹتا رہا۔ اس کے بعد واپس چلا گیا۔ اس سے اہل بغداد پر بھی خوف چھا گیا کہ یہاں بھی قرامطہ نہ حملہ کریں۔

۳۱۵ھ میں ابو طاہر پھر کوفہ کی طرف چلا۔ مقتدر نے یوسف بن ابی الساج

کو فوج کے ساتھ مدافعت کے لئے بھیجا۔ لیکن قرامطہ اس سے ایک روز پہلے ہی پہونچ گئے اور فوج کے لئے رسد کی کثیر مقدار جو جمع کی گئی تھی اس پر قابض ہو گئے یوسف نے دوسرے روز پہنچ کر ان کو لکھا کہ ایک روز کی مہلت دیتا ہوں خلیفہ کی اطاعت قبول کر لو ورنہ کل تم کو قتل کر دوں گا۔ ابو طاہر نے لکھا کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی اطاعت نہیں کرتے۔ کل صبح کو ہمارے اور تمہارے درمیان جنگ ہے۔ دوسرے دن صف آرائی ہوئی۔ یوسف نے ان کی تھوڑی تعداد دیکھ کر پہلے سے فتح نامہ لکھ کر بھیج دیا۔ جب لڑائی شروع ہوئی تو قرامطہ غالب آگئے۔ یوسف کو گرفتار کر لیا اور اس کی فوج میں سے ایک کثیر تعداد کو قتل کر ڈالا۔

بغداد میں فتحنامہ کے بعد جب شکست کی اطلاع پہنچی تو نہایت اضطراب پیدا ہو گیا۔ بہت سے لوگ گھروں کو چھوڑ کر حلوان اور ہمدان کی طرف چلے گئے

قرامطہ کوفہ سے عین التمر کی جانب بڑھے۔ وہاں سے انبار پر چڑھائی کی۔ چونکہ اہل انبار نے فرات کا پل توڑ دیا تھا۔ اس لئے وہ مغربی کنارہ پر رک گئے ابو طاہر نے کشتیاں فراہم کیں اور اپنے تین سو آدمی پار اتارے انہوں نے سلطانی لشکر کو شکست دے کر شہر پر قبضہ کر لیا۔ پھر ابو طاہر پل بندھوا کر اپنی تمام جماعت کو لیکر آیا۔ بغداد سے نصر حاجب اور مونس۔ مظفر ۴۰ ہزار فوج لے کر پہنچے۔ مگر قرامطہ کی اس درجہ ہیبت ان کے اوپر غالب تھی کہ مقابلہ سے ڈر گئے۔ آخر میں ہزیمت اٹھا کر بھاگ گئے۔ حالانکہ ان کی تعداد تین ہزار سے زیادہ نہ تھی۔

ابوطاہر نے انبار میں یوسف اور اس کے ساتھ دوسرے قیدیوں کو بھی قتل کر ڈالا۔

بغداد میں علی بن عیسیٰ وزیر تھا۔ اس کو خبر ملی کہ اس کے ہمسایہ میں ایک شیرازی رہتا ہے۔ جو قرمطی ہے۔ اور یہاں کی خبریں ابوطاہر کو لکھا کرتا ہے اس کو گرفتار کرایا۔ اور پوچھا کہ کیا تم قرمطی ہو۔ شیرازی نے اقرار کیا۔ اور کہا کہ میں نے ابوطاہر کی پیروی اس وقت اختیار کی جب مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ حق پر ہے۔ اور تم لوگ کافر ہو اور ناحق خلق اللہ پر ظلم کرتے ہو۔ ہمارا امام فلاں بن فلاں بن محمد بن اسمٰعیل دیارِ مغرب میں ہے۔ ہم روافض کی طرح نہیں ہیں جو ایک ایسے امام کے منتظر ہیں۔ جس کو مدتوں سے غائب مانتے ہیں اور جہالت کی وجہ سے اتنا نہیں سمجھتے کہ اتنے زمانہ تک معمولاً کسی انسان کا زندہ رہنا محال ہے جھوٹے اس قدر کہ جب آپس میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے امام منتظر کو دیکھا یا قرآن پڑھتے سنا۔

وزیر نے کہا کہ یہ بتاؤ کہ یہاں اور کون کونسے لوگ۔ تمہاری جماعت کے ہیں۔ اس نے کہا سبحان اللہ۔ اسی عقل پر تم وزارت کرتے ہو۔ کیا سمجھتے ہو کہ میں ان مومنین کو تم جیسے کافروں کے حوالہ کر دوں گا۔ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔

علی بن عیسیٰ نے اس کو پٹوایا۔ اور کھانا پانی بند کر دیا۔ تیسرے دن

وہ مر گیا۔

ادھر ابو طاہر نے جزیرہ کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ اور پھر کوفہ میں آگیا سلطانی فوج اس سے خوف زدہ تھی۔ اور مقابلہ میں نہیں آتی تھی۔ اس وجہ سے وہ بلا رکاوٹ ہر طرف بستیاں لوٹتا تھا۔

ابو طاہر کی ان چیرہ دستیوں سے قرمطی تحریک زور پکڑ گئی۔ سواد کوفہ میں اس کی جماعت کے دس ہزار آدمیوں نے حریث بن مسعود کو اپنا رئیس بنایا اسی طرح ان کی ایک جمعیت عین التمر میں تھی جس کا سرغنہ عیسےٰ بن موسیٰ تھا ان لوگوں نے سلطنت کے عمال کو نکال کر حکومت اور تحصیل خراج کا کام اپنے ہاتھ میں لیا۔ مقتدر نے ہارون بن غریب کو حریث بن مسعود اور صافیا بصری کو عیسیٰ بن موسیٰ کے مقابلہ میں بھیجا۔ ان دونوں نے قرمطیوں کی ان دونوں جماعتوں کو فنا کر دیا۔ اور مخلوق کو ان کی مصیبت سے رہائی بخشی۔

۳۱۷ھ میں ابو طاہر اپنی جماعت کو لئے ہوئے مکہ کی طرف گیا اور یوم ترویہ کو وہاں داخل ہوا۔ باشندوں کے مکانات اور حاجیوں کے اموال لوٹ لئے جو ملا اس کو مار ڈالا۔ سینکڑوں آدمیوں کو خاص مسجد حرم میں قتل کیا اور بلا غسل وکفن کے دفن کر دیا۔ بہت سی لاشیں چاہ زمزم میں ڈال دیں۔ غلاف کعبہ کو پارہ پارہ کر کے اپنے آدمیوں میں تقسیم کیا۔ کعبہ کا دروازہ اکھاڑ لیا اور حجر اسود کو نکال کر اپنے ساتھ لایا۔

بیت اللہ کی اس ہتک حرمت سے دنیائے اسلام میں ایک شورش برپا ہوگئی۔ یہاں تک کہ خود عبید اللہ مہدی امام قرامطہ نے ابو طاہر کو نہایت سخت لہجہ میں فرمان بھیجا کہ غلاف کعبہ، حجر اسود۔ حاجیوں اور اہل مکہ کے اموال فوراً جا کر واپس کرو۔ اس نے حجر اسود کو لا کر اپنی جگہ پر لگا دیا۔ اور دوسری چیزوں کی بابت لکھ دیا کہ چونکہ وہ لوگوں میں تقسیم کی جا چکیں۔ اس لیے ان کی واپسی ناممکن ہے۔

احوال خارجیہ

مقتدر کے زمانہ میں خارجی حالات نہایت بدتر ہوگئے اور یہ اندرونی خرابی کا طبعی نتیجہ تھا۔

اندلس میں اس زمانہ میں **عبدالرحمان ناصر** فرمانروا تھا جو عقل و تدبیر میں نہایت ممتاز تھا۔ اور جس کی شوکت اور قوت سے فرنگستان کے بادشاہوں پر ہیبت طاری تھی۔ اس نے جب دیکھا کہ خلافت عباسیہ **خلیفہ** کی نااہلی اور وزراء کی خیانت کاریوں سے بالکل کمزور ہوگئی ہے تو خود خلافت کا دعویٰ کر دیا۔ اور اپنا لقب امیر المومنین رکھا۔ اس سے پہلے وہاں کے امرا امام کہے جاتے تھے افریقیہ میں **عبید اللہ** مہدی نے دولت ادارسہ و اغالبہ پر قبضہ کر کے فاطمی حکومت قائم کرلی۔ اور اپنا مستقر شہر مہدیہ کو بنایا جو قیروان کے متصل تھا وہ بار بار کوشش کرتا تھا کہ مصر کو فتح کرے لیکن مقتدر کے عہد تک نہیں لے سکا۔

بحرین اور اس کے اطراف میں قرامطہ پھیلے ہوئے تھے اور خراسان اور

ماوراء النہر میں آل سامان کی حکومت تھی جن کے مقابلہ میں ایک جدید طاقت دیلمیوں کی سر اٹھا رہی تھی۔

موصل پر آل حمدان اگرچہ مقتدر کے عہد تک پوری طرح مسلّط نہیں ہوئے تھے لیکن ان کی حکومت کی بنیاد پڑ چکی تھی۔

رومیوں نے بغداد کی کمزوری کو محسوس کر کے ۳۰۳ھ میں جزیرہ کے حدود پر حملہ کیا۔ چونکہ کوئی فوج ان کے مقابلہ کے لئے موجود نہیں تھی اس لئے انہوں نے قلعہ منصور کو فتح کر لیا۔ اور وہاں سے بہت سے مسلمانوں کو پکڑ لے گئے۔

۳۰۵ھ قیصر کی طرف سے سفیر آئے۔ مقتدر نے ان کا نہایت اکرام کیا۔ اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ دربار کو آراستہ کر کے ان سے ملا۔ باہم مصالحت اور اسیران جنگ کے تبادلہ کے متعلق گفتگو ہوئی۔ مقتدر نے مونس کو ایک لاکھ بیس ہزار دینار فدیہ کے لئے دے کر بھیجا۔ اس نے جا کر مسلمان قیدیوں کو آزاد کرایا۔ لیکن یہ مصالحت زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہی۔ اور پھر دونوں طرف سے جنگ شروع ہو گئی۔

۳۱۲ھ میں قیصر نے سرحد کے مسلمانوں کو لکھا کہ تم لوگ خراج ہم کو ادا کرو۔ انہوں نے انکار کیا۔ رومی فوج نے حملہ کر کے ملطیہ کو ویران کر ڈالا۔ اور بہت سے مسلمانوں کو قتل کیا۔ اہل ملطیہ دربار خلافت میں فریاد لے کر آئے۔ لیکن یہاں کسی نے ان کی فریاد نہیں سُنی۔

۳۱۸ھ میں طرطوس کے مسلمانوں کی ایک جماعت رومی سرحد میں بڑھی۔ مگر ان میں سے چار سو آدمی گرفتار ہو کر مقتول ہو گئے۔ اسی سال دمشق رومی نے ایک عظیم الشان فوج لے کر آرمینیہ کے سب سے بڑے شہر دبیل پر چڑھائی کی۔ اس کے ساتھ منجنیق وغیرہ قلعہ شکن آلات کے علاوہ آتشبازی کے بڑے بڑے برج تھے۔ مسلمانوں پر اس سے بڑی مصیبت آئی۔ لیکن انہوں نے ثابت قدمی سے مقابلہ کیا اور غالب آ کر دس ہزار رومیوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ اس فتح سے مٹا ہوا رعب پھر کسی قدر قائم ہوا۔ ۳۱۹ھ میں مقتدر کے غلام ثمل نے جو نہایت شجاع سپہ سالار تھا رومیوں پر چڑھائی کی۔ اور معتصم کی طرح انگورہ اور عموریہ تک پہنچ کر ان کو مارا۔

قتل مقتدر مقتدر کے عہد میں دو امیروں کا درجہ سب سے بالاتر تھا۔ **مونس** مظفر اور محمد بن یاقوت۔ پہلا سپہ سالار تھا اور دوسرا امیرِ امن۔ ان دونوں میں باہم سخت دشمنی تھی۔

۳۱۹ھ میں محمد بن یاقوت کو محتسب کا عہدہ بھی مل گیا۔ مونس کو رشک آیا اس نے کہا کہ یہ منصب سوائے قاضیوں کے اور کسی کا حق نہیں ہے۔ خلیفہ نے اس کی خاطر سے محمد بن یاقوت کو بغداد سے باہر مدائن کی امارت پر بھیج دیا۔

وزیر حسین بن قاسم بھی مونس کا مخالف تھا۔ اس نے محمد بن یاقوت اور اس کے بیٹے کو مدائن سے۔ ہارون بن غریب کو دیر عاقول سے بغداد میں بلا لیا۔ اور مونس کے خلاف سازش کرنے لگا۔ مونس کو یہ معلوم ہوا کہ خلیفہ بھی وزیر کے

ساتھ شریک ہے اور جو کچھ وہ کر رہا ہے اس کے اشارہ سے کر رہا ہے۔ اس لئے غضبناک ہو کر اپنی فوج کو لے کر موصل کی طرف نکل گیا۔ وزیر نے اس کی سلطری ملکیت پر قبضہ کر لیا۔ جس سے بہت بڑی رقم حاصل ہوئی اور مقتدر خوش ہو گیا۔

مونس نے موصل پر قبضہ کر لیا۔ اطراف و دیار سے لوگ اس کے پاس مجتمع ہوئے۔ ناصر الدولہ بن حمدان بھی اس کے ساتھ ہو گیا۔ اس جمعیت کو لے کر اس نے بغداد پر چڑھائی کی۔ مقتدر خوف کی وجہ سے بھاگنا چاہتا تھا۔ لیکن محمد بن یاقوت نے اس کی ہمت بڑھائی اور کہا کہ جب مونس کے ساتھی آپ کو دیکھیں گے تو فوراً اس کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ اور آپ کی اطاعت کریں گے۔

مونس جب قریب پہنچا تو محمد بن یاقوت مقابلہ کے لئے فوج لے کر چلا۔ مقتدر نہیں جانا چاہتا تھا۔ لیکن اس کو بھی ساتھ لیا۔ اس کے دائیں بائیں فقہا اور قراء ہاتھوں میں مصاحف لئے ہوئے تھے۔

مونس نے محمد بن یاقوت کو شکست دے دی۔ اس کے سرداروں میں سے علی بن بلیق مقتدر کے پاس آیا۔ اس کے پاؤں چومے۔ اور کہا کہ آپ کیوں یہاں تشریف لائے۔ جس نے یہ رائے دی نہایت احمق تھا۔ اسی اثناء میں چند مغربی اور بربری جو مونس کی فوج میں تھے برہنہ تلواریں لئے ادھر سے گذرے۔ ان میں سے ایک نے خلیفہ پر وار کیا وہ زمین پر گر گیا۔ دوسرے نے اس کا سر کاٹ کر نیزہ پر رکھ لیا۔ اور اس پر نفرین و لعنت کے آوازے بلند کئے۔

بربریوں نے خلیفہ کے تمام کپڑے یہاں تک کہ پاجامہ بھی اتار لیا۔ کسی شخص نے برہنہ دیکھ کر ستر پوشی کے لئے اوپر سے گھاس ڈال دی۔ پھر وہیں ایک گڑھا کھود کر اس کو دفن کر دیا۔

یہ واقعہ ۲۸ شوال ۳۲۰ھ مطابق یکم نومبر ۹۳۲ء کا ہے۔ مقتدر کی عمر اس وقت ۳۸ سال کی تھی۔

مونس نے اپنے سپاہیوں کو دوڑایا کہ وہ قصر خلافت کی حفاظت کریں۔ کوئی اس کو لوٹنے نہ پائے۔

صفات مقتدر

مقتدر سایہ پرودہ تھا ہمیشہ حرم اور خواجہ سراؤں کی صحبت میں رہا۔ عقل و فہم۔ اور علم و معرفت سے بے بہرہ۔ بلید الطبع اور امور خلافت سے بے خبر تھا۔ اس کے تمام عہد میں عورتوں کا غلبہ اور انہیں کی حکومت رہی جو اپنی فضول خرچیوں کو پورا کرنے کے لئے وزارتوں اور امارتوں کو بڑی بڑی قیمتوں پر بیچتی رہیں۔ اسی وجہ سے سلطنت میں نہایت خرابیاں پڑ گئی تھیں اور کوئی صیغہ ابتری سے خالی نہیں تھا۔

قاهر (۱۹)

(خلافت ۲۹ر شوال ۳۲۰ھ سے ۵ر جمادی الاول ۳۲۲ھ تک

ایک سال چھ ماہ چھ دن)

ابو منصور محمد بن معتضد۔ یہ ایک بربیہ ام ولد قتول نامی کے بطن سے تھا۔ مقتدر نے چونکہ کسی کو ولی عہد نہیں بنایا تھا۔ اس لئے امراء نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ کس کو خلیفہ بنائیں۔ مونس نے کہا کہ مقتدر کا بیٹا ابو العباس احمد نہایت نیک اور عاقل ہے۔ بہتر ہے کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے۔ اس سے سیدہ ام المقتدر بھی خوش ہو جائیں گی اور کوئی نزاع برپا نہیں ہوگی۔ ابو یعقوب بن اسماعیل نوبختی نے کہا کہ ایک مدت کے بعد ایسے خلیفہ سے رہائی ملی ہے جس کی ماں اور خالاؤ غیرہ کی امور سلطنت میں خود غرضانہ مداخلتوں سے ہم تنگ آ گئے تھے۔ لہذا اب پھر اسی حالت کو گوارہ نہیں کر سکتے۔ ہمارا خلیفہ ایک جوان عاقل و مدبر ہونا چاہیئے جو خود سلطنت کے معاملات کو طے کرے نہ کہ نادان عورتوں پر چھوڑ دے۔ خلیفہ مکتفی کا بھائی محمد موجود ہے

کیوں نہ اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے۔ مونس کا خیال تھا کہ وہ بدباطن اور حریص ہے۔ لیکن ابو یعقوب نے اس کو راضی کر لیا۔

مونس نے محمد کو بلا کر پہلے اپنے اور اپنے چند ساتھیوں کے لئے عہدنامہ لکھوایا۔ اس کے بعد بیعت کی۔ محمد کا لقب قاہر رکھا گیا۔ اس نے ابن مقلہ کو وزیر اور ابن بلیق کو حاجب مقرر کیا۔

احوال داخلیہ

قاہر جیسا کہ مونس کا خیال تھا بد باطن نکلا۔ سب سے پہلے اس نے مقتدر کی اولاد اور اس کے متعلقین کے تمام اموال چھین لئے۔ سیدہ ام مقتدر اس زمانہ میں مرض استسقاء میں مبتلا تھی اس پر بیٹے کے قتل اور خاص کر اس خبر سے کہ لوگوں نے اس کو ذبح کر کے برہنہ خاک و خون میں ڈال دیا۔ اس کو اس قدر صدمہ پہنچا تھا کہ کھانا پینا ترک کر دیا تھا۔ بڑی مشکلوں سے عورتوں کے سمجھانے سے تیسرے دن دو ایک لقمہ روٹی نمک کے ساتھ کھائی۔

اسی حالت میں قاہر نے اس سے کہا کہ سلطنت کی ساری دولت تم نے جمع کر رکھی ہے۔ وہ ہمارے حوالہ کر دو۔ بولی کہ میرے پاس بجز سامان وغیرہ کے کچھ نہیں ہے۔ قاہر نے اس کو پٹوایا۔ سخت بے حرمتی کی اور ایسی بدترین سزائیں دیں جو لکھنے کے قابل نہیں ہیں۔ لیکن اس کے پاس کچھ نقدی برآمد نہیں ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسرف عورت جس کی دست درازیوں سے سلطنت کا خزانہ خالی

رہتا تھا جو کچھ لیتی تھی اس کو فضول خرچیوں میں اڑا دیتی تھی۔

قاہر نے کہا کہ تم نے جس قدر اوقاف کئے ہیں ان کو مسترد کردو۔ اس نے انکار کیا۔ اس پر اس نے خود قاضیوں کو بلا کر کہا کہ میں اس کے تمام اوقاف منسوخ کرتا ہوں۔ پھر ان کو فروخت کر ڈالا۔

مقتدر کے قتل کے بعد اس کا بیٹا عبد الواحد۔ محمد بن یاقوت اور ہارون بن غریب وغیرہ چند امراء کے ساتھ واسط کی طرف نکل گیا تھا۔ وہاں سے اہواز میں پہنچا۔ اور سلطنت کے عمال کو نکال کر اپنا عمل دخل قائم کیا۔ مونس نے ایک فوج بھیجی۔ ان لوگوں نے مغلوب ہو کر امان طلب کی اور بغداد میں آگئے۔ قاہر محمد بن یاقوت سے راضی ہو گیا۔ اور اس کو اپنے مقربین میں شامل کر لیا۔

مونس کو یہ معلوم ہوا کہ محمد بن یاقوت پھر میرے خلاف سازش کر رہا ہے اور خلیفہ کو بھی اس نے متفق کر لیا ہے اس لئے اس نے اپنے آدمی قصر خلافت پر متعین کر دیئے۔ کہ کسی کو بلا تفتیش اندر نہ جانے دیں۔ قاہر پر یہ امر نہایت گراں گذرا۔ اس نے مونس کے خلاف تدبیر شروع کی۔ ابن مقلہ وزیر کے کاتب کو وزارت کی امید دلا کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور اس کو اپنا رازدار بنایا۔

ابن مقلہ۔ مونس۔ ابن بلیق۔ علی بن احمد زیرک صاحب شرطہ وغیرہ نے باہم مل کر یہ طے کیا کہ قاہر کو گرفتار کرلیں۔ لیکن وزیر کے کاتب نے اس کو اطلاع دیدی۔ اس نے مونس کی فوج کو جو ساجیہ کہی جاتی تھی اپنے ساتھ

ملا کران سب لوگوں کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ صرف ابن مقلہ روپوش ہو کر بچ رہا۔

عجیب و غریب بات یہ ہوئی کہ طریف سبکری جو مونس کا ماتحت امیر تھا لیکن قاہر کے ساتھ مل گیا تھا۔ اور اسی کوشش سے یہ سب لوگ پکڑے گئے تھے اس کو بھی قاہر نے قید کر دیا۔

ابن مقلہ راتوں کو بھیس بدل بدل کر ساجیہ فوج کے امراء سے ملتا تھا اور ان کو قاہر کے خلاف بھڑکاتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ۵ رجادی الاول ۳۲۲ھ کو قصر خلافت پر یورش کی۔ قاہر مخمور تھا۔ بھاگنے کے لئے دروازہ ہی ڈھونڈھتا رہ گیا۔ سپاہیوں نے پکڑ کر اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائی پھیر دی

قاہر جامع عیوب تھا۔ ظالم۔ بے وفا۔ مکار۔ اور اپنا سارا وقت غنا اور شراب میں برباد کرتا تھا

راضی (۲۰)

خلافت ۵ رجادی الاول ۳۲۲ھ سے ۱۵ ربیع الاول ۳۲۹ھ تک

چھ سال دس مہینے دس روز۔

ابوالعباس احمد بن مقتدر۔ ظلوم نامی ایک کنیز کے شکم سے ۲۹۷ھ میں پیدا ہوا تھا۔ قاہر کے قید ہونے پر ۵ رجادی الاول ۳۲۲ھ مطابق ۲۳ اپریل ۹۳۴ء کو امراء نے اس کو اور اس کی والدہ کو مجلس سے نکالا۔ اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔ اور راضی باللہ لقب رکھا۔

وزارت

راضی کے آغاز عہد میں تمام امور وزیر ابن مقلہ اور محمد بن یاقوت کے اختیار میں تھے لیکن ان میں باہم عداوت ہو گئی۔ کیونکہ محمد بن یاقوت اپنے استبداد سے سلطنت پر حاوی ہو گیا۔ ابن مقلہ کے ہاتھ میں کوئی اختیار باقی نہیں رہا۔ اس نے خلیفہ سے ابن یاقوت کی شکایت شروع کی۔ خلیفہ نے ۳۲۳ھ میں محمد بن یاقوت اور اس کے بھائی مظفر کو جبکہ وہ دونوں دربار میں حاضر تھے۔ گرفتار کر کے قید خانہ

میں بھیج دیا۔ محمد قید ہی میں مر گیا۔ لیکن مظفر کو ابن مقلہ نے اس بات کا عہد لے کر کہ وہ اس کی حمایت کرے گا آزاد کرا دیا۔

مظفر کو اس بات کا یقین تھا کہ ابن مقلہ نے میرے بھائی کو قید خانہ میں زہر دے کر ہلاک کرایا ہے اس لئے اس نے رہائی پاکر فوج کو اس کے خلاف بھڑکایا۔ انہوں نے ابن مقلہ کو پکڑ لیا۔ اور خلیفہ کو مطلع کیا۔ مجبوراً اس نے بھی اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا اور وزارت علی بن عیسےٰ کے سپرد کرنی چاہی۔ اس نے پیرانہ سالی کی وجہ سے انکار کیا۔ اسلئے اس کے بھائی عبد الرحمان کو اس منصب پر مقرر کیا۔ اس نے ابن مقلہ سے تاوان وصول کیا۔

عبد الرحمن نے خزانہ خالی، ملک ویران اور سلطنت کے ہر شعبہ کو ابتر پایا۔ اس کو اصلاح سے سخت مایوسی ہوئی۔ اس لئے استعفار دیا۔ لیکن خلیفہ نے منظور نہیں کیا بلکہ اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ اور اس سے ۷۰ ہزار اور اس کے بھائی علی بن عیسیٰ سے جس کے مشورہ سے اس کو وزیر بنایا تھا ایک لاکھ دینار جرمانہ وصول کیا۔

ابو جعفر

عبد الرحمن کے بعد ابو جعفر کرخی وزارت پر آیا۔ بیت المال کی ادھر یہ حالت تھی کہ ایک پیسہ اس میں نہیں تھا۔ ادھر محمد بن رائق والی بصرہ اور ابو عبد اللہ بریدی والی اہواز دونوں نے اپنے اپنے یہاں کے خراج روک دیئے۔ اور

بویہ نے صوبۂ فارس لے لیا۔ مطالبات کی کثرت اور بے مائگی سے ابو جعفر تنگ آکر تین مہینہ کے بعد روپوش ہو گیا۔ اس کی جگہ پر ابوالقاسم سلیمان بن حسن بلایا گیا۔ لیکن وہ بھی ایسی حالت میں کیا کر سکتا تھا۔

امیر الامراء

مجبور ہو کر خلیفہ نے ابن رائق سے خط و کتابت کی۔ اس کو بغداد میں بلایا اور خلافت کے کل صوبوں کا دفتر خراج سپرد کر کے اس کا لقب امیر الامراء رکھا۔ اب وزارت کا دفتر ٹوٹ گیا اور کل اختیارات ابن رائق کے ہاتھ میں آ گئے۔ سارا مالیہ اسی کے پاس تھا۔ وہ جس طرح چاہتا صرف کرتا۔ خلیفہ کو بقدر گزارہ کے دیدیتا تھا۔

ابوالفتح جعفر بن فرات شام اور مصر کے خراج کا والی تھا۔ ابن رائق نے اس امید پر کہ وہ اگر بغداد میں وزارت پر آجائے تو ان صوبوں کا خراج بھی یہاں آنے لگے گا۔ خلیفہ کی طرف سے لکھا کہ تم آکر وزارت کا عہدہ اپنے ہاتھ میں لو۔ اس نے منظور کر لیا۔ خلیفہ نے ہیت میں اس کے استقبال کے لئے امراء کو بھیجا اور بغداد پہنچنے پر وزارت کا خلعت عطا کیا۔ وہ برائے نام خلیفہ کا اور حقیقت میں ابن رائق کا وزیر تھا۔

بریدی کو قابو میں لانے کے لئے خلیفہ کو اپنے ساتھ لے کر واسط کی طرف گیا۔ وہاں سے اس کے ساتھ خط و کتابت شروع کی۔ پھر اہواز کی طرف پیش قدمی

کا اعلان کیا۔ بریدی نے سن کر یہ لکھا کہ اس طرف آنے کی ضرورت نہیں ہے
میں سالانہ تین لاکھ ساٹھ ہزار دینار تیس ہزار ماہوار کے حساب سے بارہ قسطوں
میں بھیجتا رہوں گا۔ خلیفہ نے منظور کر لیا اور بغداد میں واپس آگیا۔ لیکن بریدی نے
ایک دینار بھی نہیں بھیجا۔ ابن رائق نے اس کو لکھا کہ تم وزارت پر آجاؤ۔ اگر خود
نہیں آسکتے ہو تو کسی کو اپنا نائب بنا کر بھیجدو۔ اس نے احمد بن علی کوفی کو اپنی طرف
سے بھیج دیا۔ ابن رائق نے اس کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ رکھا اور از راہ تالیف
قلب بریدی کے بھائی ابو یوسف کو بصرہ کا والی مقرر کر دیا۔

ابو عبداللہ بریدی نے اس حکم کے مطابق اپنے بھائی کو ایک
فوج دے کر بھیجا۔ اس نے آکر بصرہ پر قبضہ کیا۔ اب اہواز سے بصرہ تک بریدیوں
کی حکومت قائم ہو گئی اور انہوں نے اور بھی خود سری اختیار کی۔ ابن رائق نے
مجبوراً بجکم دیلمی اور بدر خرشنی کو فوج کے ساتھ ان کی سرکوبی کیلئے
روانہ کیا۔ بجکم نے پہنچ کر سوس پر قبضہ کیا۔ پھر تستر پر بڑھا۔ ابو عبداللہ بریدی
مع اپنے بھائی کے تین لاکھ درہم اور ساز و سامان لے کر کشتی میں سوار ہو کر بھاگا۔
راستہ میں کشتی ڈوب گئی۔ اور بڑی مشکل سے یہ دونوں بھائی اپنی جانیں بچا سکے۔
ابلہ میں پہنچے۔ وہاں سے اعیان اہل بصرہ کو ابن رائق کے پاس بھیجا۔ کہ ہم معافی
کے طالب ہیں۔ ہمارے ساتھ مہربانی کا سلوک کیا جائے اور فوجیں واپس
بلائی جائیں۔ لیکن اس نے منظور نہیں کیا۔ اس لئے یہ دونوں اہل بصرہ کو اپنے ساتھ

ملاکر مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے اور ابن رائق کی فوج کو شکست دیدی۔ آخر میں ابن رائق خود فوج لے کر آیا۔ اور بجکم کو بھی جو اہواز پر قابض تھا بلالیا لیکن بریدیوں سے ہزیمت اٹھا کر واپس گیا۔

بریدی نے عماد الدولہ بن بویہ کو عراق کی طمع دلاکر اپنے ساتھ ملالیا۔ اس نے اپنے بھائی معز الدولہ کے ہمراہ فوج بھیجی جس نے بجکم کو اہواز سے نکال دیا۔ وہ واسط میں آگیا۔

لیکن بریدی اور معز الدولہ میں زیادہ عرصہ تک صفائی نہیں رہ سکی۔ کیونکہ دونوں کے اغراض مختلف تھے۔ ان کی باہمی منافست کا نتیجہ یہ ہوا کہ بجکم نے سوس اور جندیسا پور پر قبضہ کر لیا۔ اہواز بریدیوں نے لیا۔ اور صرف عسکر مکرم معز الدولہ کے ہاتھ آیا۔ اس نے بریدیوں سے جنگ کی اور آخر ان کو اہواز سے نکال دیا۔

ابن رائق کا حال بغداد میں ابتر ہو گیا کیونکہ مال کی سخت قلت تھی ادھر اس کے خاص معتمد بجکم نے بھی واسط کا خراج بند کر دیا۔ اور ابن مقلہ کے توسط سے دربار خلافت میں اپنی امیر الامرائی کی کوشش کرنے لگا۔ خلیفہ نے منظور کر لیا۔ چنانچہ بجکم بغداد کی طرف آیا۔ ابن رائق نے مقابلہ میں صف آرائی کی۔ لیکن شکست کھائی اور ۱۳ ذیقعدہ ۳۲۶ھ میں بجکم بغداد میں داخل ہو گیا۔ خلیفہ نے امیر الامرائی کا منصب اس کو عطا کیا۔ ابن رائق روپوش ہو گیا۔

۳۲۷ھ میں ناصر الدولہ بن حمدان نے موصل کا خراج روک دیا۔ بجکم خلیفہ کو ساتھ لے کر اس طرف گیا اور اس کو مغلوب کر کے رقم وصول کی۔ ادھر ابن رائق بغداد کو خالی پا کر ظاہر ہوا۔ اور اس پر قبضہ کر لیا۔ خلیفہ نے یہ سن کر ابن حمدان کے ساتھ ۵ لاکھ درہم پر صلح کر لی۔ اور بغداد کی طرف پلٹا۔ ابن رائق نے خط بھیج کر صلح کی سلسلہ جنبانی کی۔ سفیروں کی آمد و رفت کے بعد خلیفہ نے اس کو دیار مصر۔ حران۔ جند قنسرین اور عواصم کی ولایت پر بھیج دیا۔ اور خود بغداد میں داخل ہوا۔ بجکم نے کوشش شروع کی کہ ابن بویہ سے اہواز اور جبل چھین لے۔ بریدی کو اپنے ساتھ متفق کیا۔ ایک فوج اس کی امداد کے لئے بھیجی۔ اور لکھا کہ تم اہواز کی طرف بڑھو۔ میں بلادِ جبل پر حملہ کرتا ہوں۔ لیکن چونکہ دلوں میں باہم صفائی نہیں تھی اس وجہ سے بجکم کو یہ خطرہ ہوا کہ اگر میں اس طرف گیا تو بریدی بغداد میں آ کر امیر الامرائی حاصل کر لے گا۔ چنانچہ بجائے جبل کے واسط کی طرف گیا۔ اور وہاں سے بریدی کو نکال دیا۔

مذہبی تنازعات

راضی کے عہد میں ادھر امراء میں یہ سیاسی لڑائیاں سلسلہ وار جاری تھیں ادھر خود پایہ تخت میں بربہاری حنابلہ کی قوت اس قدر بڑھ گئی کہ احتساب انہوں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ جہاں کسی مطرب کو دیکھتے دُرّے سے اس کی خبر لیتے۔ غنا کے آلات اور مزامیر توڑتے۔ کسی مرد کو اگر عورت کے ساتھ گذرتا ہوا دیکھتے تو اس

قسم لیتے کہ محرم ہے ورنہ مجرم قرار دے کر کوڑے مارتے۔ بیع و شرا میں دست اندازی کرتے۔ شرابیوں کو سزائیں دیتے۔ اور شراب کے برتن توڑ ڈالتے۔ غرض بغداد والے ان کی سخت گیریوں سے تنگ آ گئے۔

بدر خرشنی نے ان شکایات کو سن کر شہر میں اعلان کرایا کہ دو حنبلی ایک ساتھ مل کر راستہ میں نہ چلیں۔ مذہبی بحثیں نہ کریں۔ ان کے پیش نماز رات کی نمازوں میں شافعی مذہب کے مطابق اگر بسم اللہ جہر سے نہ کہیں تو امامت نہ کرنے پائیں۔

حنابلہ اس پر بہت برافروختہ ہو گئے اور مخالفت کی شافعیوں کا مسجدوں میں آنا بند کر دیا۔ اگر اتفاقیہ ان میں سے کوئی آجاتا تو اندھوں کو اس کے مقابلہ میں کھڑا کر دیتے جو اپنی لاٹھیوں سے مار کر اس کو گرا دیتے۔ کبھی کبھی ہلاک بھی کر ڈالتے۔ خلیفہ راضی باللہ نے ایک فرمان ان کے نام جاری کیا۔ جو ان کو سنایا گیا۔ اس کا خلاصہ یہ تھا

تم دین کے نام سے جو حرکات کر رہے ہو نہایت ناشائستہ ہیں۔ تمہارا یہ اعتقاد کس قدر غلط ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنی منحوس اور ذلیل صورتوں کے مشابہ مانتے ہو۔ اس کے ہاتھ۔ پاؤں انگلیاں اور ہتھیلی وغیرہ نیز اس کے آسمان پر صعود اور نزول کے قائل ہو بہترین ائمہ پر طعنہ زنی کرتے ہو۔ اور اپنی خرافات

بدعات کی طرف جن پر نہ قرآن شاہد ہے نہ حدیث لوگوں کو بلاتے ہو۔ زیارت قبور سے تم کو انکار ہے مگر خود محض ایک معمولی شخص (بربہاری) کی قبر پر مجتمع ہوتے ہو۔ اور اس کی طرف رسولوں کے معجزے اور اولیاء کی کرامات منسوب کرتے ہو۔ حالانکہ نہ وہ شرفاء میں سے تھا نہ آلِ رسول میں سے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیطان نے تمہارے اعمال کو تمہاری نگاہوں میں پسندیدہ بنا رکھا ہے۔ اب امیر المومنین نے اس بات پر پختہ قسم کھائی ہے جس کا پورا کرنا لازم ہے کہ اگر تم اپنے اس غلط مذہب اور بُرے طریقہ سے باز نہ آؤ گے۔ تو وہ تمہارے مقابلہ میں تلوار سے کام لے گا۔ اور تم کو قتل منتشر اور متفرق کر کے تمہارے گھروں میں آگ لگا دے گا۔

اس اعلان سے جو حنابلہ کی حرکات سے کچھ کم احمقانہ نہیں ہے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ تنازعہ کس حد تک پہنچ گیا تھا۔ اور جہاں فرقوں میں اس قسم کے مذہبی جھگڑے برپا ہو جائیں وہاں بجز ذلت اور خواری کے کسی فلاح اور بہبودی کی امید نہیں رکھنی چاہیئے

قرامطہ

یہ جماعت بدستور ملک میں فساد اور غارتگری میں مصروف تھی۔ حاجیوں

قافلہ ان کا عزیز ترین شکار تھا۔

۳۲۲ھ میں محمد بن یاقوت نے ابوطاہر کے پاس لکھا کہ اگر تم خلیفہ کی اطاعت کرلو تو جس قدر حصہ ملک تمہارے قبضہ میں ہے اس کی ولایت کا فرمان تمہارے نام لکھوا دیا جائے اس سے یہ بھی درخواست کی کہ قافلہ حجاج کو نہ لوٹے اور حجر اسود کو خانہ کعبہ میں واپس کردے۔

ابوطاہر نے لکھا کہ حاجیوں کے قافلہ کو میں نہیں لوٹوں گا۔ لیکن حجر اسود بلاحکم امام مہدی عبیداللہ فاطمی کے واپس نہیں کیا جاسکتا۔ اگر تم بصرہ سے میرے لیئے سامان رسد بھیجو تو میں ہجر میں تمہارے خلیفہ کا خطبہ جاری کردوں۔

چنانچہ اس سال اس نے حاجیوں کو نہیں چھیڑا۔ مگر ۳۲۳ھ میں پھر لوٹ لیا اور اس سال اس کے خوف سے کوئی حج کو نہیں جاسکا۔

۳۲۶ھ میں قرمطیوں میں خودباہمی فتنہ پڑ گیا جس کی وجہ سے ان کی قوت ٹوٹ گئی اور غارت گری اور فتنہ انگیزی میں کمی واقع ہوگئی۔

احوال خارجیہ

افریقہ میں عبیداللہ مہدی فاطمی کی طاقت بڑھ رہی تھی۔ مصر پر اس نے کئی بار چڑھائی کی۔ لیکن وہاں محمد اخشید بن طغج نے جو آل طولون کے موالی میں سے تھا۔ ۳۲۲ھ میں اپنی حکومت قائم کرلی جو ۳۵۸ھ تک اس کے اعقاب میں رہی۔ اس کے بعد فاطمیوں نے لے لی۔

اخشیدی خاندان میں سے حسب ذیل ملوک ہوئے۔

(۱) محمد اخشید بن طغج ۳۲۳ - ۳۳۴

(۲) ابوالقاسم انوجور بن اخشید ۳۴۶

(۳) ابوالحسن علی بن اخشید ۳۵۵

(۴) ابوالمسک کافور مولے اخشید ۳۵۷

(۵) ابوالفوارس احمد بن علی بن اخشید ۳۵۸

رومیوں کی تاخت وتاراج بھی اسلامی سرحدوں پر سلسلہ وار جاری تھی۔

صفات راضی

راضی نیک سیرت۔ فیاض اور صاحب علم تھا۔ علماء وفضلاء کی صحبت کو پسند کرتا تھا۔ ادب سے ذوق رکھتا تھا۔ اور شعر بھی کہتا تھا۔ اس کے اشعار کا ایک مجموعہ بھی مدون کیا گیا ہے۔

بغداد کی خلافت اگرچہ صرف نام کی رہ گئی تھی۔ لیکن اس کے عہد تک دربار کے آئین ورسوم پرانے دستور کے مطابق تھے اور حشم وخدم وحجاب وغیرہ اپنے اپنے عہدوں پر تھے۔ یہی آخری عباسی خلیفہ ہے جس کے دربار میں خلافت کی شان کی جھلک کچھ باقی تھی۔ اور انتظامِ ملک میں بھی کسی قدر دخل رکھتا تھا۔ جمعہ کے دن منبر پر خطبہ بھی پڑھتا تھا۔ اس کے بعد سے یہ سارے سلسلے ختم ہو گئے۔ کیونکہ امیر الامرائی کا عہدہ اس کے زمانہ میں ایسا قائم ہو گیا کہ جملہ امور کا حل وعقد

اسی کے اختیار میں چلا گیا۔ اور خلیفہ کا کوئی نفوذ اور اقتدار باقی نہیں رہا۔
۱۵ر ربیع الاوّل سنہ ۳۲۹ھ مطابق ۱۸ر دسمبر سنہ ۹۴۰ء کو راضی نے وفات پائی۔

❖ ❖ ❖

متقی (۲۱)

(خلافت ۲۰ ربیع الاول ۳۲۹ھ سے ۲۰ صفر ۳۳۳ھ تک

۳ سال ۱۱ ماہ۔)

راضی کی وفات کے وقت بجکم واسط میں تھا۔ وہاں سے اس نے اپنے وزیر ابوالقاسم بن حسین اور دیگر امراء سے مشورہ کر کے کسی کو خلیفہ بنائے۔ ان سب لوگوں نے ابراہیم بن مقتدر کو منتخب کیا۔ چنانچہ ۲۰ ربیع الاول ۳۲۹ھ کو اس کی خلافت کی بیعت ہوئی۔ اس کا لقب متقی للہ رکھا گیا۔ یہ مقتدر کی کنیز خلوب کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

احوال داخلیہ

بجکم امیر الامراء تھا۔ اس کی نیابت میں ابو عبداللہ کوفی جملہ امور خلافت انجام دیتا تھا۔ خلیفہ اور اس کے وزیر سلیمان کو کسی قسم کا اختیار حاصل نہیں تھا۔

بریدی جو بجکم کا حریف تھا امیر الامرائی کی آرزو میں بصرہ سے ایک لشکر لے کر روانہ ہوا۔ کہ بغداد پر قابض ہو جائے۔ بجکم نے اپنے سپہ سالار توزون

کے ساتھ اس کی مدافعت کے لئے فوج بھیجی بریدی نے شکست دے دی۔
اب بجکم خود روانہ ہوا۔ لیکن راستہ میں اس کو ایک کرد نے اچانک مار ڈالا۔ یہ
قتل خلیفہ کے لئے بہت مفید ثابت ہوا۔ کیونکہ بجکم کے گھر پر جب اس نے قبضہ
کیا تو وہاں نقد اور سامان تقریباً دس لاکھ دینار کا ملا۔ بجکم کی امارت کا
کل زمانہ دو سال آٹھ ماہ تھا۔ اس کی ہلاکت کے بعد دیالمہ بھی آکر بریدی سے
مل گئے جس سے اس کی شوکت بڑھ گئی۔ وہ ان کو ساتھ لئے ہوئے بغداد
میں داخل ہوا۔ خلیفہ مقابلہ سے عاجز تھا۔ اس لئے خیر مقدم کیا۔ اور سلامتی
کی مبارک باد دی۔

لیکن بریدی امیر الامرائی نہیں حاصل کر سکا۔ کیونکہ اس کے ساتھی
اس سے منحرف ہو گئے۔ اس لئے مجبوراً اس کو واپس جانا پڑا۔ اور امیر کورتکین
رئیس دیالمہ امیر الامراء ہو گیا۔

اس کی حکومت میں دیلمی بغداد میں ظلم و ستم کرنے لگے۔ باشندے
ان کے ساتھ لڑنے کو تیار ہوئے۔ کورتکین ان جھگڑوں کو روک نہیں سکا۔
اور عام خلفشار برپا ہو گیا۔ خلیفہ نے ابن رائق کو طلب کیا۔ کورتکین نے
اس کے مقابلہ میں صف آرائی کی لیکن مقام عکبرا میں شکست کھائی۔
ابن رائق نے تقریباً چار سو دیلمیوں کو قتل کیا بقیہ کو امان دے دی۔ کورتکین
بھاگ گیا۔ بریدی نے پھر بغداد پر ایک لشکر بھیجا۔ جس نے آکر قبضہ کر لیا۔

خلیفہ اور ابن رائق دونوں بھاگ کر موصل کی طرف چلے گئے۔ بریدی کو فوج نے قصر خلافت، حرم اور امراء کے مکانات لوٹ لیئے۔ درباریوں کو قتل کیا۔ اور ظلم و ستم سے قیامت برپا کردی۔ یہاں تک کہ بہت سے لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ کر نکل گئے۔

متقی نے ناصر الدولہ بن حمدان والی موصل سے امداد چاہی۔ وہ راضی ہوا لیکن اس خیال سے کہ ابن رائق کی موجودگی میں امیر الامرائی اس کو نہیں مل سکے گی اس کا خاتمہ کر دیا۔ پھر خود مع اپنے بھائی کے فوج لے کر بغداد کی طرف چلا جب قریب پہنچا تو ابو الحسن بریدی وہاں سے نکل گیا۔ خلیفہ بغداد میں داخل ہوا۔ اور ناصر الدولہ کو امیر الامرائی کا خلعت اور اس کے بھائی کو سیف الدولہ کا خطاب عطا فرمایا۔

بغداد سے سیف الدولہ بریدی کے تعاقب میں واسط کی طرف بڑھا۔ دو ہی فرسخ پر مقابلہ ہو گیا۔ سخت جنگ کے بعد شکست کھائی۔ اور مدائن میں چلا گیا۔ وہاں اس کے بھائی ناصر الدولہ نے تازہ دم فوج اس کے ساتھ کردی۔ اُس نے جاکر بریدی کو شکست دی اور واسط پر قبضہ کر لیا۔ بریدی بصرہ کی طرف چلا۔ سیف الدولہ نے اس کا پیچھا کرنے کے لئے ناصر الدولہ سے مزید فوج کی درخواست کی اس نے دینے سے انکار کیا جس کی وجہ سے دونوں بھائیوں میں کشیدگی واقع ہو گئی۔ ناصر الدولہ امیر الامرائی کو چھوڑ کر موصل

میں چلا گیا۔ متقی نے اس کی جگہ پر دیلمی سپہ سالار توزون کو بلایا۔ لیکن اس کی جہالت اور سختی سے خود اس کو اپنی جان کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ بغداد کو چھوڑ کر پھر موصل میں ناصر الدولہ کے پاس چلا گیا۔ توزون نے اس کا پیچھا کیا۔ تکریت میں سیف الدولہ نے خلیفہ کے حکم سے اس کو روکا۔ اور ہزیمت دی۔ اس کے بعد موصل کی طرف گیا۔ وہاں سے خلیفہ کو لئے ہوئے نصیبین کی طرف آیا۔ اور توزون سے صلح کی مراسلت کی۔ اس نے ۳۶ لاکھ درہم لے کر مصالحت کی اور خلیفہ کو امان دیکر بغداد میں بلایا۔ اس کی زمین بوسی کی اور اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا یقین دلایا۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد اس کو اپنے آدمیوں کے سپرد کر دیا۔ جنہوں نے ۲۰ صفر ۳۳۳ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۹۴۴ء کو اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائی پھیر کر اندھا کر دیا۔ اور تخت سے اتار دیا۔

* * *

مستکفی (۲۲)

خلافت ۲۰ر صفر ۳۳۳ھ سے ۱۲ر جمادی الثانی ۳۳۴ھ تک

ایک سال تین ماہ اکیس روز

ابو القاسم عبد اللہ مستکفی باللہ بن مکتفی بن معتضد۔ متقی کے بعد ار صفر ۳۳۳ھ کو توزون نے اس کو خلیفہ بنایا۔ اس کے عہد میں عباسی خلافت دیلمیوں کی ماتحتی میں آگئی۔ اس لئے ان کا مختصر حال بیان کر دینا ضروری ہے۔

دیالمہ

بلاد دیلم جس کو جیلان بھی کہتے ہیں اور جس کا شہر نشین شہر رودبا تھا۔ بحر خزر کے جنوبی غربی ساحل پر واقع ہے۔ زمانہ قدیم میں یہ ایران کا ایک صوبہ تھا لیکن یہاں کے باشندے دیالمہ کہے جاتے تھے جو نسل میں فارسی عنصر سے بالکل جداگانہ تھے۔

حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں یہ خطہ اسلامی مفتوحات میں شامل ہوا۔ دیالمہ نے جزیہ پر صلح کر لی اور اپنی بت پرستی پر قائم رہے۔ اسلامی فتح سے

ان کی شجاعت اور بسالت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

انہیں کے متصل بلاد طبرستان تھا۔ وہاں کے اکثر باشندوں نے اسلام کو قبول کر لیا۔ دیالمہ ان کے ساتھ مصالحت رکھتے تھے اور باہم کسی قسم کی منازعت نہیں تھی۔ ابتداء سے عباسیوں کے عہد تک یہی حالت قائم رہی

خلیفہ مستعین عباسی نے جیسا کہ ہم اس کے عہد کے بیان میں لکھ چکے ہیں جب محمد بن طاہر کو حدود طبرستان کے قریب کلار اور سالوس جاگیر میں دیئے اور اس کے کارندہ جابر بن ہارون نے وہاں جاکر ان کے ساتھ ان زمینوں اور چراگاہوں پر بھی قبضہ کر لیا جن میں طبرستانیوں کے مویشی چرا کرتے تھے۔ تو وہ لوگ مخالفت پر آمادہ ہوئے حسن بن زید کو جو رے میں مقیم تھا بلا کر اپنا امیر بنایا۔ اور دیلمیوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔

اس وقت سے حسن نے آل طاہر کے عمال کو وہاں سے نکال دیا ۲۷۱ھ میں اس نے انتقال کیا۔ اس کی جگہ اس کا بھائی محمد بن زید امیر ہوا۔ لیکن اس کا عہد اضطراب میں گزرا یہاں تک کہ ۲۸۷ھ میں وہ قتل کر دیا گیا۔

حسن اور محمد کی وجہ سے بلاد دیلم میں اسلام پھیل گیا۔ اس کے بعد ایک شخص حسن بن علی اطروش اس ملک میں پہنچا۔ اس نے متواتر تیرہ سال تک اسلام کی تبلیغ کی۔ جس سے دیالمہ کثرت کے ساتھ اس دین میں داخل ہو گئے۔ اور جابجا مسجدیں تعمیر ہونے لگیں۔

حدود دیلم پر آلِ سامان کے متعدد حصار تھے۔ خاص کر سالوس میں نہایت مضبوط قلعہ تھا۔ دیلمیوں کے اسلام لانے کے بعد ان کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ اور وہ ڈھا دیئے گئے۔

طبرستان میں آلِ سامان کے عمال ظلم و ستم کرتے تھے۔ اطروش نے دیالمہ کو ابھارا کہ ان کو نکال دیں۔ لیکن وہ اس وجہ سے راضی نہیں ہوئے کہ عبداللہ بن محمد بن نوح امیر طبرستان نے ان کے ساتھ سلوک کئے تھے۔ عبداللہ کی موت کے بعد وہاں ایک دوسرا والی آیا جس نے دیالمہ کے ساتھ بدسلوکی کی۔ اور ان سے تعلقات منقطع کر لئے۔ اطروش نے موقع پا کر ان کو اُکسایا۔ لیلے بن نعمان اور ماکان بن کالی دیلمیوں کے دو امیر اپنی قوم لے کر طبرستان کی طرف بڑھے اور اس پر اطروش کے نام سے قبضہ کر لیا۔

اطروش ۳۰۴ھ میں انتقال کر گیا۔ اس کے بعد طبرستان اس کے دونوں بیٹوں حسن اور ابوالقاسم کے ہاتھ میں رہا۔ لیکن اصلی فرمانروا اطروش کا داماد حسن بن قاسم داعی تھا۔ اس نے ۳۰۹ھ میں لیلے بن نعمان کو نیشاپور کی طرف بھیجا کہ آلِ سامان کے ہاتھوں سے اس کو چھین لے۔ وہاں سخت جنگ ہوئی جس میں لیلے مقتول ہوا اور اس کی فوج ہزیمت اٹھا کر بھاگی۔ سامانیوں نے بڑھ کر جرجان پر بھی قبضہ کر لیا۔ ماکان بن کالی جو لیلے کے بعد دیالمہ کا سب سے بڑا سردار ہو گیا تھا اپنی جماعت کو لے کر آیا۔ سامانی جرجان چھوڑ کر

چلے گئے۔ اس نے وہاں اپنے بھائی ابوالحسن کو والی مقرر کردیا۔

ماکان کی جمعیت میں ایک شخص اسفار بن شیرویہ نہایت تندمزاج اور بدسیرت تھا۔ اس وجہ سے نکال دیا گیا۔ وہ آل سامان کے نائب بکر بن محمد والی نیشاپور کے پاس چلا گیا۔ اس نے فوج دے کر اس کو جرجان کی طرف بھیجا۔ وہاں اس نے قبضہ کرلیا۔ ماکان کا بھائی ابوالحسن خود اپنے ہی آدمیوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوا۔

اسفار نے جرجان میں قدم جما کر مرداویج بن زیار جیلی کو جو ایک نامی دیلمی رئیس تھا بلاکر اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا۔ اس نے طبرستان پر قبضہ کیا حسن بن قاسم داعی اس وقت رے میں تھا۔ وہاں سے فوج لے کر آیا۔ ساریہ کے متصل فریقین کا مقابلہ ہوا۔ حسن مارا گیا۔ اور اس کی فوج نے شکست کھائی۔ اب طبرستان۔ رے۔ جرجان۔ قزوین۔ زنجان۔ ابہر۔ قم۔ اور کرج وغیرہ سب اسفار کے قبضہ میں آگئے۔ لیکن چونکہ وہ آلِ سامان سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اس وجہ سے ان کے ماتحت رہا۔ ساریہ کو اپنا مرکز بنایا۔ تھوڑے دنوں کے بعد حدود دیلم کے سب سے نامی قلعہ الموت پر بھی قبضہ کرلیا۔

اس وسیع حکومت کے قائم ہوجانے کے بعد اس کے دل میں خودمختاری کی خواہش پیدا ہوئی۔ اور چاہا کہ مقام رے میں سونے کا تخت اور تاج بنواکر اپنے استقلال کا دعوےٰ کرے۔ سعید بن نصر والی بخارا نے یہ سن کر اس پر

چڑھائی کی۔ اسفار نے دب کر صلح کر لی اور اپنے مقبوضات میں سامانی خطبہ اور سکہ بحال رکھا۔

اسفار کی سخت مزاجی کی وجہ سے اس کے تمام امراء اس سے بیزار ہو گئے۔ آخر کے مشورہ سے مرداویج سپہ سالار نے ۳۱۶ھ میں اس کو قتل کر ڈالا۔ اور خود امیر بن گیا۔ اس کے حسن خلق کی وجہ سے دیالمہ اس کے گرد پروانوں کی طرح جمع ہو گئے اور اس کی شوکت اور قوت بہت بڑھ گئی۔ رعب اس قدر تھا کہ بجز حاجبوں کے اس کے دربار میں کسی کو لب کشائی کی طاقت نہیں تھی۔ شاہانہ مرصع تاج سر پر رکھتا تھا اور سونے کے تخت پر جلوس کرتا تھا۔ فوجیں دورویہ صف بستہ کھڑی رہتی تھیں۔

اس نے ہمدان پر بھی قبضہ کر لیا۔ پھر اصفہان اور اہواز بھی لے لیا۔ اور خلیفہ مقتدر کو لکھا کہ ان کا خراج دو لاکھ درہم سالانہ بھیجا کروں گا۔ اس کے لئے سوائے منظوری کے کیا چارہ تھا۔

۳۲۰ھ میں بلاد جیلان سے اپنے بھائی وشمگیر کو بھی بلا لیا۔ اسی اثنا میں اعیان دیلم میں سے بویہ دیلمی کے تین بیٹے علی۔ حسن۔ اور احمد جو ماکان بن کالی کی فوج میں تھے مرداویج کے پاس آ گئے۔ اس نے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا۔ اور علی بن بویہ کو کرج کا عامل مقرر کر کے بھیج دیا۔ یہی شخص دولت دیالمہ کا بانی ہے۔

ابن ہلال صابی نے کتاب التاج میں بویہ کے نسب کو بہرام گور تک پہنچایا ہے۔ اس پر ابوریحان بیرونی لکھتا ہے کہ سلطنت حاصل کرنے کے بعد حاشیہ نشین بادشاہوں کے شجرۂ نسب کو اسی طرح مرتب کر لیتے ہیں۔ ورنہ دیالمہ میں سلسلۂ نسب یاد رکھنے کا مطلق دستور نہ تھا۔ لیکن خود اس نے اپنی کتاب آثار الباقیہ میں جس کو شمس المعالی قابوس بن وشمگیر کے نام پر لکھا ہے۔ وشمگیر دیلمی کے نسب کو ایک طرف سے اسپہبد طبرستان اور دوسری طرف سے نوشیرواں کے باپ قباد سے لے جاکر ملایا ہے۔

علی بن بویہ نے اپنے جود و کرم سے اہل کرج کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ مرداویج اس کی طرف سے بدگمان ہوا۔ اور چاہا کہ اس کو کسی بہانہ سے بلا کر قید کر دے۔ لیکن وہ نہیں آیا۔ اور شیرازو کو جو دیالمہ کا ایک نامی سردار تھا اپنے ساتھ ملا کر اصفہان کی طرف بڑھا۔ اور اس پر قبضہ کر لیا۔

مرداویج نے اس کے مقابلہ کے لئے اپنے بھائی وشمگیر کو فوج کے ساتھ بھیجا۔ علی بن بویہ اصفہان چھوڑ کر ارجان کی طرف چلا۔ وہاں کا امیر ابوبکر بن یاقوت تھا۔ وہ رامہرمز کی طرف بھاگ گیا۔ اس لئے اس نے ذی الحجہ ۳۲۰ھ میں بلا مزاحمت اس پر قبضہ کیا۔ اور سامان رسد وغیرہ حاصل کر کے اپنی فوج

کو توی بنا لیا۔

شیراز سے ابو طالب زید بن علی نے اس کو بلایا کہ یہاں بھی آ کر قبضہ کر لو امیر یاقوت تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ علی ارجان سے کوچ کر کے ربیع الثانی ۳۲۱ھ کو نوبند جان میں آیا۔ وہاں یاقوت کے مقدمۂ فوج سے مقابلہ ہوا۔ علی نے اس کو شکست دی۔ اس کے چھوٹے بھائی احمد نے جس کا سن اس وقت ۱۹ سال سے زائد نہ تھا۔ اس معرکہ میں بے نظیر شجاعت کا اظہار کیا جس سے اُس کا نام روشن ہو گیا۔ اس کے بعد شیراز پر جا کر قبضہ کیا۔

علی کے عدل و انصاف۔ حسن خلق۔ اور برتاؤ کی وجہ سے ہر جگہ کے لوگ اس سے خوش ہوئے۔ خلیفہ راضی کو وزیر ابن مقلہ کے توسط سے اس نے دس لاکھ درہم بھیجے۔ اور لکھا کہ آستانۂ خلافت کا میں خادم اور مطیع ہوں۔ خلیفہ نے ان تمام ممالک کی ولایت کا فرمان اس کے نام لکھ دیا جو اس کے قبضہ میں تھے اور خلعت و لوائے امارت بھی بھیج دیا

مرداویج کو اس سے سخت قلق ہوا۔ اس نے اپنے بھائی وشمگیر کو جو اصفہان میں پڑا ہوا تھا لکھا کہ تم اس طرف سے علی پر حملہ کرو۔ میں اس طرف سے آتا ہوں۔ وشمگیر نے شوال ۳۲۲ھ میں رامہرمز اور اہواز پر قبضہ کر لیا۔ علی نے اس کے پاس تحفے اور ہدیے بھیج کر صلح کر لی۔

مرداویج اپنے ہم قوموں کو ترکی امراء پر ترجیح دیتا تھا۔ اس وجہ سے

ان میں رشک پیدا ہوا۔ اور انہوں نے ۳۲۳ھ میں اس کو قتل کر ڈالا۔ اس میں بجکم اور توزون جن کے تذکرے بغداد کی امیر الامرائی کے ذیل میں ہم لکھ چکے ہیں۔ نیز باروق اور ابن بغرا۔ محمد بن نیال ترجمان وغیرہ شریک تھے۔

اس کے قتل کے بعد ترکوں کی ایک جماعت بجکم کے ساتھ بلاد جبل میں رہی۔ اور دوسری ابن بویہ کے پاس آگئی۔ دیالمہ رے میں جاکر دشمگیر کی فوج میں شامل ہو گئے۔

اب بلاد عجم میں تین قوتیں جو ایک دوسری کی حریف تھیں قائم ہو گئیں۔

(۱) علی بن بویہ فارس میں۔

(۲) دشمگیر۔ رے میں۔

(۳) آل سامان۔ ماوراء النہر و خراسان میں۔

ان تینوں میں سے ابن بویہ کی قوت میں نشو و نما کا مادہ زیادہ تھا اور وہ روز افزوں ترقی پر تھی۔ اس نے اپنے بھائی حسن کو بھیج کر اصفہان پر بھی قبضہ کر لیا۔ پھر دشمگیر کے ساتھ متعدد لڑائیاں کر کے ہمدان۔ قم۔ کاشان رے۔ کرج اور قزوین وغیرہ پر تسلط حاصل کر لیا۔

عراق میں خلیفہ کی قوت سخت کمزور تھی۔ علی نے اپنے بھائی احمد کو

فوج دے کر بھیجا۔ اس نے بجکم کو شکست دے کر وہاں قبضہ کر لیا۔ وہ واسط کی طرف چلا گیا۔ احمد چاہتا تھا کہ اس کا تعاقب کرے۔ لیکن اسی درمیان میں امراء بغداد کے خطوط اس کو ملے کہ یہاں آ کر قبضہ کرو۔ چنانچہ جمادی الثانی ۳۳۴ھ کو وہ بغداد میں داخل ہوا۔ خلیفہ مستکفی نے اس کا استقبال کیا اس نے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ خلیفہ نے اس کی سلطنت کو تسلیم کر لیا۔ اور علی کو عماد الدولہ۔ حسن کو رکن الدولہ۔ اور احمد کو معز الدولہ کے خطابات عطا کئے۔ اور سکوں پر ان کے نام نقش کرنے کا حکم دیا۔

اس دن سے خلافت عباسیہ کا نیا دور شروع ہوا۔ جس میں سلطنت خلیفہ کے ہاتھ سے بالکل نکل گئی۔ وہ محض ایک دینی رئیس رہ گیا اور اس کی حکومت اس کے محل کی چار دیواری میں محدود ہو گئی۔ بنی بویہ چونکہ مذہباً شیعہ تھے اس لئے معز الدولہ کی یہ خواہش تھی کہ بنی عباس سے خلافت کو نکال کر کسی علوی کو خلیفہ بنائے لیکن ایک رازدار نے مشورہ دیا کہ یہ مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ عباسیوں کی خلافت کو نہ تم سمجھتے ہو نہ تمہاری فوج۔ اس وجہ سے اگر کسی وقت تم خلیفہ کے قتل یا قید کا حکم دو گے تو کوئی چون وچرا نہیں کریگا۔ بخلاف اس کے اگر کسی علوی کو خلیفہ بنا دیا تو چونکہ تمہارے عقیدے میں اس کی خلافت صحیح ہو گی اس لئے اگر وہ کسی وقت تمہارے قتل کا حکم دے گا تو خود تمہاری فوج اس کی تعمیل کے لئے تیار ہو جائے گی۔

معزالدولہ نے اس رائے کو پسند کیا۔ چنانچہ خلافت عباسیہ کو باقی رکھا اور خلیفہ کے گذارہ کے لئے جاگیر مقرر کر دی۔

اس وقت ممالک اسلامیہ کی سیاسی حالت یہ تھی۔

(۱) اندلس میں بنی امیہ کی سلطنت تھی۔ قائم بالامر عبدالرحمٰن ناصر تھا جس نے خلافت کا دعویٰ کر دیا تھا۔

(۲) افریقہ میں ادارسہ اور اغالبہ کے کھنڈروں پر دولت فاطمیہ قائم ہو چکی تھی۔ یہ لوگ بھی خلافت کے مدعی تھے اور اپنے کو امیر المؤمنین کہتے تھے عبیداللہ المہدی بانی دولتِ فاطمیہ کے انتقال کے بعد دوسرا فاطمی خلیفہ اسماعیل منصور تھا۔

(۳) مصر میں دولت اخشیدی قائم تھی۔ اس خاندان کا دوسرا فرمانروا انوجور بن محمد اخشید تخت پر تھا۔ یہاں عباسی خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔

(۴) حلب کا امیر سیف الدولہ علی بن عبداللہ بن حمدان تھا۔ یہ بھی خلیفہ عباسی کا نام خطبہ میں لیتا تھا۔

(۵) جزیرہ فراتیہ میں ناصرالدولہ حسن بن عبداللہ حمدانی کی حکومت تھی۔ خطبہ خلیفہ عباسی کا تھا۔

(۶) عراق بنی بویہ کے قبضہ میں تھا۔ یہاں پہلے خلیفہ عباسی پھر معزالدولہ

کا نام خطبوں میں لیا جاتا تھا۔

(۷) عمان۔ بحرین یمامہ اور سواد بصرہ میں قرامطہ کا تسلط تھا جو فاطمی امام کا خطبہ پڑھتے تھے۔

(۸) فارس اور اہواز میں خلیفہ عباسی۔ اس کے بعد علی بن بویہ عمادالدولہ کا ذکر خطبہ میں ہوتا تھا۔ بنی بویہ میں چونکہ یہ سب سے بڑا تھا اس لئے امیرالامراء کہا جاتا تھا۔

(۹) بلاد جبل اور رے میں خلیفہ اور رکن الدولہ حسن بن بویہ کا نام لیا جاتا تھا۔

(۱۰) جرجان اور طبرستان آل سامان اور وشمگیر کی باہمی منازعات کے جولانگاہ تھے۔

(۱۱) خراسان اور ماوراءالنہر جس کا صدر مقام بخارا تھا بنی سامان کے زیر حکومت تھے۔ ان میں بھی عباسی خلیفہ کا خطبہ جاری تھا۔

یہ تمام بڑی بڑی قوتیں جو پہلے ایک نظام میں منسلک اور ایک مرکز سے وابستہ تھیں اب بالکل ایک دوسرے سے الگ۔ بلکہ باہمد گر برسر پرخاش تھیں اور امت اسلامیہ کا سارا شیرازہ بکھرا ہوا تھا۔

ان میں سے صرف دولت حمدانیہ عربی تھی۔ لیکن وہ بھی خود مختار نہیں تھی بلکہ بنی بویہ کی ماتحت تھی۔ اور ترکی امراء اس پر مسلط ہو گئے تھے۔

خلع مستکفی

معز الدولہ کے بغداد میں آنے کے بعد مستکفی چالیس دن سے زیادہ خلیفہ نہیں رہ سکا۔ کیونکہ اس پر الزام لگایا گیا کہ وہ معز الدولہ کے خلاف سازش کر رہا ہے۔ اس وجہ سے ۱۲ رجمادی الثانی ۳۳۴ھ میں تخت سے اتار دیا گیا پہلے دو دیلمی خلیفہ کے پاس گئے۔ اس نے خیال کیا کہ یہ میرے ہاتھ کا بوسہ دینا چاہتے ہیں اس لئے ہاتھ ان کی طرف بڑھایا۔ انہوں نے اس کو پکڑ کر تخت سے نیچے کھینچ لیا اور اس کا عمامہ کمر میں ڈال کر پاپیادہ معز الدولہ کے پاس لے گئے۔ وہاں قید کر دیا گیا۔ دیلمیوں نے قصر خلافت کو لوٹ لیا۔

مطیع (۲۳)

خلافت ۱۲ر جمادی الثانی ۳۳۴ھ سے ۱۵ر ذی قعدہ ۳۶۳ھ تک۔

۲۹ سال ۴ ماہ ۳ روز

فضل بن مقتدر بن معتضد خلیفہ مستکفی کا چچازاد بھائی تھا۔ ۱۲ر جمادی الثانی ۳۳۴ھ مطابق ۲۹ر جنوری ۹۴۶ء کو خلیفہ بنایا گیا۔ اس کا لقب مطیع للہ رکھا گیا۔ معاملات حکومت کل بنی بویہ کے ہاتھ میں تھے۔ ان میں اس کو مطلق دخل نہ تھا۔

اس کے عہد میں معز الدولہ اور پھر اس کا بیٹا عز الدولہ بختیار حاکم رہا۔

معز الدولہ

احمد بن بویہ فاتح عراق۔ یہ اپنے دونوں بھائیوں عماد الدولہ علی بن بویہ والی فارس اور رکن الدولہ حسن بن بویہ فرماں روائے رے سے چھوٹا تھا اس کے عہد میں عراق جو غلہ کی پیداوار کے لحاظ سے دنیا کا خرمن تھا۔ بالکل ویران ہو گیا۔

جس کے متعدد اسباب تھے۔

(۱) معز الدولہ نے عراق کے سارے علاقہ کو اپنی فوج کے امراء میں تقسیم کر دیا۔ ان لوگوں نے کاشتکاروں پر اس قدر مظالم کئے کہ وہ اپنے گھر بار چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں نکل گئے۔

(۲) معز الدولہ کی فوج میں دیالمہ تھے۔ ان میں اور ترکوں میں عداوت پیدا ہو گئی۔ انہوں نے باہم لڑائی اور لوٹ مار شروع کر دی جس کی وجہ سے قافلوں کی آمد اور تجارت بالکل بند ہو گئی۔ خود بغداد میں غلہ اس قدر گراں ہو گیا کہ یہاں کے لوگ مردار کھانے پر مجبور ہو گئے۔ اور بھوک کی شدت سے بہت سی مخلوق مر گئی

(۳) بغداد میں بالعموم اہل سنت تھے جو صحابہ کرام کا احترام کرتے تھے۔ معز الدولہ نے عاشورہ کے دن حکم دیا کہ سب لوگ دکانیں بند رکھیں۔ اور امام حسین کا ماتم کریں۔ عورتیں اپنے بالوں کو کھول کر توجہ کرتی ہوئی نکلیں۔ اسی طرح ۱۸ ر ذی حجہ کو عید غدیر کے جشن منانے کا فرمان شایع کیا۔ لوگ چونکہ ان باتوں کو دین کے خلاف سمجھتے تھے اور ان سے جبراً اس کی تعمیل کرائی جاتی ہے اس وجہ سے شورشیں برپا ہوئیں اور اضطرابات رونما ہوئے۔ جابجا باہم لڑائیاں ہونے لگیں۔ معز الدولہ نے اس پر اور سختی کی۔ چنانچہ ۳۵۱ھ میں مساجد میں صحابہ کبار پر لعنتوں کے اعلانات چسپاں کرائے اس شیعیت

کے غلبہ کی وجہ سے بہت سے اہل سنت وہاں سے ہجرت کر گئے۔

(۴) ہر طرف سے معزالدولہ کے دشمن کھڑے ہو گئے جن سے سلسلہ دار لڑائیاں ہونے لگیں۔ ان کی وجہ سے ملک میں سخت ابتری پھیل گئی۔

شمال میں موصل کا رئیس ناصر الدولہ تھا جو معزالدولہ کی سلطنت لینا چاہتا تھا۔ جنوب میں بریدی بصرہ کا امیر تھی اگرچہ بنی بویہ کا ماتحت تھا لیکن استقلال کا خواہاں تھا۔ بحرین کے قرمطی بھی معزالدولہ کے دشمن تھے۔ چنانچہ جب اس نے متعدد جنگوں کے بعد بریدی کو بصرہ سے نکال دیا تو اس نے ہجر میں جا کر قرامطہ کے پاس پناہ لی۔ وہ امیر عمان کے ساتھ بصرہ پر حملہ آور ہوئے۔ اور وہاں معزالدولہ کی فوج کے ساتھ نہایت خوں ریز جنگ کی۔

ان سب پر مزید یہ کہ واسط اور بصرہ کے درمیان مقام بطیحہ میں عمران بن شاہین نے اپنی حکومت ۳۲۹ھ سے قائم کر رکھی تھی۔ معزالدولہ کی فوجیں اس کے مقابلہ سے عاجز آگئیں۔ یہ حکومت ۴۰۸ھ تک رہی۔ امراء کے نام یہ ہیں:۔

(۱) عمران بن شاہین	۳۶۹ — ۳۲۹
(۲) حسن بن عمران	۳۷۲
(۳) ابوالفرج بن عمران	۳۷۳
(۴) ابوالمعالی بن حسن	۳۷۳

(۵) مظفر وزیر ۳۷۶

(۶) مہذب الدولہ ابوالحسن ۴۰۸

(۷) ابن مہذب الدولہ ۴۰۸

(۸) عبداللہ بن نسبی ۴۰۸

الغرض معز الدولہ کا سارا عہد بغداد میں اضطراب اور مصیبت کا عہد تھا اسی کے زمانہ ۳۳۸ھ میں عماد الدولہ علی بن بویہ اصطخر میں انتقال کر گیا چونکہ اس کے کوئی بیٹا نہیں تھا اس وجہ سے اس نے اپنے بھتیجے فنا خسرو پسر رکن الدولہ کو جانشینی کے لیے بلا لیا۔ اس کے بعد ہی فارس کا بادشاہ ہوا۔ اس کا لقب عضد الدولہ رکھا گیا۔

معز الدولہ نے ۱۲ ربیع الاوّل ۳۵۶ھ میں وفات پائی۔ اس کا جانشین اس کا بیٹا بختیار ہوا۔

عز الدولہ بختیار

اس کے زمانہ میں حالات پہلے سے بھی زیادہ بدتر ہو گئے۔ کیونکہ لہو و لعب میں مشغول رہتا تھا۔ اور عورتوں میں اپنا وقت گذارتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے دونوں وزیر ابوالفضل عباس بن حسین اور محمد بن عباس بھی اس سے برگشتہ ہو گئے

اس کے عہد میں ناصر الدولہ حمدانی والی موصل کو خود اس کی اولاد نے

قتل کر ڈالا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا ابو تغلب رئیس ہوا۔ معز الدولہ نے اس پر لاکھ درہم سالانہ خراج لگایا۔ والی حلب سیف الدولہ بھی گذر گیا۔ یہی عربی کے مشہور شاعر متنبی کا ممدوح ہے۔ اس کا جانشین اس کا بیٹا ابو المعالی شریف ہوا مصر میں کافور اخشینری نے بھی ۳۵۶ھ میں انتقال کیا۔ اس کی وفات سے فاطمیوں کو جو تاک میں لگے ہوئے تھے موقع مل گیا۔ چنانچہ معز الدین فاطمی نے اپنے سپہ سالار جوہر صقلی کو فوج دے کر بھیجا۔ اس نے ۳۶۱ھ میں وہاں فاطمی خلافت کا جھنڈا گاڑ دیا۔

رکن الدولہ اور وشمگیر میں جنگ جاری تھی۔ ۳۵۷ھ میں وشمگیر کی وفات کے بعد اس کا بیٹا بے ستون تخت نشین ہوا اس کے ساتھ بھی لڑائی ہوتی رہی۔

احوال خارجیہ

اسلامی حدود کی حفاظت سیف الدولہ حمدانی کرتا تھا۔ کیونکہ وہ مقامات اسی کے قبضہ میں تھے۔ چنانچہ وہ اور اس کا غلام نصر دونوں باری باری سے رومیوں کے مقابلہ میں جاتے تھے۔ لیکن ان کی قوت ایسے دشمن کی مدافعت کے لئے جن کے واسطے خلافت اسلامیہ خاص اہتمام کیا کرتی تھی کافی نہیں تھی۔

۳۳۵ھ میں سیف الدولہ نے خود فوج لے کر رومیوں پر چڑھائی

کی - واپسی میں انہوں نے اس کا راستہ روک کر فوج کو قتل کر ڈالا - وہ ایک مختصر جماعت کے ساتھ مشکل سے اپنی جان بچا سکا۔

۳۴۱ھ میں رومیوں نے شہر سروج پر یورش کر کے باشندوں کو قتل وغارت کیا - اور مسجدوں کو ڈھا دیا۔

۳۴۲ھ میں سیف الدولہ نے ان پر چڑھائی کی اور خرشنہ تک پہنچ گیا - اس کی واپسی کے بعد رومی دیار ربیعہ تک آ گئے - میا فارقین میں آگ لگا دی پھر بحری راستہ سے طرسوس پہنچ کر اس کو جلا دیا اور ۱۸۰۰ مسلمانوں کو ہلاک کر ڈالا۔ ۳۴۳ھ میں مقام رہا کو لوٹ لیا - اور مسلمانوں پر ظلم وستم کر کے چلے گئے ان کا ایک آدمی بھی زخمی نہیں ہوا - کیونکہ کوئی مقابلہ کرنے والا نہ تھا۔

۳۴۹ھ میں سیف الدولہ انتقام لینے کی غرض سے ان کے ملک میں بڑھا اور دور تک چلا گیا - واپسی میں رومیوں نے ایک درہ میں اس کا راستہ روک لیا۔ مسلمان امرا نے دوسری طرف سے نکل چلنے کی رائے دی۔ لیکن سیف الدولہ نے اپنے استبداد کی وجہ سے ان کے مشورہ کو قبول نہیں کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ساری فوج ہلاک ہو گئی اور خود محض تین سو آدمیوں کے ساتھ بچ کر آیا۔

۳۵۰ھ میں انطاکیہ کے متطوعین کی ایک جماعت روم کی طرف بڑھی لیکن وہ کمین گاہوں میں چھپے ہوئے تھے اچانک حملہ کر کے زیادہ حصہ کو

قتل اور بقیہ کو گرفتار کیا۔

۳۵۱ھ میں دمستق عین زربہ کی طرف حملہ آور ہوا۔ ۵۴ اسلامی قلعے فتح کر لئے اور لاکھوں مسلمانوں کو بے خانماں کر دیا۔ اس کے بعد حلب کی جانب آیا۔ سیف الدولہ نے شکست کھائی اور اس کے اکثر اقربا مقتول ہوئے۔ دمستق نے اس کا سارا مال ومتاع لوٹ لیا۔ گھر کو بھی منہدم کرا دیا۔ نو روز تک شہر کو غارت کیا جس قدر سامان لے جا سکتا تھا لے گیا۔ بقیہ کو آگ لگا دی۔ اور مسلمانوں کے ۱۲ ہزار بچوں کو پکڑ کر لے گیا۔

۳۵۲ھ میں اس نے مصیصہ کا محاصرہ کیا۔ جا بجا سے مسلمان رضاکاروں کی جماعت مقابلہ کے لئے آئی۔ پانچ ہزار مجاہد خراسان سے پہنچے۔ سیف الدولہ خود ان کو اپنے ساتھ لے کر گیا۔ رومی وہاں سے جا چکے تھے اس لئے یہ جماعت واپس چلی آئی۔ ادھر انہوں نے جا کر طرسوس کا محاصرہ کر لیا۔ تین مہینے تک باشندے مدافعت کرتے رہے۔ کہیں سے کوئی امداد نہیں پہونچی۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی۔ رومیوں میں وبا پھیل گئی۔ جس کی وجہ سے وہ محاصرہ اٹھا کر چلے گئے۔

۳۵۴ھ میں قیصر نے مصیصہ کو فتح کر لیا۔ وہاں کے بہت سے مسلمانوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ اور بقیہ کو اپنے ساتھ لے گیا۔ جن کی تعداد تقریباً دو لاکھ تھی پھر طرسوس کا محاصرہ کیا۔ اہل طرسوس نے امان طلب کی جو اس نے منظور

کی۔ لیکن جب شہر کا دروازہ کھول دیا گیا تو حکم دیا کہ جو شخص جس قدر اپنا مال اٹھا سکتا ہے لے کر یہاں سے نکل جائے۔ چنانچہ لوگ انطاکیہ کی طرف چلے گئے۔ اس نے جامع مسجد کو توڑ دیا۔ اس میں گھوڑے باندھے۔ بعض بعض مسلمانوں نے اس مصیبت میں عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔

افسوسناک امر یہ ہے کہ آنکھوں کے سامنے سرحد کے مسلمانوں پر یہ واقعات گذر رہے تھے لیکن سلاطین وزراء اپنے ذاتی اغراض کے لئے باہمدگر برسر پیکار تھے۔ اور کوئی اس دشمن کی مدافعت کی طرف توجہ نہیں کرتا تھا۔

۳۵۹ھ میں قیصر شام میں آیا۔ طرابلس کو جلا دیا۔ قلعہ عرقہ کو فتح کیا۔ پھر حمص میں پہنچ کر آگ لگا دی اور ساحلی بستیوں کو غارت کر ڈالا۔ مگر کوئی مقابلہ کے لئے نہیں گیا۔

اس حملہ میں اس نے جس قدر مسلمانوں کو لوٹا یا قتل کیا ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا ایک لاکھ سے زیادہ ان بچوں کی تعداد تھی جن کو پکڑ کر لے گیا اور نوعمروں کے علاوہ کسی کو گرفتار بھی نہیں کرتا تھا۔ بالعموم جوانوں کو قتل کر بڈھوں کو نکال دیتا تھا۔

رومیوں کی ان دست اندازیوں سے عالم اسلامی میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا۔ امام ابو بکر محمد بن اسماعیل بن قفال مروزی شافعی یہ دیکھکر کہ بنی بویہ قصداً رومیوں کے مقابلہ سے گریز کرتے ہیں بمشرق میں

نفیرِ عام کا اعلان کیا۔ اور بیس ہزار مجاہدین کی جماعت کو لے کر مغربی مسلمانوں کی حمایت کے لیئے روانہ ہوئے۔ راستہ بلادِ جبل میں سے گذرتا تھا رکن الدولہ دیلمی نے از راہِ عداوت ان کو روک دیا۔ انہوں نے ہر چند کہا کہ تم سے ہم کو کوئی غرض نہیں۔ ہم رومیوں کی مدافعت کے لیئے جاتے ہیں۔ لیکن اس نے نہیں مانا۔ اور فوج لے کر منتشر کر دیا۔ مجبوراً اشفق ہو کر واپس چلے آئے۔

سنہ ۳۵۹ھ میں رومیوں نے انطاکیہ پر بھی جو سرحد کا سب سے بڑا مقام تھا قبضہ کر لیا۔ باشندوں کو قتل و غارت کر کے بیس ہزار لڑکوں اور لڑکیوں کو اسیر کیا۔ اس کے بعد حلب کی طرف آئے۔ یہاں سیف الدولہ کا غلام قرعویہ حاکم تھا۔ جس کے ساتھ ابوالمعالی شریف جنگ میں مشغول تھا۔ رومیوں کی خبر سن کر ابوالمعالی بیابان کی طرف بھاگ گیا۔ قرعویہ نے کچھ رقم دے کر ان کے ساتھ صلح کر لی۔

سنہ ۳۶۱ھ میں رومیوں نے رہا کو دوبارہ لوٹا۔ پھر جزیرہ میں نصیبین کی طرف آئے۔ وہاں قتل و غارت کیا۔ اور بستیوں کو جلایا۔ دیارِ بکر کو بھی تاخت و تاراج کر ڈالا ان مقامات کے باشندے بغداد میں فریاد لے کر پہنچے اور جامع مسجد میں رومیوں کے مظالم بیان کر کے امداد کے خواہاں ہوئے۔ بختیار اس وقت شکار کے لیئے باہر گیا ہوا تھا۔ اعیانِ بغداد رنج سے بھرے ہوئے اس کے پاس گئے اور کہا کہ یہ وقت مسلمانوں کی حمایت کا

ہے۔ اس نے وعدہ کیا۔ اور امیر سبکتگین کو بھیجا کہ بغداد میں جا کر جہاد کا اعلان کرے۔ ابو تغلب والی موصل کو لکھا کہ تم رسد اور اسلحہ وغیرہ تیار رکھو۔ ہم آتے ہیں۔ اس نے نہایت خوشی سے سامان فراہم کرنا شروع کیا۔

اس کے بعد بختیار نے خلیفہ مطیع سے مالی امداد طلب کی۔ اس نے جواب دیا کہ جو شخص ممالک سے خراج وصول کرتا ہے اس کے اوپر جنگ اور اس کے اخراجات کا بار ہے۔ میں کچھ نہیں دے سکتا۔ بختیار نے دھمکی دے کر چار لاکھ درہم وصول کئے۔ جس کے لئے خلیفہ کو حرم کے کپڑے، زیورات یہاں تک کہ مکانات بھی بیچنے پڑے۔ یہ رقم جب مل گئی تو بختیار نے جنگ کا ارادہ ترک کر کے اس کو اپنی عیاشی میں صرف کیا۔

۳۲۳ھ میں دمستق آمد کی طرف آیا۔ ھبتہ اللہ بن ناصر الدولہ حمدانی اور اس کے بھائی ابو تغلب نے پہنچ کر دونوں طرف سے گھیر لیا۔ رومیوں نے شکست فاش کھائی اور دمستق گرفتار ہوا۔

الغرض مطیع کے عہد میں رومی یکے بعد دیگرے سرحدی شہروں کو اپنے قبضہ میں لائے۔ اور جہاں تک ان کا بس چلا مسلمانوں کو قتل و غارت کیا۔ مسلمان امراء اور خاص کر بنی بویہ جن کے ہاتھوں میں حکومت اور طاقت تھی اپنی خود غرضانہ لڑائیوں اور عیش پرستیوں میں مصروف رہے اور ان دردناک مظالم کو

روکنے کے لئے نہیں اٹھے۔ صرف بنی حمدان جو عربی تمرداد تھے اپنی طاقت کے بقدر اسلام کی حمایت اور رومیوں کی مدافعت کرتے رہے۔

خلع مطیع

مطیع خانہ نشین اور بے اختیار تھا۔ اس کا کوئی کارنامہ اس قابل نہیں کہ تاریخ کے صفحات میں ثبت کیا جائے۔ آخر میں اس پر فالج گر گیا۔ امیر سبکتگین نے معذور دیکھ کر ۱۳ ذی قعدہ ۳۶۳ھ۔ مطابق ۷ راگست ۹۷۴ء کو خلافت سے معزول کر دیا۔

طائع (۲۴)

۱۵ر ذیقعدہ ۳۶۳ھ سے ۱۲ر رجب ۳۸۱ھ تک

۱۷ سال ۸ ماہ ۶ روز۔

ابوالفضل عبدالکریم طائع للہ بن مطیع بن مقتدر۔ اس کی ولادت ۳۱۷ھ میں ہوئی تھی۔ مطیع کی معزولی کے دن اس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔

معاصرین

طائع کی خلافت میں عراق کی حکومت بنی بویہ کے حسب ذیل امرا کے ہاتھ میں رہی۔

(۱) عزالدولہ بختیار ۳۶۷ھ تک

(۲) عضدالدولہ فنا خسرو پسر رکن الدولہ حسن بن بویہ ۳۷۲ " "

(۳) صمصام الدولہ ابوکالیجار مرزبان

پسر عضد الدولہ ۳۷۲ھ تک

(۴) شرف الدولہ ابو الفوارس شیرذیل

پسر عضد الدولہ ۳۷۹ " "

(۵) بہاء الدولہ ابو نصر فیروز پسر عضد الدولہ " " "

عراق کے علاوہ بلاد جبال۔ رے۔ فارس اور اہواز بھی انہیں کے قبضہ میں تھے۔

فاطمیوں کی خلافت مصر سے شام اور حجاز تک پھیل گئی۔ اور ان مقامات سے عباسی خطبہ منقطع ہو گیا۔

موصل میں عدۃ الدولہ ابو تغلب غضنفر بن ناصر الدولہ رئیس تھا۔ ۳۷۹ھ میں اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ابو طاہر ابراہیم پھر ابو عبد اللہ حسین جانشین ہوا۔ ۳۸۰ھ میں ابو الذواد محمد بن مسیب بن رافع بن مقلد نے جو بنی عقیل میں سے تھا وہاں قبضہ کر لیا۔ اس وقت سے دولت عقیلی قائم ہو گئی۔ دیار بکر بھی بنی حمدان کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ اور وہاں علی حسین بن مروان نے دولت مروانیہ کی بنیاد رکھی۔

مشرق میں آل سامان کی حکومت تھی۔ لیکن ماوراء النہر میں ایلخانی ان کے حدود میں برسر ور رہے تھے۔ اور ادھر غزنین پر امیر سبکتگین نے قبضہ کر لیا تھا۔

بغداد میں بختیار کے تشیع کی وجہ سے سخت فساد برپا ہوا محلہ کرخ کے باشندے جو شیعہ تھے سلطان وقت کو اپنا حامی پاکر اہل سنت کی دل آزاریاں کرنے لگے۔ سُنی تاب نہ لاکر مقابلہ کے لئے اٹھے۔ عزالدولہ کی فوج میں دیلمی تمام تر شیعہ تھے۔ لیکن ترک سُنی تھے۔ امیر سبکتگین جو ان کا سردار تھا سنیوں کی مدد پر تھا سخت مقابلہ کے بعد شیعہ مغلوب ہوئے۔ عزالدولہ نے ترکوں کو دبانے کے لئے رکن الدولہ اور عضدالدولہ سے مدد مانگی رکن الدولہ نے اپنے وزیر ابن عمید کے ہمراہ ایک فوج بھیجی۔ عضدالدولہ عراق پر قبضہ کرنے کی ہوس رکھتا تھا۔ اس وجہ سے خود لشکر لے کر آیا اور ترکوں پر فتح حاصل کر کے ۳۶۴ھ میں بغداد میں داخل ہوا۔ بختیار کو قید کر دیا۔ اور اس کی فوج کو احسان و بخشش سے خوش رکھا خلیفہ کے ساتھ بھی مدارات کی اور اس کی جاگیر اور عزت میں اضافہ کیا۔ قصر خلافت بھی تعمیر کرا دیا۔

رکن الدولہ نے اپنے بیٹے کی اس حرکت کو پسند نہ کیا۔ اس لئے وہ پھر عراق کو بختیار کے سپرد کر کے شیراز کو واپس چلا آیا۔ لیکن ۳۶۶ھ میں رکن الدولہ کی وفات کے بعد آکر قبضہ کر لیا۔ اور بختیار کو نکال دیا۔ پھر بنی حمدان سے موصل۔ دیار بکر۔ اور دیار ربیعہ وغیرہ بھی لے لئے۔ اب اس کی حکومت کا رقبہ جزیرہ سے اہواز۔ فارس۔ جبال اور رے تک پہونچ گیا۔ ۳۷۱ھ میں وشمگیر سے جرجان بھی چھین لیا۔

عضدالدولہ۔ آل بویہ میں سب سے زیادہ عاقل۔ دانشمند اور مدبر۔ علوم و فنون کا مربی۔ علماء۔ فضلاء کا قدردان۔ فیاض اور خوش خلق تھا۔ لائق کارپردازوں کو رکھتا تھا۔ اور عدل و انصاف کرتا تھا۔ سفارشوں کا دروازہ اس کے یہاں بند تھا۔ ہر سال صدقہ کی بہت بڑی رقم نکالتا تھا اور وجوہ خیر میں اس کو صرف کرتا تھا۔ مدینۃ الرسول کی فصیل اسی کی تعمیر کرائی ہوئی ہے

تاریخ اس کا عیب بھی دکھاتی ہے وہ یہ کہ تحصیل مال کی بہت حرص رکھتا تھا۔ اور ہر ممکن طریقے اس کے لئے استعمال کرتا تھا۔

اپنے آخری عہد میں اس نے جانوروں اور دوسری چیزوں پر جو فروخت کی جاتی تھیں محصول لگا دیا تھا۔ اور برف اور ریشم کی تجارت اپنے لئے مخصوص کر لی تھی دوسرے کو اس کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ شوال ۳۷۲ھ میں وفات پائی۔

اس کا جانشین اس کا بیٹا صمصام الدولہ ابو کالیجار ہوا۔ اس کا بھائی شرف الدولہ شیردل فارس میں حکمران تھا۔ اس نے مخالفت کی اور اس کے نام کا خطبہ وہاں بند کر دیا۔

صمصام الدولہ نے ایک فوج بھیجی لیکن وہ شکست کھا کر واپس چلی آئی۔

موصل میں ایک رئیس کرد باز نامی نے ایک بڑا اقتدار حاصل کر لیا تھا۔ عضدالدولہ کی وفات کے بعد اس نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ صمصام الدولہ نے فوج بھیجی۔ اس نے شکست دیدی اور ارادہ کیا کہ عراق پر قبضہ کر کے دیلمیوں کو وہاں سے

نکال دے۔ صمصام الدولہ خود فوج لے کر مقابلہ کے لئے بڑھا۔ اور اس کو ہزیمت دی اس نے صرف دیار بکر لے کر صلح کر لی۔

ان اضطرابات میں شرف الدولہ نے موقع پا کر ۳۷۵ھ میں لشکر کشی کی۔ پہلے اہواز پر قابض ہوا۔ پھر بصرہ پر۔ صمصام الدولہ نے دیکھا کہ مدافعت ناممکن ہے۔ اس لئے مصالحت کر لی۔ شرط یہ قرار پائی کہ بغداد میں شرف الدولہ کے نام کا خطبہ پڑھا جائے اور صمصام الدولہ اس کا نائب رہے

خلیفہ طائع نے بھی امیر الامرائی کا خلعت شرف الدولہ کے پاس بھیجا

دوسرے سال شرف الدولہ پھر بغداد کی طرف آیا۔ اور رمضان ۳۷۶ھ میں وہاں داخل ہو کر صمصام الدولہ کو قید کر دیا۔

صمصام الدولہ کی حکومت تین سال ۱۱ ماہ رہی اس کے زمانہ میں موید الدولہ پسر رکن الدولہ والی جرجان نے انتقال کیا۔ اس کی جگہ اس کا بھائی فخر الدولہ تخت نشین ہوا۔ اسی کا وزیر صاحب بن عباد تھا جو اپنے زمانہ کا بہت بڑا ادیب اور مشہور فاضل گذرا ہے۔

شرف الدولہ بغداد میں دو سال آٹھ مہینے حکومت کر کے جمادی الثانی ۳۷۹ھ میں انتقال کر گیا۔ اس کے بعد اس کے بھائی بہاؤ الدولہ ابو نصر نے زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔

۳۸۱ھ میں مال کی قلت سے وہ اپنی فوج کو تنخواہ نہیں دے سکا۔ اس کے وزیر

نے مشورہ دیا کہ خلیفہ کے خزانہ پر قبضہ کر لے۔ چنانچہ وہ اپنے ساتھ سپاہیوں کو
لے کر طائع کے پاس گیا۔ اور سلام کر کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ ایک دیلمی خلیفہ
کی طرف اس طرح بڑھا کہ گویا دست بوسی کرنا چاہتا ہے۔ قریب جا کر اس کو تخت
سے نیچے کھینچ لیا۔ خلیفہ نے اناللہ پڑھی۔ اور اپنی مدد کے لئے فریاد کی۔ لیکن
دیلمیوں نے قصر خلافت کا سارا مال و متاع لوٹ لیا۔ اور بہاء الدولہ نے خلیفہ کو
خلافت سے معزول کر دیا۔

قادر (۲۵)

مدت خلافت ۱۲ رمضان ۳۸۱ھ سے ۲۳ ذی الحجہ ۴۲۲ھ ہجری تک

۴۱ سال ۳ ماہ ۱۰ روز

ابو العباس احمد قادر باللہ بن اسحاق بن مقتدر۔ اس کی والدہ دمنہ نامی ایک ام ولد تھی۔

طائع کی زندگی میں قادر نے ایک بار اس کو خلافت سے معزول کرانے کی سازش کی تھی۔ اس وجہ سے طائع نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ وہ بغداد سے بطیحہ میں مہذب الدولہ ابو الحسن کے پاس چلا گیا۔ اس نے نہایت تعظیم کی اور آسایش کے ساتھ رکھا۔

طائع کی معزولی کے بعد امراء بغداد نے اسی کو خلافت کے لئے نامزد کیا بہاء الدولہ نے اپنے خاص آدمیوں کو اس کے لینے کے لئے بھیجا۔ مہذب الدولہ نے شاہانہ ساز و سامان کے ساتھ روانہ کیا۔ اور بہت بڑی رقم بھی دی۔ ۱۲ رمضان ۳۸۱ھ مطابق ۳ اکتوبر ۹۹۱ء کو بغداد پہنچا۔ بہاء الدولہ اور تمام امراء استقبال

کے لئے نکلے۔ نہایت احتشام کے ساتھ شہر میں داخل ہوا۔ اسی روز اس کی خلافت کی بیعت ہوئی۔

معاصرین

قادر کے عہد میں یمن کی دولت زیادیہ پر آلِ زیاد کے ایک حبشی غلام موید نجاح نے ۴۱۲ھ میں قبضہ کر کے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ یہ دولت ۵۵۴ھ تک اس کی نسل ہی چلی آئی۔ امراء کے نام یہ ہیں۔

(۱) موید نجاح ۴۱۲ - ۴۵۲

داعی صلیحی کے ساتھ تنازع قائم رہی۔ ۴۷۳

(۲) سعید احول بن نجاح ۴۸۲

(۳) جیاش بن نجاح ۴۹۸

(۴) فاتک بن جیاش ۵۰۳

(۵) منصور بن فاتک ۵۱۶

(۶) فاتک بن محمد بن فاتک ۵۵۴

۵۵۴ھ میں ان کے ہاتھوں سے حکومت نکل گئی اور دولت مہدیہ قائم ہوئی۔

موصل میں بنی حمدان کے کھنڈروں پر دولت عقیلی کی تعمیر ہوئی تھی۔ یہ لوگ بنی بویہ کے ماتحت تھے۔ امراء کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) حسام الدولہ مقلد بن مسیب ۳۸۶ - ۳۹۱

(۲) معتمد الدولہ قرواش بن مقلد ۴۴۲

قرواش نے خلیفہ عباسی کا خطبہ اٹھا کر فاطمی خطبہ جاری کیا۔ قادر نے قاضی ابوبکر باقلانی شیخ اشعریہ کو بہاء الدولہ کے پاس بھیجا۔ اس نے موصل کی طرف فوج روانہ کی۔ قرواش نے خوف زدہ ہوکر پھر عباسی خطبہ کو رائج کیا۔

(۳) زعیم الدولہ ابوکامل برکت بن مقلد ۴۴۳

(۴) علم الدولہ ابوالمعالی قرواش بن بدران بن مقلد ۴۵۳

(۵) شرف الدولہ ابوالمکارم مسلم بن قرواش ۴۷۸

(۶) ابراہیم بن قرواش ۴۸۶

(۷) علی بن مسلم بن قرواش ۴۸۹

دیار بکر پر باز کرد کا قبضہ تھا اس کی وفات کے بعد اس کے بھانجے ابوعلی حسن بن مروان نے ۳۸۰ھ میں دولت مروانیہ قائم کی۔ یہ نہایت فرزانہ مدبر اور کریم الطبع تھا۔ سب لوگ اس کی عزت کرتے تھے اور اس کا رعب بھی بہت تھا۔ اس نے سیف الدولہ کی بیٹی ست الناس کے ساتھ شادی کی تھی۔

دولت مروانیہ کے امراء کے نام یہ ہیں۔

(۱) ابو علی حسن بن مروان ۳۸۰ - ۳۸۷

(۲) ممہد الدولہ ابو منصور بن مروان ۴۰۲

(۳) نصر الدولہ ابو نصر احمد بن مروان ۴۵۳

یہ شخص اس خاندان کا گل سرسبد تھا - علم کا سرپرست علماء کا مربی - فیاض - متقی اور دیندار - زمانہ بھی زیادہ پایا - دور دور سے اہل علم و ادب اس کے دربار میں آکر جمع ہوئے - امام عبد اللہ گاذرونی کو بھی اس نے بلایا - جن کی بدولت دیار بکر میں شافعی مذہب پھیلا -

اس کے عہد میں حد درجہ کامل امن تھا اور ملک میں رفاہیت اور خوش حالی عام تھی -

(۴) نظام الدولہ نصر بن احمد ۴۷۲

(۵) منصور بن نصر ۴۸۹

۴۸۹ھ میں یہ دولت بھی بنی بویہ کے ملک کے ساتھ سلجوقیوں کے ہاتھ میں چلی گئی -

حلب کے اوپر خلفاء فاطمیین کی نگاہیں لگی ہوئی تھیں - بار بار فوجیں بھیجتے تھے اسی طرح دیار مضر کے امراء کے ساتھ بھی ان کی جنگ قائم تھی یہاں تک کہ ۴۰۲ھ میں حلب میں فاطمی خطبہ جاری ہو گیا - پھر انہوں نے اس پر قبضہ بھی کر لیا - لیکن ۴۱۴ھ میں تین عربی رؤساء حسان امیر بنی طے -

صالح بن مرداس امیر بنی کلاب اور سنان بن علیان نے ایک ساتھ مل کر حملہ کیا اور فاطمی امرار کو نہ صرف حلب بلکہ شام سے بھی نکال دیا۔ حلب سے عانہ تک صالح کو ملا۔ رملہ سے مصر تک حسان کو دمشق سنان کو۔

۴۲۳ھ میں فاطمی خلیفہ الظاہر نے مصر سے انوشتکین بربری کے ہمراہ ایک فوج بھیجی صالح اس جنگ میں مارا گیا۔ لیکن اس کے بیٹے نصر نے مصریوں کو شکست دی۔ حلب کی حکومت ۴۷۲ھ تک اسی خاندان میں رہی۔

حسب ذیل امرار ہوئے۔

(۱) صالح بن مرداس	۴۱۲ - ۴۲۰
(۲) شبل الدولہ ابو کامل نصر	۴۲۹
فاطمیین	۴۳۴
(۳) معز الدولہ ابو علوان ثمل بن صالح	۴۴۹
فاطمیین	۴۵۲
(۴) رشید الدولہ محمود بن شبل الدولہ	۴۵۳
معز الدولہ (دوبارہ)	۴۵۴
(۵) ابو ذوابہ عطیہ بن صالح	۴۵۴
رشید الدولہ (دوبارہ)	۴۶۸
(۶) جلال الدولہ نصر بن رشید الدولہ	۴۶۸

(۷) ابو الفضل سابق بن رشید الدولہ ۴۸۲

اس کے بعد بنی عقیل اس پر قابض ہو گئے۔

مشرق

ماوراء النہر اور خراسان کا فرماں روا امیر نوح بن منصور سامانی تھا لیکن اس کی سلطنت کی بنیاد متزلزل ہو رہی تھی۔ کیونکہ ادھر مشرق میں ایک جدید قوت شہاب الدین عزت لغراخان کی پیدا ہو گئی تھی جو اس پرانی دولت کے مقابلہ میں جو کثرت اختلافات کی وجہ سے دن بدن کمزور ہو رہی تھی بہت زبردست تھی۔ اور ادھر خراسان میں سبکتگین کے اقبال کا ستارہ طلوع ہو رہا تھا۔

۳۸۳ھ میں بغراخاں نے آل سامان کے نائب ابوالحسن سیمجور کو جو خراسان کا امیر تھا اپنے ساتھ متفق کر کے بخارا پر حملہ کیا۔ باہمی قرارداد یہ تھی کہ بغراخاں ماوراء النہر اور ابوالحسن خراسان پر قابض ہوگا۔ نوح بن سامان مغلوب ہو کر آمد میں چلا گیا۔

اسی درمیان میں بغراخاں بیمار ہو کر بخارا سے واپس آیا۔ نوح نے پہنچکر وہاں قبضہ کر لیا۔ بغراخاں اسی مرض میں فوت ہو گیا۔ اور اس کا بیٹا ایلک خاں امیر ہوا۔ اس نے ۳۸۹ھ میں امیر نوح کے انتقال کے بعد اپنے سپہ سالار فائق کی قیادت میں بخارا پر فوج بھیجی۔ فائق نے اس کو فتح کر لیا۔ منصور بن نوح نے خوشامد کر کے اس کے ساتھ اس بات پر صلح کر لی کہ مالک اس کا رہے

اور حکومت فائق کی ہو۔ تھوڑے دنوں کے بعد فائق اور سامانی سپہ سالار بکتوزون نے مل کر منصور کو قتل کر ڈالا اور اس کے بیٹے عبد الملک کو تخت نشین کر دیا۔ ایلک خاں ۱۰ ذی حجہ ۳۸۹ھ میں بخارا کی طرف خود ہو گیا۔ پہلے اس نے آل سامان کے ساتھ ہمدردی ظاہر کی جس کی وجہ سے امرا اس کی طرف سے مطمئن ہو گئے لیکن جس وقت دار الامارۃ پر قابض ہو گیا اس وقت فائز اور بکتوزون وغیرہ کو گرفتار کر لیا۔ عبد الملک کو جو بھاگ گیا تھا اُلگند میں قید کر دیا۔ وہیں اس نے انتقال کیا۔ اس کی وفات سے سامانی خاندان کا چراغ گل ہو گیا۔ جو ایک مدت تک حلوان سے لے کر حدود چین تک حکمران رہا۔ اور جس نے علم داد کی بہت تربیت کی۔

دولت غزنویہ

غزنین میں آل سامان کی طرف سے اسحاق بن الپتگین امیر تھا سبکتگین اس کا غلام تھا لیکن عقل و ادب میں نہایت امتیاز رکھتا تھا۔ اسحاق ایک بار منصور بن نوح کے دربار میں بخارا میں گیا۔ سبکتگین بھی ساتھ تھا۔ وہاں کے لوگ اس کی دانائی اور لیاقت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

اسحاق کی وفات کے بعد غزنین کی فوج نے اسی کو اپنا سردار بنا لیا۔ وہ سپاہیوں کے ساتھ مساویانہ سلوک رکھتا تھا اس وجہ سے اہل فوج اس کے نہایت مطیع و فرمانبردار تھے۔

ہندوستان کی سرحد پر اس نے مختلف لڑائیاں کیں۔ جن کی وجہ سے یہاں کے راجاؤں پر اس کا رعب غالب ہو گیا۔ اس نے دو شہر بست اور قصدار بھی فتح کر لئے۔ راجہ جے پال ہندی نے یہ دیکھ کر اپنی فوجیں جمع کیں اور غزنین پر چڑھائی کی۔ سبکتگین نے اس کو شکست دے دی۔ راجہ نے صلح کی۔ اور ایک کثیر رقم اور پچاس ہاتھی دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن جب وہاں سے واپس آگیا تو عہد کو توڑ دیا۔ اس وجہ سبکتگین فوج لے کر آیا۔ راجہ جے پال مقابلے میں گیا مگر ہزیمت اٹھا کر بھاگا۔ سبکتگین کی قوت اور شوکت اس فتح سے بڑھ گئی۔ اور افغانی و خلجی اس کے حلقۂ اطاعت میں آ گئے۔

۳۸۴ھ میں جب خراسان میں فائق اور ابو علی سمجور نے بغاوت کی اس وقت امیر نوح سامانی نے سبکتگین کو ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ ان دونوں نے فخر الدولہ بنی بویہ امیر جرجان سے مدد مانگی۔ اس نے ایک لشکر روانہ کیا۔ سبکتگین نے نواحی ہرات میں ان سب کو شکست دی۔ جس سے خراسان آل سامان کے پاس رہ گیا۔

امیر نوح نے اس کو ناصر الدولہ کا خطاب دیا۔ اور اس کے بیٹے محمود کو جس نے اس جنگ میں نمایاں کام کئے تھے سیف الدولہ کا خطاب عطا کر کے خراسان کا والی مقرر کر دیا۔ اس نے نیشاپور میں قیام کیا اور سبکتگین غزنین کی طرف واپس آگیا۔

ابو علی سمجور نے موقع پاکر پھر یورش کی۔ محمود کے پاس فوج کم تھی۔ اس لئے اپنے باپ کی طرف چلا۔ سبکتگین نے جب خبر پائی تو طوس کے متصل پہونچ کر ابو علی کو ایسی شکست فاش دی کہ وہ سر اٹھانے کے قابل نہیں رہا۔

۳۸۷ھ میں سبکتگین انتقال کر گیا۔ نہایت عادل۔ دین دار۔ مجاہد اور پابند عہد تھا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا اسماعیل جو محمود سے چھوٹا تھا امیر ہو گیا۔ محمود نے لکھا کہ امارت میرا حق ہے۔ تم اپنے درجہ پر رہو مگر وہ کسی طرح اتفاق پر راضی نہ ہوا۔ اس لئے نیشاپور سے غزنیں پر فوج کشی کی۔ اسماعیل گرفتار ہوا۔ لیکن محمود نے اس کے ساتھ برادرانہ برتاؤ رکھا اور درگذر سے کام لیا۔

خراسان میں سامانی سرداروں سے اس کی لڑائیاں ہوئیں۔ آخر میں وہ سب پر غالب آکر وہاں کا مستقل امیر ہو گیا۔ عباسی خلیفہ قادر باللہ نے اس کو یمین الدولہ کا خطاب عطا فرمایا اور ولایت کا خلعت بھیجا۔ اطراف ممالک کے بادشاہوں نے اس کی قوت کو دیکھ کر دربار میں اطاعت نامے بھیجے ہندوستان میں متعدد فتوحات حاصل کیں اور یہاں کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا۔ نیز رے جبال وغیرہ میں بھی اس کی حکومت قائم ہو گئی۔ اور طبرستان و جرجان کے ملوک نے اطاعت قبول کی ۴۲۱ھ میں وفات پائی۔

مسلمان بادشاہوں میں محمود کا درجہ بوجہ جنگ و جہاد و دینداری وغیرہ کے سلطان صلاح الدین کے بعد رکھا گیا ہے۔ اس نے ہمیش کست

نہیں کھائی اور ہر لڑائی میں فتح حاصل کی۔ اس کا جانشین اس کا بیٹا محمد ہوا۔ لیکن اس کے بڑے بھائی مسعود نے اس سے سلطنت چھین لی۔ قادر کی وفات کے وقت مسعود حکمران تھا۔

اس خاندان میں ۵۸۲ھ تک سلطنت رہی۔ بادشاہوں کی ترتیب یہ ہے۔

(۱) سبکتگین	۳۶۶ — ۳۸۷
(۲) اسماعیل	۳۸۸
(۳) یمین الدولہ محمود	۴۲۱
(۴) جلال الدولہ محمد بن محمود	۴۲۱
(۵) ناصر الدولہ مسعود بن محمود	۴۳۲
(۶) شہاب الدولہ مودود بن مسعود	۴۴۰
(۷) مسعود بن مودود	۴۴۰
(۸) بہار الدولہ ابوالحسن علی بن مسعود بن مودود	۴۴۰
(۹) عزالدولہ عبدالرشید بن محمود	۴۴۴
(۱۰) جمال الدولہ فرخ زاد بن مسعود بن محمود	۴۵۱
(۱۱) ظہیرالدولہ ابراہیم بن عبدالرشید	۴۹۲
(۱۲) علاؤ الدولہ مسعود بن ابراہیم	۵۰۸

(۱۳) کمال الدولہ شیرزاد بن مسعود	۵۰۸
(۱۴) سلطان الدولہ ارسلان بن مسعود	۵۱۲
(۱۵) یمین الدولہ بہرام شاہ بن مسعود	۵۴۷
(۱۶) معزالدولہ خسرو شاہ بن بہرام شاہ	۵۵۵
(۱۷) تاج الدولہ خسرو ملک بن خسرو شاہ	۵۸۲

اس کے بعد یہ سلطنت غوریوں کے ہاتھ میں آگئی

دولت زیاریہ

جرجان میں مرداویج بن زیاد نے سلطنت قائم کی تھی۔ اس خاندان میں حسب ذیل امرا ہوئے۔

(۱) مرداویج بن زیار	۳۱۶ - ۳۲۳
(۲) وشمگیر	۳۵۷
(۳) ظہیر الدولہ بے ستون پسر وشمگیر	۳۶۶
(۴) شمس المعالی قابوس پسر وشمگیر	۴۰۳
(۵) فلک المعالی منوچہر پسر بے ستون	۴۲۰
(۶) انوشروان بن قابوس	۴۳۴

ان کے وارث غزنویہ ہوئے۔

عراق میں قادر کے زمانہ میں بنی بویہ کے چار امرا ہوئے۔

(۱) بہاء الدولہ ابو نصر بن عضد الدولہ اسی نے قادر کو خلافت کے لئے منتخب کیا تھا۔ اس کی حکومت عراق۔ فارس۔ اھواز اور کرمان پر تھی۔ ۴۰۳ھ میں انتقال کر گیا۔

(۲) سلطان الدولہ ابو شجاع بن بہاء الدولہ۔ اس کا زمانہ سخت مضطرب رہا۔ اور فوج اس کے خلاف شور و شغب کرتی رہی۔

(۳) مشرف الدولہ ابو علی بن بہاء الدولہ۔ اس نے ۴۱۲ھ میں اپنے بھائی سلطان الدولہ سے سلطنت چھین لی اور اس کو عراق سے نکال دیا۔ اس نے جا کر فارس اور کرمان پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ ۴۱۵ھ میں شیراز میں انتقال کر گیا۔ اس کا بیٹا ابو کالیجار اس کا جانشین ہوا۔ مشرف الدولہ نے ۴۱۶ھ میں وفات پائی۔ یہ نیک نہاد اور عادل تھا۔

(۴) جلال الدولہ ابو طاہر بن بہاء الدولہ۔ مشرف الدولہ کے بعد خطبہ میں اس کا نام پڑھا گیا۔ یہ اس وقت بصرہ میں تھا۔ وہاں سے بلایا گیا۔ لیکن نہیں آیا اس وجہ سے خطبہ سے اس کا نام نکال کر ابو کالیجار پسر سلطان الدولہ والی فارس کا نام رکھا گیا۔ وہ اپنے چچا ابو الفوارس فرمانروائے کرمان کے ساتھ جنگ میں مصروف تھا اس وجہ سے بغداد آنے میں تعویق ہو گئی۔ یہاں بوجہ کسی بادشاہ کے نہ ہونے کے ترکوں نے شورش برپا کر دی۔ امراء نے پھر جلال الدولہ کو لکھا اس نے ۴۱۸ھ میں آ کر عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔

قادر کو امور حکومت میں مطلق دخل نہ تھا۔ لیکن بنی بویہ کی کمزوری اور اپنی ہر دل عزیز شخصیت کی وجہ سے اس نے امرار اور حکام پر ایک اثر قائم کر لیا تھا۔ وہ خود صاحب علم تھا۔ اور اہل علم کو اپنی صحبت میں رکھتا تھا۔ ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے۔ سنت کا سخت پابند تھا۔ صلحار کی زیارت کے لئے جاتا تھا اور عوام سے ملتا تھا۔

فاطمیوں کی خلافت کے سوا ہر جگہ اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ افریقہ میں بھی معز بن بادیس صاحب مغرب وقیروان نے اپنے یہاں سے فاطمی خطبہ کو اٹھا کر عباسی خطبہ جاری کر دیا تھا۔

قادر کے عہد میں اکثر اسلامی ممالک میں بڑے بڑے انقلابات ہوئے بہت سی پرانی سلطنتیں مٹیں اور ان کی جگہ نئی دولتیں قائم ہوئیں۔ ۲۳ ر ذی حجہ ۴۲۲ھ کو اس نے وفات پائی۔ اس کی عمر اس وقت ۸۶ سال دس مہینے کی تھی۔

قائم (۲۶)

خلافت ۲۳ر ذی حجہ ۴۲۲ھ سے ۱۳ر شعبان ۴۶۷ھ تک

۴۴ سال، ۷ ماہ ۲۰ یوم

ابوجعفر قائم بامراللہ بن قادر۔ باپ کی وصیت کے مطابق ذی حجہ ۴۲۲ھ میں اس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔

بنی بویہ

قائم کے آغاز عہد میں جلال الدولہ حکمران تھا۔ لیکن مال کی قلت اور فوج کے شور و شغب کی وجہ سے اس کی قوت کمزور اور ملک کی انتظامی حالت نہایت ابتر تھی۔ ۴۲۶ھ میں اس کے سپاہیوں کی ایک جماعت دیہات کو لوٹنے کے لئے نکلی، راستہ میں کردوں سے مقابلہ ہوگیا۔ انہوں نے ان کے گھوڑے اور ہتھیار سب چھین لئے۔ یہ سپاہی موضع یحییٰ میں پہنچے جو خلیفہ کی جاگیر میں تھا وہاں باغات کے پھل توڑے اور محافظوں کو مارا۔ خلیفہ نے جلال الدولہ کو لکھا لیکن وہ ان کو سزا دینے سے قاصر رہا۔ اس وقت خلیفہ نے قاضیوں اور

فقیہوں کو بلا کر کہا کہ جب سلطان مظالم کا انسداد نہیں کر سکتا تو تم لوگ اس کی حکومت میں قضا اور فتوے کو بند کر دو۔ انہوں نے اپنی مسندیں چھوڑ دیں۔

جلال الدولہ نے مجبور ہو کر فوج کی خوشامد کی۔ انہوں نے ان لٹیرے سپاہیوں کو خلیفہ کے یہاں پیش کر دیا۔ اس نے ان کو چھوڑ دیا۔

انتظام کی ابتری اور فوجی قوت کی کمزوری سے ملک میں لوٹ مار شروع ہو گئی۔ بادیہ نشین قافلوں پر حملے کرنے لگے۔ یہاں تک کہ حوالی بغداد میں آکر باشندوں کے اموال اور عورتوں کے کپڑے اور زیورات چھین لے جاتے تھے۔

جلال الدین نے باوجود اپنی اس کمزوری کے ۴۳۲ھ میں خلیفہ سے ملک الملوک کے خطاب کی خواہش کی۔ اس نے انکار کیا۔ اور کہا کہ اسلام میں اس قسم کا خطاب ممنوع ہے۔ جلال الدولہ مُصر ہوا۔ اس وجہ سے علمائے بغداد سے فتویٰ طلب کیا گیا۔ قاضی ابوالطیب طبری ابو عبداللہ صیرفی اور ابوالقاسم کرخی وغیرہ نے سلطان کے دباؤ سے جواز کا فتویٰ دیا۔ جس سے مجبوراً خلیفہ کو خطاب دینا پڑا۔

لیکن قاضی القضاۃ ابوالحسن ماوردی نے جو جلال الدولہ کے خاص ندماء میں سے تھے اور وہ ان کی بہت تعظیم کیا کرتا تھا اس فتوے کی مخالفت اور ان علماء کے ساتھ بحث کی۔ اور سلطانی دربار چھوڑ کر اپنے گھر بیٹھ رہے ایک دن جلال الدولہ نے ان کو طلب کیا۔ ڈرتے ہوئے گئے۔ اس نے کہا

کہ یہ تو میں جانتا تھا۔ کہ یہاں جس قدر اہل علم ہیں ان سے تم فائق تر ہو۔ لیکن اس معاملہ سے ظاہر ہو گیا کہ حق گوئی میں بھی تم سب سے بڑھ کر ہو۔ اس لئے کمال علمی کے ساتھ تمہاری حق پرستی اور غیرت دینی کا نقش بھی میرے دل پر ثبت ہو گیا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اب میری آنکھوں میں تمہاری عزت بہ نسبت سابق کے بہت زیادہ ہو گئی۔ انہوں نے الطاف شاہانہ کا شکریہ ادا کیا۔ سلطان نے ان کے رتبہ کو بڑھایا۔

جلال الدولہ نے ۴۳۵ھ میں انتقال کیا۔ یہ کربلا اور نجف کی زیارت کے لئے پاپیادہ ننگے پاؤں جایا کرتا تھا۔ اور اس کو دینداری سمجھتا تھا۔

اس کے بعد ابو کالیجار مرزبان بن سلطان الدولہ والی فارس جو مدت سے بغداد کی حکومت کی آرزو رکھتا تھا اور جلال الدولہ سے اس لئے لڑتا رہتا تھا۔ وہاں آیا۔ اس کا لقب محی الدین رکھا گیا۔ لیکن یہ بھی دیلمیوں اور بغدادی ترکوں کی باہمی نزاعوں سے مغلوب اور عاجز آگیا۔ ۴۴۰ھ میں انتقال کر گیا۔

ابو نصر خسرو فیروز جو اس کا بیٹا تھا اس کا جانشین ہوا۔ اس نے خلیفہ سے کہا۔ کہ مجھ کو ملک رحیم کا خطاب دیا جائے۔ خلیفہ نے انکار کیا۔ اور کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص ترین صفت ہے۔ بندوں کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں۔ لیکن اس نے مجبور کر کے اس خطاب کا فرمان اس سے لکھوا لیا۔ اسی کے زمانہ میں سلطان طغرل بک سلجوقی نے بغداد میں آ کر بنی بویہ کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔

آل بویہ کے عہد میں جو عراق میں ۱۱ جمادی الاول ۳۳۴ھ سے ۲۲ محرم ۴۴۷ھ تک رہا۔ یہ زرخیز صوبہ بالکل ویران اور برباد ہو گیا۔ نیز ان کے شیعہ ہونے کی وجہ سے سخت مذہبی تفرقہ پھیل گیا جس سے بڑے بڑے فتنے برپا ہوئے

اس خاندان کے امراء خود باہم ایک دوسرے سے لڑتے رہے رومی سلسلہ وار اسلامی حدود کو تاخت وتاراج کرتے تھے۔ لیکن انہوں نے کبھی اُن کی طرف رُخ نہیں کیا۔ بلکہ جب خراسانی مجاہدین امام قفال کے ساتھ آنے لگے تو ان کو بھی روک دیا۔ ان میں حکومت کی لیاقت اس قدر کم تھی کہ خود اپنی ہم قوم فوج پر بھی قابو نہیں رکھ سکتے تھے۔ جس کی وجہ سے برابر بدامنی قائم رہتی تھی۔ صرف عضد الدولہ کا عہد اچھا گذرا۔

آل سلجوق

قبیلۂ غز جس کی سکونت ترکستان میں تھی اس کا ایک نامور سردار تقاق ترکمانی بادشاہ بیغو کے دربار میں بڑی عزت رکھتا تھا۔ اس کا بیٹا سلجوق تھا جس سے شجاعت اور شہامت کے جوہر عیاں تھے۔ تقاق کے انتقال کے بعد بیغو نے اسی کو فوج کا سردار بنا دیا۔ اس نے اہل فوج میں اس قدر مقبولیت حاصل کی کہ بیغو کو خطرہ پیدا ہو گیا۔ اس وجہ سے اس کے قتل کی تدبیریں کرنے لگا۔ سلجوق اس کی نیت کا پتہ پا کر اپنے سارے قبیلہ کو لئے ہوئے دریائے سیحوں کے کنارے مقام جند میں آکر قیام پذیر ہو گیا

تھوڑے عرصہ کے بعد دین اسلام کی خوبیاں دیکھ کر یہ سب لوگ ایک ساتھ مسلمان ہو گئے جس سے ان کی قوت اور عظمت بڑھ گئی۔ اور بیغو کے علاقوں پر یورش کرنے لگے۔

اسی اثنا میں آل سامان اور ہارون بن ایلک خاں میں جنگ چھڑ گئی سامانیوں نے سلجوق سے مدد چاہی اس نے ہارون کو شکست دیدی جس کی وجہ سے اس کو سامانی دربار میں رسوخ حاصل ہو گیا۔

سلجوق نے جند میں وفات پائی۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ ارسلان میکائیل ہوئے۔ ان میں سے میکائیل بلاد ترک میں شہید ہو گیا۔ اس نے بھی تین بیٹے چھوڑے۔ بیغو۔ طغرل بک محمد۔ جغری بک داود۔

قبیلہ غز جند سے بڑھ کر بخارا کے متصل آباد ہوا۔ امیر بخارا نے ان کو خطرناک سمجھ کر وہاں سے نکال دیا۔ اس وجہ سے انہوں نے ترکستان کے بادشاہ بغرا خاں کے ملک میں جا کر پناہ لی۔ لیکن اس کے ناملائم سلوک سے پھر جند میں چلے آئے۔

۳۸۹ھ میں دولت سامانیہ کے انقراض کے بعد امیر علی تگین بخارا پر قابض ہو گیا۔ ایلک خاں کے بیٹے ہارون نے اس پر چڑھائی کی۔ علی تگین نے ارسلان سے مدد مانگی۔ اس نے جا کر ہارون کو شکست دی۔ اور بخارا میں داخل ہو گیا۔

سلطان محمود غزنوی جس وقت سیحوں سے پار اتر کر اس طرف گیا۔ اس نے قوت علی تگین اور ارسلان دونوں بخارا سے نکل گئے۔ محمود نے ارسلان کی قوت کا اندازہ لگا کر اس کی استمالت کی۔ اور امیدیں دلا کر بلایا۔ لیکن جب وہ آگیا تو اس کو گرفتار کر لیا۔ اور اس کے خاندان کو خراسان میں جابجا منتشر کر دیا۔ ان میں سے ایک شعبہ الغنی خرگاہ عمال خراسان کی بدسلوکیوں سے تنگ آکر اصفہان کی طرف چلا گیا۔ وہاں سے آذربیجان پہنچا۔ ۴۲۹ھ میں مراغہ میں داخل ہو گیا۔ باشندوں کو لوٹ لیا۔ اور قتل کر ڈالا۔ کرد متفق ہو کر مدافعت کے لیئے آئے اور سخت ہزیمت دے کر ان کو وہاں سے نکال دیا۔ اب اس جماعت کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک فریق نے جس کا سردار بوقا تھا۔ رے کو آکر لوٹا۔ اور دوسرے فریق نے جس کا سرخیل کوکتاش تھا ہمدان پر قبضہ کیا۔ اور اس کو غارت کر ڈالا۔ پھر اسد آباد اور دینور کو تاخت و تاراج کیا۔

طغرل کا مادری بھائی ابراہیم ینال الغنی خرگاہ والوں کی ان دست اندازیوں کو رد کرنے کے لیئے رے کی طرف گیا۔ وہ اس کے خوف سے آذربیجان کی طرف نکل گئے۔ وہاں کے باشندے چونکہ ان کے مظالم دیکھ چکے تھے اس لیئے متحد ہو کر مقابلہ کے لیئے تیار ہوئے۔ یہ رخ بدل کر دیار بکر میں پہنچے وہاں کا امیر سلیمان بن نصر الدولہ تھا۔ اس نے مال دے کر مصالحت کر لی۔ اب یہ موصل کی طرف بڑھے اور امیر قرواش کو شکست دے کر وہاں داخل ہو گئے۔ باشندوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔

اور گھروں کو لوٹ لیا۔

قرواش نے مقام سن میں آکر جلال الدولہ فرمانروائے بغداد سے امداد طلب کی۔ اس نے ایک آدمی بھی نہ بھیجا۔ لیکن عرب اور کرد اس کے ساتھ آکر مل گئے۔ نہر عجاج پر بوقا کی جمعیت سے مقابلہ ہوا۔ پہلے قرواش نے شکست کھائی۔ مگر پھر عربوں کی پامردی سے غالب آگیا۔ نصیبین تک تعاقب کر کے ان کو قتل کیا جس سے ان کی قوت ٹوٹ گئی۔ یہ فرقہ ارسلان بن سلجوق کا ماتحت تھا۔ اور تاریخ میں غز عراقی کے نام سے موسوم ہے

میکائیل بن سلجوق کی اولاد جو نواحی بخارا میں مقیم تھی ان میں سے یوسف بن موسیٰ بن سلجوق کو علی تگین نے اپنے دربار میں بلا کر ایک فوج کا امیر مقرر کر دیا اور چاہا کہ اس کو طغرل اور داؤد سے لڑا کر ان کی قوت کو توڑ دے۔ یوسف اس پر راضی نہیں ہوا۔ اس لیے علی تگین نے اس کو قتل کرا دیا۔ طغرل نے اپنے قبیلہ کو ساتھ لے کر انتقام کے لیے اس پر چڑھائی کی اور ہزیمت دی لیکن پھر اس نے ایک فوج لا کر اس کو پیچھے ہٹا دیا۔

۴۲۶ھ میں خوارزم شاہ پسر التونتاش نے طغرل کو امید میں دلا کر بلایا۔ جب یہ اپنے قبیلہ کے ساتھ وہاں پہنچا تو اس نے غداری کر کے شبخون کیا۔ یہ لوگ نسا کی طرف چلے گئے۔ وہاں سے سلطان مسعود بن محمود کو لکھا کہ ہم کو امان دے کر اپنے ملک میں بسنے دیجئے۔ ہم مددگار رہیں گے۔ اس

انکار کیا اور ان کے استیصال کے لیئے ایک فوج بھیجی۔ سلاجقہ نے اس کو مار کر بھگا دیا۔ مسعود کو اب اپنے انکار پر ندامت ہوئی۔ اور اس نے لکھا کہ میں تمہارے ساتھ ہر قسم کے احسان اور سلوک کا وعدہ کرتا ہوں تم شاطی جیحوں پر آمل میں سکونت اختیار کرلو۔ مگر سلجوقیوں کو اس کے وعدے پر اعتبار نہ تھا۔ اس لیئے اس کے ملک میں نہیں آئے۔

داؤد نے مقام مرو پر قبضہ کر کے وہاں کے باشندوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا پھر ان حدود میں اپنی ریاست کی توسیع کرنے لگا۔ رجب ۴۲۸ھ میں مرو میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ جس میں اس کو شہنشاہ کا لقب دیا گیا تھا۔ مسعود نے پھر ایک لشکر گراں اپنے سپہ سالار کی ماتحتی میں بھیجا۔ لیکن وہ سلجوقیوں کے مقابلہ سے عاجز رہا۔ داؤد نے طوس تک اس کا تعاقب کیا۔ ۴۲۹ھ میں خود مسعود فوج لے کر گیا۔ سلجوقیوں کا ایسا رعب اس کے سپاہیوں پر غالب تھا کہ وہ مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکے۔ مسعود صرف سو سواروں کے ساتھ جان بچا کر بھاگا اور سارا ساز و سامان جو شمار سے باہر تھا سلجوقیوں کے ہاتھ لگا۔ اس واقعہ کے بعد ۴۳۱ھ میں طغرل نے نیشاپور پر قبضہ کر لیا۔ اور وہاں کے لوگوں کو جو بدامنی سے تنگ تھے اطمینان دلایا۔ ۴۳۳ھ میں انوشروان بن منوچہر سے جرجان اور طبرستان چھین لیا۔ ۴۳۴ھ میں خوارزم پر بھی قابض ہو گیا۔ اودھر داؤد نے بلخ لے لیا۔

طغرل نے اب رے اور جبل کی طرف پیش قدمی کی - وہاں ابراہیم ینال پہلے ہی پہونچ چکا تھا۔ خدمت میں حاضر ہوا اور زمام حکومت اس کے ہاتھ میں سپرد کر دی - اس کے بعد قزوین سے ہمدان تک طغرل کے قبضہ میں آگیا اور اس کا مقدمۃ لشکر عراق تک پہنچ گیا - ابو کالی جار مرزبان نے صلح کے لئے سفیر بھیجے طغرل نے منظور کیا اور اس کی بیٹی کے ساتھ شادی کی - نیز اس کے بیٹے ابو منصور کے ساتھ اپنے بھائی داؤد کی لڑکی بیاہ دی - یہ واقعات ربیع الاول ۴۳۹ھ میں ہوئے - ۴۴۲ھ میں طغرل آرمینیہ کی طرف گیا - وہاں سے رومیوں پر چڑھائی کی - اور ملازکرد پران کو شکست دے کر ارضروم کی طرف بڑھا - رومی خوف زدہ ہوگئے۔

بغداد کی حالت اس زمانہ میں نہایت ابتر تھی - رہزنی اور چوری عام تھی - جابجا شورشیں برپا تھیں - بساسیری نے جو بہاء الدولہ کے غلاموں میں سے تھا وہاں غلبہ حاصل کر کے شیعیت کا علم کھڑا کیا - اور عباسی خطبہ کو اٹھا کر فاطمی خطبہ جاری کر دیا۔

خلیفہ قائم طغرل سے مدد کا خواہاں ہوا - وہ یہی چاہتا تھا - فوراً رے سے روانہ ہو کر بغداد کی طرف آیا - ترکی امراء کے نام خطوط بھیجے جن میں ان کے ساتھ احسان کا وعدہ کیا - ان لوگوں نے جواب میں اس کو اپنی اطاعت کا یقین دلایا - ۲۵ر محرم ۴۴۷ھ کو بغداد میں داخل ہوا اور بنی بویہ کے آخری سلطان

ملک رحیم کو پکڑ لیا۔ اس دن سے وہاں سلطنت سلجوقی کا علم بلند ہوا۔ اور دیلمی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

سلجوقی قبائل کے پانچ حصے ہو گئے تھے۔ ہر ایک نے جداگانہ ممالک پر تسلط کر کے اپنی اپنی حکومت قائم کی۔

سلاجقہ عظمے

ان کا قبضہ خراسان سے لے کر رے۔ جبال۔ فارس۔ اھواز۔ جزیرہ اور عراق تک تھا۔ یہ سلطنت ۴۲۹ھ سے ۵۲۲ھ تک رہی۔

ملوک کے نام یہ ہیں۔

(۱) رکن الدین ابو طالب طغرل بیگ	۴۲۹ - ۴۵۵
(۲) عضد الدین ابو شجاع الپ ارسلان	۴۶۵
(۳) جلال الدین ابو الفتح ملک شاہ	۴۸۵
(۴) ناصر الدین محمود	۴۸۷
(۵) رکن الدین ابو المظفر برکیا روق	۴۹۸
(۶) رکن الدین ملک شاہ ثانی	۴۹۸
(۷) غیاث الدین ابو شجاع محمد	۵۱۱
(۸) معز الدین ابو الحارث سنجر	۵۲۲

اس کے بعد شاہان خوارزم کے قبضہ میں آ گئی۔

سلاجقہ کرمان

یہ لوگ قاورت بک بن داؤد بن میکائیل بن سلجوق کے قبیلہ کے تھے۔ ان کی حکومت ۴۳۳ھ سے ۵۶۳ھ تک قائم رہی۔

فرمانرواؤں کی فہرست یہ ہے۔

(۱) عمادالدین قرا ارسلان قاورت بک	۴۳۳ - ۱۰۵۶ء
(۲) کرمان شاہ	۴۶۷
(۳) حسین	۴۶۷
(۴) رکن الدین سلطان شاہ	۴۷۷
(۵) توران شاہ	۴۹۰
(۶) ارانشاہ	۴۹۴
(۷) ارسلان شاہ	۴۹۶
(۸) مغیث الدین محمد اوّل	۵۱۱
(۹) محی الدین طغرل شاہ	.....
(۱۰) بہرام شاہ۔	...
(۱۱) ارسلان شاہ ثانی	......
(۱۲) طرخان شاہ	......
(۱۳) محمد ثانی	۵۸۳

ان کے وارث ترکمانان غز ہوئے۔

سلاجقہ کردستان

ان کی دولت ۵۱۱ھ سے ۵۹۰ھ تک رہی۔ پھر خوارزمیوں نے لے لی۔ بادشاہوں کی ترتیب اس طرح پر تھی۔

(۱) مغیث الدین محمود	۵۱۱-۵۲۵
(۲) غیاث الدین داؤد	۵۲۶
(۳) طغرل اول	۵۲۷
(۴) غیاث الدین مسعود	۵۴۷
(۵) معین الدین ملک شاہ	۵۴۸
(۶) محمد	۵۵۴
(۷) سلیمان شاہ	۵۵۴
(۸) ارسلان شاہ	۵۶۳
(۹) طغرل ثانی	۵۹۰

سلاجقہ شام

یہ دولت تتش بن الپ ارسلان بن داؤد بن میکائیل بن سلجوق نے ۴۸۷ھ میں سلاجقہ عظمیٰ میں سے برکیاروق کے عہد میں قائم کی۔ یہ ۵۱۱ھ تک صرف ۲۴ سال رہی پھر بوری اور ارتقی سلاطین اس پر قابض ہو گئے۔

ملوک کے نام یہ ہیں۔

(۱) تتش بن الپ ارسلان ۴۸۷ — ۴۸۸

(۲) رضوان بن تتش ۵۰۷

(۳) الپ ارسلان بن رضوان ۵۰۸

(۴) سلطان شاہ بن رضوان ۵۱۱

سلاجقۂ روم

یہ قطلمش سلجوقی کا قبیلہ تھا۔ ان کا نشین شہر قونیہ تھا جو ایشیائے کوچک (روم) میں واقع ہے۔ اس دولت کی بنیاد ملک شاہ سلجوقی کے زمانہ میں ۴۷۰ھ میں پڑی۔ اور ۷۰۰ھ تک قائم رہی ملوک حسب ذیل ہوئے۔

(۱) سلیمان بن قطلمش ۴۷۰ — ۴۸۵

(۲) قلیچ ارسلان بن سلیمان ۵۰۰

(۳) ملک شاہ بن قلیچ ارسلان ۵۱۰

(۴) مسعود بن قلیچ ارسلان ۵۵۱

(۵) عزالدین قلیچ ارسلان بن ملک شاہ ۵۸۴

(۶) قطب الدین ملک شاہ بن قلیچ ارسلان

عزالدین ۵۸۸

(۷) غیاث الدین کیخسرو بن قلیچ ارسلان عزالدین ۵۹۷

(۹) قلیج ارسلان بن سلیمان	۶۰۱
غیاث الدین کے خسرو (دوبارہ)	۶۰۷
(۱۰) عزالدین کیکاؤس بن ملک شاہ	۶۱۶
(۱۱) علاء الدین کے قباد بن ملک شاہ	۶۳۴
(۱۲) غیاث الدین کے خسرو بن کے قباد	۶۴۳
(۱۳) عزالدین کے کاؤس بن کے خسرو	۶۵۵
(۱۴) رکن الدین قلیج ارسلان بن کے خسرو	۶۸۲
(۱۵) غیاث الدین کے خسرو بن قلیج ارسلان	۶۸۲
(۱۶) غیاث الدین مسعود بن کیکاؤس	۶۹۱
(۱۷) علاء الدین کے قباد	۷۰۰

اس کے وارث آل عثمان ہوئے۔ جو بحمد اللہ اب تک سلطنت اور خلافت اسلامی کا علم سنبھالے ہوئے ہیں۔

ان میں سے خلافت بغداد کا تعلق سلاجقۂ عظمیٰ اور ان کے بعد سلاجقۂ کردستان کے ساتھ تھا جو عراق پر آکر مسلط ہو گئے تھے۔ یہ تعلق ۴۴۷ھ سے جب سے کہ طغرل بغداد میں داخل ہوا ۵۹۰ھ تک رہا۔

طغرل چونکہ سُنّی تھا اس وجہ سے اس نے خلافت اور خلیفہ کا بڑا احترام رکھا۔ یہاں تک کہ اُن کے ساتھ قرابت کے تعلقات بھی قائم کئے۔ پہلے اپنی

بھتیجی ارسلان خاتون بنت داؤد خلیفہ کے ساتھ بیاہی پھر خود اس کی بیٹی کے ساتھ اپنی شادی کی درخواست کی۔ چونکہ یہ امر غیر معمولی تھا اس لئے خلیفہ کو بہت پس و پیش ہوا۔ لیکن آخر میں منظور کر لیا۔ اور عمید الملک کو وکیل بنا کر بھیجا بمقام تبریز بہ شعبان ۴۵۴ھ میں اس عقد کی رسوم ادا ہوئیں۔

حادثہ بساسیری

۴۵۰ھ میں بساسیری نے نور الدولہ دبیس کو اپنے ساتھ متفق کر کے قریش بن بدران عقیلی پر حملہ کیا وہ سلطان طغرل کے بھتیجے قطلمش کو اپنے ساتھ لے کر مقابلے کے لئے نکلا میدان سنجار میں صف آرائی ہوئی۔ بساسیری غالب آ گیا۔ یہ سن کر طغرل فوراً بغداد سے روانہ ہوا۔ جنگ و قتال کے بعد جزیرہ سے بلاد موصل تک قبضہ کیا۔ وہاں اپنے بھائی ابراہیم ینال کو مقرر کر کے ۴۴۹ھ میں بغداد میں واپس آیا۔ خلیفہ نے اس کے سر پر تاج رکھا اور عمامہ بھی باندھا جو اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ یہ عرب اور عجم دونوں کا بادشاہ ہے۔ پھر سات خلعت دے کر ملک المشرق و المغرب کا خطاب عطا فرمایا۔ طغرل نے تبرکاً دوبارہ خلیفہ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اپنی آنکھوں پر رکھا۔

ابراہیم ینال نے موصل میں خود مختاری کا اعلان کر دیا اور بلاد جبل کی طرف لشکر لے کر بڑھا۔ طغرل اس کے تعاقب میں گیا۔ مصریوں نے موقع پا کر بساسیری کو فوج دے کر بھیجا۔ جب وہ بغداد کے قریب آیا تو چونکہ وہاں کوئی فوج نہیں تھی۔

اس لئے خلیفہ نے بھاگ کر عربی رئیس قریش بن بدران عقیلی کے پاس پناہ لی۔ اس نے اپنے چچازاد بھائی مبارشس کو جو نہایت دین دار تھا خلیفہ کے ساتھ کر دیا تاکہ بادیہ میں کسی محفوظ مقام میں لیجا کر رکھے۔

بساسیری نے بغداد میں داخل ہو کر فاطمی خلافت کا علم بلند کر دیا۔ مستنصر علوی کا خطبہ پڑھا اور اذان میں حَیَّ علٰی خَیْرِ الْعَمَل کا اضافہ کیا۔

طغرل نے جا کر ابراہیم کو گرفتار کیا اور ۴۵۱ھ میں اس کو کمان کی تانت سے پھانسی دلوائی پھر بغداد کی طرف پلٹا۔ راستہ ہی میں سے امام اہل سنت ابوبکر احمد بن محمد کو جو ابن فورک کے نام سے مشہور تھے قریش بن بدران کے پاس بھیجا کہ خلیفہ کی حفاظت اور حمایت کے لئے اس کا شکریہ ادا کریں اور واپس لائیں۔ ذی قعدہ ۴۵۲ھ میں سلطان اور خلیفہ دونوں بغداد میں پہنچے۔ بساسیری خوف سے بھاگ گیا تھا۔ سلطان نے اس کے تعاقب میں فوج بھیجی جو اس کا سر کاٹ کر بغداد میں لائی۔

طغرل نے بغداد کے سارے انتظامات درست کئے۔ وہاں ایک شحنہ مقرر کر دیا۔ اور خود رے میں آکر اسی کو اپنا پایہ تخت قرار دیا۔ وہیں ۸ر رمضان ۴۵۵ھ میں یوم جمعہ کو انتقال کیا۔

الپ ارسلان

ان کے بعد وزیر عمید الملک نے اس کے بھتیجے سلیمان کو سلطان

بنانا چاہا۔ لیکن عضد الدولہ ابو شجاع الپ ارسلان محمد بن داؤد بن میکائیل بن سلجوق اپنی قوت سے تخت پر آگیا یہ نیک نہاد اور عالی حوصلہ بادشاہ تھا۔ اس نے اپنی وزارت کے لئے نظام الملک طوسی کو منتخب کیا۔ جس کا نام وزرار کی تاریخ میں ممتاز ہے۔

الپ ارسلان کے عہد میں ملک روم نے منبج پر چڑھائی کی اور وہاں کے سپاہیوں کو ہلاک کر کے باشندوں کو قتل و غارت کیا۔ الپ ارسلان خود فوج لے کر چلا۔ راہ میں معلوم ہوا کہ رومیوں کا لشکر کثیر التعداد ہے اور وہ منبج سے خلاط کے محاصرہ کے لئے بڑھ رہے ہیں۔ اس لئے آذربیجان کا راستہ اختیار کیا۔

پہلے رومیوں کی بیس ہزار فوج خلاط پر آئی۔ ذی قعدہ ۴۶۳ھ میں وہاں کے سپاہ نے نکل کر اس کو شکست دی۔ لیکن جب سارا رومی لشکر پہنچ گیا تو وہ شہر میں محصور ہو گئی۔ رومیوں نے ملازکرد کی چھاؤنی پر بھی قبضہ کر لیا۔

سلطان منزل بمنزل سرعت کے ساتھ جا رہا تھا اور اپنی فوج کا بھی انتظار نہیں کرتا تھا۔ اس کی آرزو یہ تھی کہ اس جنگ میں شہادت سے سرخرو ہو۔ ۲۰ ذی قعدہ یوم پنجشنبہ کو پہنچ ملازکرد اور خلاط کے وسط میں فروکش ہوا۔ اسی روز رومی بادشاہ کے نام خط لکھا کہ اگر تم صلح کرنا چاہو تو ہم آمادہ ہیں ورنہ اللہ کے بھروسہ پر جنگ کریں گے۔ اس نے سفیر سے کہا کہ اس خط کا جواب

میں رے میں پہنچ کردوں گا۔ اس پر مسلمانوں کے دلوں میں جوش حمیت کے شعلے
بھڑک اُٹھے۔

علامہ ابونصر محمد بن عبدالملک بخاری نے جو عسکر شاہی کے امام تھے سلطان
سے کہا کہ چونکہ تم جہاد کے لئے آئے ہو اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے کہ وہ مجاہد
کو فتح عطا فرمائے گا۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ کل بعد نماز جمعہ ان کے مقابلہ میں بڑھو۔
تاکہ اہل اسلام کی دعائیں تمہارے ساتھ ہوں۔ چنانچہ دوسرے دن سلطان نے
نماز جمعہ کے بعد فوج کو باقاعدہ مرتب کر کے چار حصوں میں تقسیم کیا۔ سب سے پہلے
خود رومیوں کے مقابلہ میں پہنچا۔ جب آتش جنگ خوب مشتعل ہوئی تو دوسری فوج
پیچھے سے آگئی۔ رومی منتشر ہونے لگے۔ یہاں تک کہ چاروں فوجوں نے ان کو
گھیر کر سخت ہزیمت دی اور بادشاہ روم کو گھیر کر پکڑ لیا۔ قیدیوں اور مال غنیمت
کا کچھ شمار نہ تھا۔ گھوڑوں اور ہتھیاروں کی قیمتیں گھٹ گئیں۔ ایک ایک دینار پر
تین زرہیں فروخت ہوئیں۔ بار برداری کی تین ہزار گاڑیاں ملی تھیں۔ اور ایک
منجنیق ہاتھ آئی تھی۔ جس میں بارہ سو آدمی لگتے تھے۔ سلطان مظفر و منصور
واپس آئے۔ رومی اس کے بعد سے نواح آرمینیہ پر حملہ آور نہیں ہوئے۔

سلطان الپ ارسلان کا زمانہ عروج کا تھا۔ اس میں فوجی قوت بڑھی
اور علمی ترقیاں بھی ہوئیں۔ وزیر نظام الملک نے بغداد میں ۴۵۸ھ میں مدرسہ
نظامیہ قائم کیا۔ جس میں شیخ ابواسحاق شیرازی رئیس فقہاء شافعیہ درس

دیتے تھے۔ اس کو دیکھ کر شرف الملک ابو سعد محمد بن منصور مستوفی المملکت نے امام ابو حنیفہؒ کے مزار پر حنفیہ کے لئے ایک مدرسہ بنوایا۔

۴۶۵ھ میں الپ ارسلان فوج کثیر لے کر چین کی فتح کے لئے روانہ ہوا۔ لیکن دریائے جیحون سے پار اُتر کر ۱۰ ربیع الاوّل کو انتقال کر گیا۔ اور یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔ مرنے کے وقت اس نے کہا کہ میں جب جنگ میں گیا ہمیشہ میرا اعتماد اور توکل اللہ تعالےٰ پر رہا۔ مگر یہاں جب ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو کر میں نے اپنی فوج کا جائزہ لیا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اب دنیا میں کوئی میرا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے۔ میں یقیناً سارے ملک چین کو فتح کر لوں گا۔ غالباً یہی خیال میری ناکامی کا باعث ہوا۔

الپ ارسلان کے بعد اس کا ولی عہد جلال الدولہ ابو الفتح ملک شاہ تخت نشین ہوا۔ اس کے آغاز عہد میں خلیفہ قائم نے ۱۳ شعبان ۴۶۷ھ مطابق ۲ اپریل ۱۰۷۵ء میں وفات پائی۔

مقتدی (۲۷)

خلافت ۱۳ شعبان سنہ ۴۶۷ھ سے ۵ محرم سنہ ۴۸۷ھ تک

۱۹ سال ۴ ماہ ۲۲ روز

ابوالقاسم عبداللہ بن ذخیرہ ابوالعباس بن قائم بامراللہ۔

خلیفہ قائم کا بیٹا ذخیرہ اس کی زندگی ہی میں فوت ہو گیا تھا۔ چونکہ اس کے کوئی دوسری اولاد نہ تھی۔ اس لئے لوگوں کو خیال ہوا کہ اب قادر باللہ کی نسل سے خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور اس سے سخت خلل کا اندیشہ تھا۔ کیونکہ دیگر بنی عباس جو خلفاء سابقین کی اولاد میں سے تھے عام لوگوں میں مخلوط ہو گئے تھے۔ اور ان کی کوئی امتیازی حیثیت اور ہیبت باقی نہیں تھی۔ لہذا ان میں سے کسی کو منتخب کرنا دشوار تھا۔ مگر ذخیرہ کے مرنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اس کی ایک ارمنی کنیز ارجوان نامی حاملہ ہے۔ اس کے شکم سے چند ماہ کے بعد عبداللہ پیدا ہوا۔ جب یہ سن بلوغ کو پہنچا تو قائم نے اس کو اپنا ولی عہد بنایا۔ اس کی وفات کے بعد ۱۳ شعبان ۴۶۷ھ کو اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی۔

یہ قوی دل اور مصلح تھا۔ بغداد میں مغنیات اور مفسدات کی بڑی کثرت تھی۔ سب کو نکلوا دیا۔ کبوتر بازی یک قلم بند کرا دی۔ حماموں کے نابدانوں کے لئے جو دجلہ میں گرتے تھے حوض بنوا دیئے۔ ان اصلاحات کی وجہ سے اس کی ذات سے خلافت کی گری ہوئی شان کسی قدر بلند ہوئی۔ اس کے عہد میں نہایت ارزانی اور رزق کی فراوانی تھی۔ متعدد نئے محلے بھی آباد ہو گئے۔

ملک شاہ

ملک شاہ نہایت عادل۔ دیندار۔ عالی رتبہ اور بلند حوصلہ بادشاہ تھا۔ آل سلجوق میں اس کا عہد ہر لحاظ سے ممتاز ہے۔ جس طرف اس نے رُخ کیا فتح اور کامیابی حاصل کی۔ انطاکیہ سے قسطنطنیہ تک رومیوں کو پسپا کرتا ہوا چلا گیا۔ اور ان کے ملک میں جا بجا تقریباً پچاس منبر قائم کئے۔ قیصر نے ایک ہزار دینار سالانہ جزیہ پر صلح کی۔ اور ان تمام فتوحات میں دو ماہ سے زائد نہیں صرف ہوئے۔

مشرق میں سمرقند کو فتح کر کے وہاں کے خان کو گرفتار کر لیا۔ وہ اس کا زین پوش سر پر لئے ہوئے رَے تک ہم رکاب آیا۔ وہاں پہنچ کر سمرقند اس کو بخش دیا۔ دوسرے سال اوسگند پر قبضہ کیا۔ اس کے قرب و جوار کے تمام امرا نے ہدیئے اور اطاعت نامے بھیجے۔

نظام الملک

سلطنت کی یہ ساری عظمت و شان حقیقت میں وزیر کبیر خواجہ بزرگ

ابو علی حسن قوام الدین نظام الملک طوسی کی بدولت تھی۔ جس کی تدبیر اور جہانداری کی قابلیت سے سارے ملکی اور فوجی انتظامات درست ہوئے تھے۔

خواجہ نظام الملک بہت بڑا عالم اور علم دوست تھا۔ اس کا دربار فقہا، فضلاء، صلحاء اور اہل ادب سے معمور رہتا تھا۔ اس نے تمام سلطنت میں مدارس نظامیہ قائم کیے۔ اور ان کے اخراجات کے لئے خزانہ سے رقمیں منظور کیں۔ جس وقت اذان سنتا تھا خواہ کیسے ہی ضروری کام میں مصروف کیوں نہ ہو چھوڑ کر اٹھ جاتا تھا۔ اور پڑھ کر اس کو انجام دیتا تھا۔ بہت سے ناجائز محاصل جو پہلے بادشاہوں کے زمانوں میں لگائے گئے تھے اٹھا دیئے۔ اس سے پہلے وزیر عمید الملک کندری نے سلطان طغرل کے عہد میں منبروں پر رافضیوں اور ان کے ساتھ اشعریوں پر بھی لعنت بھیجنے کا دستور نکالا تھا۔ جس کی وجہ سے بہت سے ائمہ مثلاً امام الحرمین استاد امام غزالی اور ابوالقاسم قشری وغیرہ ترک وطن کر کے حجاز میں چلے گئے تھے نظام الملک نے اس کو بند کیا۔ اور ان لوگوں کو واپس بلا لیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ وزیر اپنی عقل و تدبیر کی وجہ سے دولت سلجوقیہ کی پیشانی کا نور تھا۔ اصول جہانداری پر فارسی زبان میں سیاست نامہ اسی کی تصنیف ہے جو اب تک علماء اور ادباء میں مقبول ہے۔ لیکن حاسدوں اور غمازوں سے آخر کار

شکایتیں کر کے ملک شاہ کو اس کی طرف سے بدگمان کر دیا۔ اس نے نظام الملک کو لکھا کہ تم میرے ملک پر مسلّط ہو گئے اور اس کو اپنے قرابت مندوں میں تقسیم کر رہے ہو۔ اب مجھے اجازت دو کہ میں وزارت کی دوات تمہارے سامنے سے اٹھا کر کسی دوسرے شخص کے آگے رکھ دوں۔ اور اہلِ ملک کو تمہاری طویل حکومت کے ملال سے نجات دلواؤں۔

جو لوگ اس فرمان کو لے کر آئے تھے ان سے نظام الملک نے کہا کہ یہ دوات موجود ہے۔ لیکن سلطان سے کہہ دو کہ اسی کے ساتھ اس کا تاج وابستہ ہے۔ اگر آج یہ میرے سامنے سے اٹھ گئی تو کل اس کے سر پر تاج بھی نہیں رہیگا۔

ملک شاہ کو اس کا یہ جواب گراں گذرا۔ اسی اثنا میں ۴۸۵ھ میں نظام الملک کو ایک باطنی ملحد نے قتل کر ڈالا۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس کے بعد ملک شاہ بھی ۳۳ دن سے زیادہ زندہ نہیں رہا۔ اور اس کی موت سے آلِ سلجوق کی شوکت ختم ہو گئی۔ کیونکہ وہ باہمی جنگوں میں مصروف ہو گئے۔

ملک شاہ کے زمانہ میں اس کے نام کا خطبہ حدودِ چین سے شام تک اور شمال سے یمن تک پڑھا جاتا تھا وہ اپنی زندگی میں کسی مقصد میں ناکام نہیں رہا۔ سارے قلمرو میں عدل و انصاف کی وجہ سے امن اور خوش حالی تھی۔ نہریں کھودی گئیں۔ پل بنائے گئے۔ جامع مسجدیں آباد ہوئیں۔ مدرسے تعمیر کئے گئے۔ مکّہ کے راستوں میں جابجا رباط اور لنگر خانے قائم ہوئے اور اسلامی شوکت

ہمسایہ سلطنتوں پر غالب آگئی۔

ملک شاہ کے چار بیٹے تھے۔ برکیا روق۔ محمد۔ سنجر۔ اور محمود جو سب سے چھوٹا تھا۔ اس کی والدہ ترکان خاتون تھی جو سلطان کی عزیز ترین بیوی تھی اور جس کی بیٹی خلیفہ مقتدی کے ساتھ بیاہی گئی تھی۔ اس وجہ سے خلیفہ اور ترکان خاتون دونوں محمود کی ولیعہدی چاہتے تھے۔ لیکن برکیا روق جو بڑا بیٹا تھا اور جس کو نظام الملک ولی عہد بنا گیا تھا ممالک نظامیہ کی امداد سے تخت نشین ہو گیا۔ خلیفہ مقتدی کے پاس اعلان بھیجا گیا۔ مگر وہ اس پر دستخط کرنے سے قبل اچانک انتقال کر گیا۔ اس کی وفات ۵ محرم ۴۸۵ھ میں ہوئی۔

مستظہر (۲۸)

خلافت ۵ محرم سنہ ۴۸۷ھ سے ۱۶ ربیع الاوّل سنہ ۵۱۲ھ تک۔

۲۵ سال ۳ ماہ ۱۱ روز

مقتدی کے بعد اس کا بیٹا ابوالعباس احمد مستظہر باللہ خلیفہ ہوا۔ یہ بڑا نیک۔ فیاض اور مستقل مزاج تھا۔ سب کو خوش رکھتا تھا۔ کسی کی تکلیف اس کو گوارا نہ تھی۔ اس کا سارا عہد اہل بغداد کے لئے آرام اور راحت کا زمانہ تھا۔ خط بہت پاکیزہ لکھتا تھا۔ اور ادب و شعر میں مہارت رکھتا تھا۔

برکیاروق

اس نے اپنے آغاز عہد میں نظام الملک کے بیٹے عزالملک کو وزارت اور اس کے بھائی عبدالرحیم کو منصب طغرا عطا کیا۔ علی بن ابو علی قسمی کو متوفی الممالک بنایا۔ لیکن یہ سب کے سب ناکارے اور شراب خوار تھے۔ خود برکیاروق بھی دن رات لہو و لعب میں مبتلا رہتا تھا۔ یہ دیکھ کر سلطان تتش ارسلان فرمانروائے دمشق نے جزیرہ موصل۔ دیار بکر۔ اور آذربیجان پر قبضہ کر لیا۔ پھر برکیاروق سے

سلطنت چھین لینے کے ارادہ سے آگے بڑھا۔ لیکن رے کے متصل پہنچ کر ۴۸۸ھ میں شکست کھا کر مقتول ہو گیا

اس کا سبب یہ تھا کہ برکیاروق نے خواب غفلت سے بیدار ہو کر موید الملک ابوبکر عبداللہ کو جو نظام الملک کے بیٹوں میں سب سے زیادہ لائق تھا وزارت پر بلا لیا۔ اس کے حسن تدبیر سے کامیابی حاصل ہوئی۔ چنانچہ جس وقت وہ برکیاروق کو اس فتح کی مبارک باد دینے کے لئے گیا۔ برکیاروق نے کہا کہ یہ فتح تمہاری کوشش اور برکت سے حاصل ہوئی ہے۔ مگر باوجود اس کے دونوں میں صفائی نہ رہ سکی۔ کیونکہ برکیاروق کی والدہ زبیدہ خاتون امور سیاست میں دخیل ہو گئی۔ نظام الملک کے دوسرے بیٹے فخر الملک نے اس کے پاس ہدیئے اور تحفے بھیج کر اپنا رسوخ پیدا کیا۔ پھر اپنے بھائی موید الملک کی شکایتیں کیں۔ جن کی وجہ سے اس نے برکیاروق کو مخالف بنا دیا۔ اس نے موید الملک کو قید کر کے فخر الملک کو وزارت دی۔

موید الملک اپنی تدبیروں سے قید سے نکل کر محمد بن ملک شاہ والی اران کے پاس پہنچا اس نے اس کی تعظیم و تکریم کی اور وزارت سپرد کر دی۔ موید الملک نے اس کو برکیاروق پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کیا وہ تیار ہو کر اصفہان کی طرف بڑھا اور وہاں قبضہ کر لیا۔ برکیاروق نے بھی فوج بھیجی۔ فریقین میں ۴۹۱ھ سے ۴۹۷ھ تک متواتر پانچ سال جنگ ہوتی رہی جس سے ملکی نظام کا شیرازہ بکھر گیا اور

رعایا تنگ آگئی۔

کیفیت یہ تھی کہ رے۔ جبل۔ طبرستان۔ خوزستان۔ فارس۔ دیار بکر اور حرمین میں برکیا روق کے نام کا خطبہ جاری تھا اور آذربجان۔ اران۔ آرمینیہ۔ اصفہان۔ اور عراق میں محمد کا۔ بطائح میں کہیں اس کا اور کہیں اس کا۔ اور بصرہ میں دونوں کا۔ سنجر بن ملک شاہ نے مشرق میں حدود جرجان سے ماوراء النہر تک اپنے نام کا خطبہ شروع کر دیا۔ یہ ابتری دیکھ کر فرنگی ملک شام پر بیت المقدس کے لئے حملے کرنے لگے۔ اس وجہ سے بعض دانشمند اور عقیل امراء نے برکیاروق اور محمد میں صلح کرا دی اور دونوں کے حدود قائم کر دیئے۔

برکیاروق اس کے چند روز کے بعد ۲ ربیع الاول ۴۹۸ھ میں انتقال کر گیا۔

ملک شاہ ثانی اور سلطان محمد

برکیاروق کی وفات کے بعد امراء نے اس کے بیٹے ملک شاہ ثانی کی سلطنت کا اعلان کیا۔ محمد نے چڑھائی کی۔ برکیاروقی امراء جنگ کرنی چاہتے تھے۔ مگر اپنی قوت کو کم دیکھ کر مقابلہ کے لئے نہیں آئے۔ سلطان محمد بلا منازعت تخت پر قابض ہو گیا۔ لیکن وزراء اچھے نہیں منتخب کر سکا۔ اس وجہ سے ملک میں بدنظمی اور شورش پھیلی۔ ۲۴ ذی الحجہ ۵۱۱ھ کو وہ انتقال کر گیا۔ اس کے

چند ماہ کے بعد مستظہر نے بھی وفات پائی۔

مستظہر باللہ کے عہد میں اسلامی ممالک میں بڑے بڑے حادثات اور واقعات ہوئے۔ مشرق میں فرقۂ باطنیہ کا ظہور ہوا۔ جنہوں نے اپنی سفاکیوں اور خونریزیوں سے ایک عام تہلکہ مچادیا۔ اور مغرب میں صلیبی جنگ شروع ہوئی۔ چونکہ ان دونوں کا تعلق مصر کی خلافت فاطمیہ کے ساتھ ہے کیونکہ باطنیہ ان کے حامی تھے اور فرنگی ان کے دشمن۔ اس لئے اس کی تفصیل خلافت فاطمی کے مؤرخ کا فرض ہے ہم صرف یہاں اجمالی کیفیت لکھتے ہیں۔

باطنیہ

فاطمیین نے جب مغرب میں اپنی دولت قائم کرلی تو چاہا کہ مشرق میں بھی اس کے حدود کی توسیع کریں۔ تاکہ تمام عالم اسلامی میں ان کی خلافت مسلّم ہوجائے۔ بشروع سے ان لوگوں نے جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ دعوت اور تبلیغ کا تھا۔ یعنی اپنے مریدین کو خاص تعلیمات دے کر جن میں ان کی امامت کی دعوت سب سے مقدم ہوتی تھی۔ ممالک میں بھیجتے تھے کہ مخفی طور پر لوگوں کو ان کی تلقین کریں۔ تبلیغ میں مہارت حاصل کرنے کے لئے مصر میں ایک باقاعدہ نظام مرتب کیا تھا جس کے سرغنہ کا لقب داعی الدعاۃ ہوتا تھا۔ اور اس کا درجہ قاضی القضاۃ کے برابر بلکہ اس سے بڑھ کر سمجھا جاتا تھا۔ وہاں داعیوں کو طریقِ دعوت اور اسرار تبلیغ کی تعلیم دے کر اسلامی صوبوں میں روانہ کر دیتے تھے۔

خلفاء فاطمیین کی نگاہیں خراسان اور ایران پر جو شیعیت کا گہوارہ رہ چکے تھے لگی ہوئی تھیں۔ مصر پر قابض ہونے کے بعد سب سے پہلے انہوں نے اپنے دعاۃ انھیں ممالک میں بھیجے۔ یہاں بنی بویہ کے عہد تک جابجا اصحاب برید و اخبار متعین تھے جو ہر قسم کی اطلاعیں دیا کرتے تھے اس لئے ان کے زمانہ میں یہ کامیاب نہ ہو سکے۔ لیکن الپ ارسلان نے جاسوسی کے صیغہ کو توڑ دیا۔ نظام الملک نے اس سے کہا بھی کہ سلطنت کے لئے اس کی سخت ضرورت ہے۔ مگر اس نے جواب دیا کہ ہر شہر میں ہمارے دوست بھی ہیں اور دشمن بھی۔ ممکن ہے کہ ارباب غرض دوست کو دشمن یا دشمن کو دوست کی شکل میں دکھلائیں اس لئے میں اس بات کو جائز نہیں رکھتا۔ اس وقت سے باطنیہ کو موقع مل گیا اور انہوں نے اپنی تبلیغ کا جال پھیلا دیا۔

سب سے پہلے اس کا ظہور سادہ میں ہوا۔ جو رے اور ہمدان کے درمیان واقع ہے۔ وہاں کے شحنہ نے دو باطنیوں کو گرفتار کیا۔ لیکن لوگوں نے سفارش کر کے چھڑا لیا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے وہاں ایک مؤذن کو اپنے مقاصد کی تبلیغ کی۔ اس نے ماننے اور ساتھ دینے سے انکار کیا۔ ان کو خطرہ ہوا کہ کہیں مخبری نہ کر دے۔ اس لئے اس کو قتل کر ڈالا۔ یہ پہلا خون تھا جو مشرق میں انہوں نے بہایا۔

اصفہان اور نیشاپور کے وسط میں ایک قصبہ قائن ہے۔ اس کا رئیس ک

جماعت میں شامل ہو گیا۔ یہ لوگ اس کے پاس جمع ہوئے۔ اسی اثنا میں کرمان کا قافلہ تجارت اس طرف سے گزرا۔ نکل کر اس کو لوٹ لیا۔ اور کل کاروانیوں کو قتل کر ڈالا۔ صرف ایک ترکمانی شخص کسی طرح بچ نکلا۔ اس نے قاین میں جا کر فریاد کی۔ لوگ مدد کے لئے گئے۔ لیکن باطنیوں کی جماعت کو مغلوب نہ کر سکے۔

اس فرقہ نے جا بجا خاص کر نواحی اصفہان میں غارتگری شروع کر دی اور اپنی قوت کو بڑھا کر وہاں ملک شاہ کے تعمیر کردہ قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ ان کا داعی اعظم احمد بن عبد الملک بن عطاش تھا۔ اس کے سر پر شاہانہ تاج رکھا۔ اور بہت مال غنیمت لا کر جمع کیا۔

حسن بن صباح جو ہندسہ۔ حساب اور نجوم وغیرہ میں بڑا ماہر تھا ابن عطاش کے مریدوں میں داخل ہو گیا۔ اس نے اس کو مصر میں بھیج دیا۔ وہاں اصول دعوت کی تعلیم حاصل کی۔ اور خلیفہ فاطمی مستنصر سے مل کر مرو میں آیا۔ کہ سیف و قلم سے اس جماعت کی مدد کرے۔ سب سے پہلے ایک گروہ کے ساتھ قلعۂ الموت پر قبضہ کر لیا۔ جو ساحل بحر خزر پر ایک محفوظ کوہستان میں واقع تھا۔ نظام الملک نے فوج بھیجی جس نے چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا اور رسد کی آمد روک دی۔ حسن بن صباح نے اپنے ایک آدمی کو بھیجا جس نے جا کر اچانک نظام الملک کو قتل کر ڈالا۔ وزیر کے قتل کے بعد فوج محاصرہ اٹھا کر واپس چلی آئی۔

باطنیوں کو اب آزادی مل گئی۔ انہوں نے قہستان اور طبس وغیرہ پر بھی تسلط کیا اور ابہر کے متصل وسنم کوہ کے نامی اور محفوظ قلعہ کو قبضہ میں لا کر اپنا ماویٰ اور ملجا بنایا۔ نیز اس کے اطراف کے قلعہ بھی لے لئے۔

رؤسار باطنیہ اپنے مریدوں کو موت کے متعلق عجیب وغریب تلقینات کرتے تھے جن کے اثر سے ان میں کا ایک شخص باوجود اس یقین کے کہ وہ ضرور قتل کر دیا جائے گا۔ بے خوف ہو کر اپنے متعدد مخالفین پر ٹوٹ پڑتا تھا اور جس کو مارنا چاہتا تھا اس کا کام تمام کر دیتا تھا۔ اس وجہ سے ان کا رعب دلوں پر چھا گیا۔ او ہر طبقہ کے لوگ ان سے ڈرنے لگے۔ وہ چونکہ ایک مخفی جماعت تھی اس لئے اور بھی فتنہ برپا ہو گیا۔ لوگ باہم ایک دوسرے کے ساتھ بدگمانی رکھنے لگے۔ اور دوست و دشمن کی تمیز جاتی رہی۔ چنانچہ تیران شاہ پسر توران شاہ بن قاذ بک کو رعایا نے باطنی سمجھ کر ملحد قرار دیا۔ اور مقام بردسیو سے اس کو نکال کر ارسلان شاہ کو بلا لیا۔ درباریوں کو اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کے لئے باطنیت کی تہمت لگا دینا آسان ہو گیا کیونکہ سلاطین کو اپنی جانوں کا اس قدر خطرہ رہتا تھا کہ وہ اس قسم کے خفیف شبہہ پر بھی لوگوں کو سزائیں دیدیتے تھے۔

سلطان برکیاروق کے بہت سے امرار کو باطنیہ نے مار ڈالا۔ اور یہاں تک ان کا خوف طاری ہو گیا کہ کوئی شخص بلا زرہ پہنے اور ہتھیار لگائے

اپنے گھر سے نکلنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ اسی درمیان میں سلطان محمد نے
اس پرورش کی اور ہر طرف مشہور کیا کہ برکیارق خود باطنی ہے۔ اس وجہ سے
اس کی فوج اس پر الحاد کا شبہ کرنے لگی۔ لوگوں نے مشورہ دیا کہ تم باطنیوں پر
لشکرکشی کرو۔ تاکہ یہ بدگمانی رفع ہو جائے۔ اس نے فوج لے کر چڑھائی کی۔ اور
ان کی ایک جماعت کو گرفتار کر کے میدان میں لا کر قتل کر دیا۔ ان میں بہت سے
لوگ ایسے بھی تھے جو بری تھے۔ لیکن ان کے دشمنوں نے ان پر تہمتیں لگادی
تھیں۔

عجیب تر امر یہ ہے کہ علامہ کیاہراس پر بھی جو مدرسہ نظامیہ بغداد کے
نامور مدرس اور امام غزالی کے ساتھی تھے۔ بعضوں نے الحاد کی تہمت لگادی۔
سلطان محمد نے ان کو پکڑ لیا۔ خلیفہ مستظہر نے فوراً اعیان بغداد کو بھیجا۔ جنہوں
نے ان کے صحت اعتقاد اور فضیلت علمی کی شہادت دی۔ اس وقت ان کی
جان بچی۔

باطنیوں کی دراز دستی سے خراسان میں اضطراب عظیم پیدا ہو گیا۔
اس وجہ سے ۴۹۰ھ میں سلطان سنجر کا سپہ سالار اعظم امیر برغش ان پر حملہ
آور ہوا۔ بہت سے ملحدوں کو قتل کر کے طبس کا محاصرہ کیا۔ باطنیوں نے
ایک بڑی رقم رشوت میں اس کو دیدی۔ اس لئے وہ محاصرہ اٹھا کر چلا گیا۔
۴۹۷ھ میں پھر دوبارہ گیا اور طبس کو فتح کر لیا۔ لیکن باطنیوں کا استیصال

نہیں کیا۔ بلکہ ان کے ساتھ مصالحت کر کے واپس آگیا۔ انہوں نے پھر غارتگری شروع کر دی۔ اور اس سال ہند۔ سندھ۔ ماوراء النہر اور خراسان سے جو عظیم الشان قافلہ حج کے لئے جا رہا تھا۔ اس کو رے کے متصل لوٹ لیا۔ اور سب کو قتل کر ڈالا۔

سنہ ۵۰۰ھ میں جب سلطان محمد کے جھگڑے برکیاروق کے ساتھ ختم ہو گئے تو اس نے ان کے مٹانے کا تہیہ کیا۔ اور سب سے پہلے اصفہان کے قلعہ کا جہاں کا رئیس ابن عطاش تھا محاصرہ کیا۔ رعایا میں سے ایک جم غفیر اس جہاد میں اس کے ساتھ تھا۔

باطنیہ جب تنگ آگئے تو انہوں نے معسکر سلطانی میں اس مضمون کا ایک استفتا بھیجا۔

> سادات فقہا اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک جماعت جو اللہ اس کے رسول اور قیامت پر ایمان رکھتی ہے لیکن صرف سلطان وقت کی مخالف ہے اس کے ساتھ صلح جائز ہے یا نہیں۔

اکثر فقہا نے جواز کا فتویٰ دیا۔ لیکن بعض نے ناجائز کہا۔ فریقین مناظرہ کے لئے جمع ہوئے اور دیر تک بحث ہوتی رہی۔ علامہ ابو الحسن علی بن عبد الرحمن سمنجانی نے جو فقہائے شافعیہ میں ممتاز تھے فرمایا کہ ان لوگوں کے ساتھ جنگ واجب ہے۔ اور صلح کسی طرح جائز

نہیں ہم نے مانا کہ وہ اللہ اور رسول کو مانتے ہیں اور قیامت پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن جس کو انھوں نے امام مانا ہے وہ شرع شریف کے خلاف جو احکام دیتا ہے اس پر عمل کرنا بھی واجب سمجھتے ہیں ایسی حالت میں ان کا خون قطعی مباح ہے

باطنیہ نے پھر درخواست بھیجی کہ جو لوگ ہمارے ساتھ صلح ناجائز قرار دیتے ہیں ان کو قلعہ میں بھیج دیجیے تاکہ ہمارے علمار کے ساتھ مناظرہ کریں۔ سلطان نے فقیہہ ابوالعلا صاعد بن یحییٰ حنفی قاضی اصفہان کی معیت میں چند علمار کو بھیج دیا۔ ان لوگوں نے جاکر مناظرہ کیا۔ مگر کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ کیونکہ باطنیوں کی غرض صرف یہ تھی کہ اس تدبیر سے وہ سلطانی فوج میں تفرقہ ڈال دیں۔ اور ان کے آدمیوں کو امرار کے قتل کا موقع مل جائے۔ چنانچہ ایک باطنی نے اس امیر پر جو جنگ میں سب سے زیادہ کوشاں تھا آکر وار بھی کیا۔ مگر وہ بچ گیا۔ اور نہایت خفیف زخم آیا۔

محاصرہ سختی کے ساتھ جاری رہا۔ باطنیوں نے لکھا کہ ہم کو امان دیدی جائے کہ ہم اس قلعہ کو چھوڑ کر ارجان اور طبس کی طرف چلے جائیں۔ یہ درخواست منظور کرلی گئی۔ لیکن ابن عطاش نے غداری کی اور قلعہ کو خالی نہیں کیا۔ پھر جنگ شروع ہوئی آخر میں وہ مع اپنے بیٹے کے گرفتار ہوا۔ ان دونوں کے سر کاٹ کر بغداد میں بھیج دیئے گئے۔ ابن عطاش کی بیوی نے قلعہ سے

گر کر خودکشی کر لی۔

سلطان محمد نے اب حسن بن صباح پر جو ۲۶ سال سے الموت کے قلعہ پر قبضہ کر کے قرب و جوار کے دیار کو لوٹ مار سے تباہ کئے ہوئے تھا لشکر کشی کی لیکن راہ میں بیمار ہو گیا۔ اس لئے خود نہ جا سکا اور امیر انوشتگین شیر گیر والی ساوہ کو بھیجا۔ اس نے ایک ایک قلعہ سے ان کو نکال کر آخر میں الموت کا محاصرہ کیا۔ باطنیہ شدت حصار سے تنگ آ گئے تھے۔ اور قریب تھا کہ قلعہ سپرد کر دیں۔ مگر اسی اثناء میں سلطان کی وفات کی خبر آ گئی۔ جس کی وجہ سے فوج واپس چلی آئی۔

جنگ صلیبی

آل سلجوق نے جب قونیہ میں سلطنت قائم کر لی اور ایشیائے کوچک سے رومیوں کا تسلط اٹھا دیا تو ایک راہب بطرس نامی بابائے روم اور یانس کے پاس فریاد لے کر پہنچا۔ اس نے اہل یورپ کو مذہب کے نام سے ارض مقدس اور آثار مسیحؑ کی حفاظت کے لئے برانگیختہ کیا۔ اور ان کے دلوں کو مسلمانوں کے خلاف غیض و غضب سے بھر دیا۔ چنانچہ ۴۸۹ھ مطابق ۱۰۹۶ء میں اگست کے مہینہ میں وہاں سے صلیبی فدائی بہت بڑی تعداد میں روانہ ہوئے۔ آگے آگے بطرس راہب تھا۔

مگر اس جمعیت کا نظام فوجی نہیں تھا۔ راستہ میں انہوں نے جا بجا لوٹ مار کی۔ جس کی وجہ سے بلغاریا اور ہنگری کے باشندوں کے ساتھ لڑائیاں

ہوئیں۔ ان میں سے زیادہ تر ہلاک ہو گئے بقیہ جب ایشیائے کوچک میں داخل ہوئے تو ان کو سلطان قلیج ارسلان کی فوجوں نے ختم کر دیا۔ ایک بھی بچ کر واپس نہ جا سکا۔

اس ناکامی کے بعد اہل یورپ نے دوسرے حملہ کا سامان کیا۔ اس میں تین لشکر شامل تھے۔

(۱) پہلا لشکر فرانسیسیوں کا تھا۔ جن کا سردار گاڈ فرے ڈیوک دی بورین تھا اس کے ساتھ فرانس اور آسٹریا کے متعدد امرار فوج تھے۔

(۲) دوسری فوج فلپ شاہ فرانس کے بھائی ہیو آف ورمانڈوا کی ماتحتی میں تھی۔

(۳) تیسرا گروہ خود روم سے تیار ہوا تھا۔ ان کا سرگروہ بوہیمنڈ تھا جو اطالیہ کے مقام تارانت کا رئیس تھا۔

یہ تینوں جماعتیں جن کی مجموعی تعداد سات لاکھ سے کم نہ تھی مصیبتیں اٹھاتی ہوئی قسطنطنیہ سے آبنائے کو عبور کر کے ایشیا میں پہنچیں سلطان مقابلہ نہ کر سکا انہوں نے آکر قونیہ کا محاصرہ کر لیا۔ تقریباً ۵۰ دن کے بعد وہ ان کے سپرد کر دیا گیا اس کے بعد ان میں نااتفاقی پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے باہمی خلفشار ہوا۔ اور بہت سے ہلاک ہو گئے۔ ان میں سے ایک امیر بالڈوین نامی جدا ہو کر جزیرہ فراتیہ کی طرف آیا اور مقام رہا پر قابض ہو گیا۔

یعنیہ انطاکیہ کی طرف بڑھے وہاں کا حاکم امیر باغیسان تھا۔ اس نے مقابلہ میں نہایت شجاعت دکھائی۔ پورے نو مہینے تک صلیبی محاصرہ کئے ہوئے پڑے رہے اور کچھ نہ کر سکے۔ آخر میں ایک برج کے محافظ کو رشوت دے کر ملا لیا جس کی وجہ سے اندر داخل ہو گئے۔

دوران محاصرہ میں ان لوگوں نے امراء دمشق اور حلب کو خطوط لکھے کہ ہم صرف ان شہروں کے خواہاں ہیں جو رومیوں کے تھے۔ آپ سے ہم کو کوئی واسطہ نہیں ہے۔ مطلب اس سے یہ تھا کہ یہ لوگ اہل انطاکیہ کی مدد کو نہ آئیں چنانچہ ان سادہ لوحوں نے یہی کیا۔

فتح انطاکیہ کے بعد معرۃ النعمان پر قبضہ کیا۔ پھر بیت المقدس کی طرف بڑھے۔ یہ شہر آل سلجوق کی حکومت میں تھا۔ لیکن فاطمیوں نے ان کو صلیبیوں کے مقابلہ میں مشغول پا کر اپنے امیر افضل بن بدر جمالی کو بھیج کر قبضہ کر لیا تھا۔ تقریباً ڈیڑھ ماہ کے محاصرہ کے بعد صلیبیوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔ اور وہ ۲۳ شعبان ۴۹۲ھ میں اس میں داخل ہو گئے۔ باشندوں کو بیدریغ تہ تیغ کیا۔ ان میں سے کچھ لوگ نالہ و فریاد کرتے ان قاضی ابو سعید ہروی کے ساتھ بغداد پہنچے۔ وہاں ان خونی مظالم کو سنا کر امداد طلب کی۔ اس زمانہ میں برکیاروق اور سلطان محمد باہمی جنگ میں مشغول تھے۔ اس وجہ سے ان مظلوموں کو کوئی مدد نہیں مل سکی۔

فرنگیوں نے گاڈفرے کو بیت المقدس کا بادشاہ بنایا۔ لیکن اس نے اپنا لقب صرف محافظ قبر مسیح رکھا۔ اور تھوڑے دنوں کے بعد ۱۰ر جولائی سنہ ۱۱۰۰ء میں انتقال کر گیا اس کا بھائی بالڈوین رہاسے آکر اس کا جانشین ہوا۔ اور اپنی جگہ اپنے بیٹے بالڈوین برگ کو چھوڑا۔ جو عربی تواریخ میں بردویل لکھا جاتا ہے۔

اب اسلامی ممالک کے وسط میں اہل یورپ کی متعدد حکومتیں قائم ہو گئیں۔ بیت المقدس۔ انطاکیہ۔ اور رہا۔ وغیرہ۔ ان سب میں محترم بیت المقدس کی ریاست تھی۔

ان کی لڑائیاں مسلمانوں کے ساتھ سنہ ۴۹۰ھ سے سنہ ۶۹۰ھ دو صدی تک مسلسل جاری رہیں۔

وفات مستظہر

۱۶ر ربیع الاول سنہ ۵۱۲ھ میں مستظہر باللہ نے وفات پائی۔

مسترشد (۲۹)

خلافت ۱۶/ربیع الاول سنہ ۵۱۲ھ سے ۱۷/ذی قعدہ سنہ ۵۲۹ھ تک

۱۷ سال ۸ ماہ ایک دن

ابو المنصور الفضل مسترشد باللہ بن مستظہر۔ اپنے باپ کی وصیت کے مطابق اس کی وفات ۱۶/ربیع الاول سنہ ۵۱۲ھ مطابق ۷/اگست سنہ ۱۱۱۸ء کو خلیفہ ہوا۔

سلطان محمود و سنجر

اس کے آغاز عہد میں سلطان محمود بن ملک شاہ فرماں روا تھا۔ اس نے اپنے چچا سنجر بادشاہ رے کو لکھا کہ تم مازندران مجھ کو دے دو۔ وہ اس طلب سے برہم ہو گیا۔ فریقین کی طرف سے جنگ کا سامان ہوا۔ اور ساوا کے متصل لڑائی ہوئی۔ محمود نے شکست کھائی۔ جب وقت یہ خبر بغداد میں پہنچی۔ خلیفہ نے خطبہ سے اس کا نام نکال کر سنجر کا نام داخل کر دیا۔

سنجر کی والدہ جو محمود کی دادی تھی زندہ تھی اس کی سفارش سے سنجر نے پھر اس کا ملک اس کو واپس دے دیا۔ اور اپنا ولی عہد بنایا۔ یہ امر اس کے بھائی مسعود کو جو موصل اور آذربیجان کا رئیس تھا ناگوار گذرا۔ کیونکہ وہ اپنی سلطنت کی تدبیر میں تھا۔ اس نے اپنے وزیر ابو اسماعیل طغرائی کے مشورہ سے محمود پر جو اصفہان میں تھا فوج کشی کی۔ اسدآباد میں میدان کارزار گرم ہوا۔ محمود نے دن بھر نہایت ثابت قدمی سے مدافعت کی۔ شام کو حملہ کر کے مسعود کو شکست دیدی۔ طغرائی پکڑا گیا۔ اس کے قتل کا حکم دیا۔ اور کہا کہ اس کی بدباطنی سے یہ جنگ پیش آئی۔ یہ وزیر انشا پرداز اور شاعر تھا

پھر مسعود کو بلایا۔ جب وہ آیا تو اس کے ساتھ سلوک و مہربانی کی۔

خلیفہ مسترشد نے سلجوقیوں کی باہمی نزاعوں میں موقع پا کر کچھ طاقت پیدا کر لی۔ اور مخالفین کے مقابلہ میں فوج کشی کرنے لگا۔ آل سلجوق کے شحنہ کو بھی بغداد سے نکال دیا۔ اس نے جا کر سلطان محمود سے شکایت کی۔ وہ بغداد کی طرف آیا۔ خلیفہ اپنی فوج اور عوام الناس کو لے کر مقابلہ کے لئے نکلا۔ مگر جب طاقت نہ دیکھی تو صلح کر لی۔ خلیفہ کے دشمنوں نے سلطان محمود کو مشورہ دیا کہ بغداد میں آگ لگا دے۔ اس نے کہا کہ یہ ایسا کام ہے کہ اگر سارے عالم کی سلطنت بھی مجھ کو مل جائے تو میں نہیں کروں گا۔

سلطان جب شہر میں داخل ہوا تو خلیفہ نے خلعت اور عربی گھوڑے

اس کے سامنے پیش کئے۔ تقریباً دو ماہ کے قیام کے بعد ہر ربیع الثانی ۵۲۱ھ

میں وہاں سے واپس چلا آیا۔

باطنیہ

یہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ اصفہان میں ابن عطاش باطنی کی جماعت کو سلطان محمد نے فنا کر دیا تھا۔ لیکن الموت والے رہ گئے تھے۔ ۵۲۴ھ میں سلطان محمود نے ان کا استیصال کر دیا۔ اس نے ۵۲۵ھ میں وفات پائی۔ نہایت حلیم و کریم تھا۔

سلطان مسعود و طغرل ثانی

سلطان محمود کی وفات کے بعد اس کے بیٹے داؤد کا نام خطبہ میں لیا گیا جو اس وقت بلاد جبل کا والی تھا۔ مسعود نے مخالفت کی۔ اس وجہ سے دونوں میں جنگ ہوئی۔ داؤد کو ہزیمت ملی۔ اس پر سلطان سنجر والی رے جو اس خاندان کا بزرگ تھا۔ مسعود کو سزا دینے کے لئے آیا۔ اس نے نواح دینور میں مقابلہ کیا۔ سنجر نے شکست دے دی۔ پھر امان دے کر بلایا عتاب فرما کر مقام گنجہ میں بھیج دیا۔ اور اس کے بھائی طغرل ثانی کو تخت نشین کر کے رے کو واپس چلا آیا۔

مسعود نے موقع پا کر ایک جمعیت فراہم کی۔ اور بغداد کی طرف آیا۔ خلیفہ کو متفق کر کے اس سے بھی امداد لی۔ اور ہمدان میں جا کر طغرل کو مغلوب کر لیا۔

اس کے بعد سے اس کے نام کا خطبہ جاری ہو گیا۔

خلیفۂ بغداد نے بوجہ اپنی قوت کے اب بالاستقلال احکام نافذ کرنے شروع کئے۔ مسعود نے اس کو روکا۔ خلیفہ نے خطبہ سے اس کا نام نکال دیا۔ اور فوج کشی کی۔ لیکن مقابلہ کے وقت عوام نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور ترک سلطانی لشکر میں جا کر مل گئے۔ اس وجہ سے گرفتار ہو کر گیا۔ آخر اس نے یہ شرط لکھی کہ نہ کوئی فوج رکھے گا نہ اپنے قصر سے باہر نکلے گا۔ اس وقت رہا کیا گیا۔ اسی اثنا میں ایک باطنی نے اس کو مار ڈالا۔ یہ واقعہ مراغہ کے دروازہ پر ۱۷ ذی قعدہ ۵۲۹ھ میں ہوا۔

راشد (۳۰)

(خلافت ۱۷ ذی قعدہ سنہ ۵۲۹ھ سے ۸ ذی قعدہ سنہ ۵۳۰ھ تک

گیارہ ماہ گیارہ روز)

ابو جعفر المنصور راشد باللہ بن مسترشد۔ ۱۷ ذیقعدہ سنہ ۵۲۹ھ مطابق ۳۰ اگست سنہ ۱۱۳۵ء میں خلیفہ ہوا۔ اپنے باپ کا انتقام لینے کے لئے سلطان مسعود کے خلاف امراء کے ساتھ سازش شروع کی۔ اور سلطان محمود کے بیٹے داؤد کو اس کے مقابلہ کے لئے اٹھایا۔ مسعود فوج لے کر بغداد کی طرف بڑھا۔ جن امراء نے خلیفہ کا ساتھ دیا تھا اب وہ خوف سے الگ ہونے لگے۔

یہاں تک کہ عماد الدین زنگی صاحب موصل جو اس امر میں خلیفہ کا سب سے بڑا مددگار تھا وہ بھی بغداد سے نکلنے لگا۔ راشد بھی صورت حال دیکھ کر اسی کے ساتھ چلا گیا۔ مسعود نے بغداد میں داخل ہو کر فقہاء اور قضاۃ کو جمع کر کے فتوے لیا کہ راشد خلافت سے خارج ہے۔

مقتفی (۳۱)

خلافت ۸ رذی حجہ ۵۳۰ھ سے ۲ ربیع الاول ۵۵۵ھ تک

۲۴ سال ۲ ماہ ۲۴ روز

ابو عبداللہ حسین مقتفی لامر اللہ بن مستظہر۔ راشد کے بعد خلافت کے لئے نامزد کیا گیا۔ ۸ ذی حجہ ۵۳۰ھ کو اس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ سلطان مسعود نے اس کے ساتھ رشتہ بھی قائم کیا۔ اور اپنی بہن فاطمہ کا ایک لاکھ دینار مہر پر اس کے ساتھ نکاح کر دیا۔

خلیفہ معزول راشد نے داؤد کی مدد سے پھر خلافت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکا اور نواحی اصفہان میں باطنیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔

سلطان مسعود باوجود اپنے اہل خاندان اور دیگر امرار کی مخالفتوں کے برابر سلطنت پر قائم رہا۔ ۵۴۷ھ میں ہمدان انتقال کر گیا۔

نہایت فیاض۔ نرم خو۔ خوش مزاج اور پاک دل تھا۔ رعایا کے ساتھ

حسن سلوک سے پیش آتا تھا۔ اس کی موت سے سلطنت سلجوقی کی سعادت ختم ہو گئی اور اس کے پرزے پرزے ہو گئے

سب سے پہلے خلیفہ بغداد نے سلطانی شحنہ اور امراء کو نکال دیا۔ اور ان کے مکانات اور اموال ضبط کر لئے۔ پھر ایک فوج مرتب کر کے عراق حلہ اور واسط وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ دیگر ممالک اتابکوں میں تقسیم ہو گئے۔

اتابک ترکی لفظ ہے جس کے معنی ہیں اتالیق۔ سلاطین سلجوق تربیت کے لئے اپنے بیٹوں کو فوجی امراء کے حوالے کر دیتے تھے۔ یہی لوگ اتابک کہے جاتے تھے۔ ان میں سے اکثر والیان صوبہ اور نائبان حکومت کے درجوں پر تھے۔ جب مرکزی قوت کمزور ہو گئی تو ہر اتابک نے اپنے اپنے رقبۂ حکومت پر مستقل قبضہ جما لیا۔

شاہان خوارزم

اس خاندان کا بزرگ محمد تھا جس کے باپ انوشتگین کو ایک سلجوقی امیر بلباک نے گرجستان سے خریدا تھا وہ چونکہ بہادر اور فرزانہ تھا۔ اس وجہ سے اس کو عروج مل گیا۔ اس نے اپنے بیٹے محمد کو نہایت اچھی تعلیم و تربیت دی۔ سلطان برکیاروق کے زمانہ میں محمد والی خوارزم کے ساتھ گیا۔ اس نے ایک بڑا عہدہ دیا۔ اور تھوڑے دنوں میں اس کے کام سے ایسا خوش ہوا کہ خوارزم شاہ کا لقب بخشا۔ محمد نے اپنی لیاقت۔ انصاف پسندی اور

علمی و دینی اوصاف کی بدولت ہر دل عزیزی حاصل کر لی۔ سلطان سنجر بھی اس سے بہت خوش ہوا۔ اور اپنے زمانہ میں اس کو خوارزم کی حکومت پر بحال رکھا۔ ۵۲۱ھ میں اس محمد نے وفات پائی۔ اس کی جگہ پر اس کا بیٹا اتسز مقرر ہوا۔ یہ بھی نہایت مدبر اور شجاع تھا۔ سنجر نے بڑی بڑی مہمات میں اس سے امداد لی۔ سلطان مسعود کی وفات پر یہ خوارزم کا خود مختار فرماں روا بن گیا۔ یہ سلطنت اس کے خاندان میں ۶۲۸ھ تک رہی۔

شاہوں کے نام یہ ہیں۔

(۱) محمد بن انوشتگین	۴۹۰ - ۵۲۱
(۲) اتسز بن محمد	۵۵۱
(۳) ارسلان بن اتسز	۵۶۸
(۴) سلطان شاہ محمود بن ارسلان	۵۶۸
(۵) تکش بن ارسلان	۵۹۶
(۶) علاء الدین محمد بن تکش	۶۱۷
(۷) جلال الدین منکبرنی بن علاء الدین	۶۲۸

پھر یہ سلطنت تاتاریوں کے ہاتھ میں آگئی۔

دولت ارتقیہ

یہ دولت ارتق ترکمانی کی طرف منسوب ہے جو ملک شاہ کا غلام

اور ایک فوج کا سردار تھا۔ اس کے بیٹے معین الدولہ سقمان نے سلطان برکیاروق کے عہد میں ۴۹۵ھ میں قلعہ کیفا سے امیر موسیٰ ترکمانی کو نکال کر اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد علاقہ ماردین کو بھی اپنی ریاست میں شامل کیا۔

سنہ ۵۰۲ھ میں اس ریاست کے دو حصے ہو گئے۔ ایک کا مرکز حصن کیفا رہا۔ اور دوسرے کا ماردین۔ کیفا کی حکومت سنہ ۶۳۰ھ تک اس خاندان میں رہی اس کے بعد ایوبیوں کے قبضہ میں آئی۔ امراء کی فہرست یہ ہے۔

(۱) معین الدولہ سقمانی	۴۹۵ - ۴۹۸ھ
(۲) ابراہیم بن سقمان	۵۰۲
(۳) رکن الدین داؤد بن سقمان	۵۴۳
(۴) قمر الدین قرہ ارسلان بن داؤد	۵۷۰
(۵) نور الدین محمد بن ارسلان	۵۸۱
(۶) قطب الدین سقمان بن محمد	۵۹۷
(۷) ناصر الدین محمود بن محمد	۶۱۹
(۸) رکن الدین مودود بن محمود	۶۲۰

ماردین کی حکومت سنہ ۸۱۱ھ تک رہی۔ اس کے وارث آل عثمان ہوئے۔

امرار کے نام یہ ہیں

(۱) نجم الدین غازی بن ارتق	۵۰۲ — ۵۱۶
(۲) حسام الدین تیمور تاش بن غازی	۵۴۷
(۳) نجم الدین البی بن تیمور تاش	۵۷۲
(۴) قطب الدین غازی بن البی	۵۸۰
(۵) حسام الدین یولق بن ارسلان غازی	۵۹۷
(۶) ناصر الدین ارتق بن ارسلان غازی	۶۳۷
(۷) نجم الدین غازی بن ارتق ارسلان	۶۵۸
(۸) قرہ ارسلان بن غازی	۶۶۱
(۹) شمس الدین داؤد بن قرہ ارسلان	۶۹۳
(۱۰) نجم الدین غازی بن قترہ ارسلان	۷۱۲
(۱۱) شمس الدین صالح بن غازی	۷۶۵
(۱۲) منصور احمد بن صالح	۷۶۹
(۱۳) صالح محمود بن احمد	۷۶۹
(۱۴) مظفر داؤد بن صالح	۷۷۸
(۱۵) طاہر مجد الدین عیسےٰ بن داؤد	۸۰۹
(۱۶) صالح بن داؤد	۸۱۱

اتابکیہ دمشق

آل سلجوق میں سے تتش الپ ارسلان نے شام پر قبضہ کیا تھا۔ اس کا ایک غلام ظہیر الدین طغتگین تھا جو لڑائیوں میں اس کے ساتھ شریک رہتا تھا۔ تتش نے اس کی بہادری کی وجہ سے اس کو سیف الاسلام کا خطاب دیا۔ اور اپنے بیٹے وقاق کا اتالیق مقرر کیا۔ وقاق جب فرمانروا ہوا تو ظہیر الدین نے ہر کام میں خلوص کے ساتھ اس کی مدد کی۔ اور جب وہ مر گیا تو اس کے چھوٹے بچے کو تخت نشین کیا۔ تتش کا بڑا بیٹا بکتاش مقابلہ کے لئے اٹھا۔ اور بیت المقدس کے فرنگیوں سے مدد لے کر آیا۔ لیکن ناکام رہا۔ وقاق کے بچہ کے بعد طغتگین نے اپنی حکومت قائم کر لی جو ۲۳ سال تک رہی۔ پھر آل زنگی اس کے وارث ہوئے۔

ملوک کی فہرست یہ ہے۔

(۱) سیف الاسلام ظہیر الدین طغتگین	۴۹۷ - ۵۲۲
(۲) تاج الملوک بوری	۵۲۶
(۳) شمس الملوک اسماعیل	۵۲۹
(۴) شہاب الدین محمود	۵۳۳
(۵) جمال الدین محمود	۵۳۴
(۶) مجیر الدین ابق	۵۴۹

اتابکیہ موصل

آق سنقر ملک شاہ سلجوقی کا غلام اور سب سے نامور سپہ سالار تھا۔ وہ برکیارق کے زمانہ میں تتش ارسلان کے مقابلہ میں حلب کے متصل مارا گیا۔ برکیارق نے اس کی خدمات کی وجہ سے اس کے بیٹے عماد الدین کی شاہانہ تربیت کی۔ اس نے اپنے باپ سے بھی زیادہ ناموری اور عزت حاصل کی۔ سلطان محمود نے سنہ ۵۲۱ھ میں اس کو موصل کی ولایت پر بھیجا۔ زنگی سلطنت کا بانی یہی شخص ہے اس خاندان کی چار شاخیں ہوگئیں۔

موصل (۱)

(۱) اتابک عماد الدین زنگی	۵۲۱ - ۵۴۱
(۲) سیف الدین غازی بن زنگی	۵۴۴
(۳) قطب الدین مودود بن زنگی	۵۶۵
(۴) سیف الدین غازی بن مودود	۵۷۶
(۵) عز الدین مسعود بن مودود	۵۸۹
(۶) نور الدین ارسلان شاہ بن مسعود	۶۱۶
(۷) نصیر الدین بن محمود بن مسعود	۶۳۱
(۸) بدر الدین لولو	۶۵۷
(۹) اسماعیل بن لولو	۶۶۰

بدر الدین لولو اس خاندان کا غلام تھا۔ نصیر الدین محمود کے بعد حکمران ہوگیا۔ اس کے بیٹے اسماعیل کے عہد میں تاتاری آگئے۔

حلب (۲)

۵۴۱ھ میں عماد الدین زنگی کی سلطنت اس کے قتل کے بعد اس کے دونوں بیٹوں میں تقسیم ہوگئی۔ سیف الدین غازی موصل میں رہا۔ اور نور الدین محمود حلب میں۔ محمود کے بعد اس کا بیٹا اسماعیل تخت نشین ہوا۔ پھر سلطان صلاح الدین مالک ہوگیا۔

سنجار (۳)

قطب الدین مودود کی وفات کے بعد ۵۶۵ھ میں اس کا چھوٹا بیٹا سیف الدین جو ولی عہد تھا موصل میں حکمران ہوا۔ اور بڑے بیٹے عماد الدین نے سنجار پر تسلط کر لیا۔

امراء کی فہرست یہ ہے

(۱) عماد الدین زنگی بن مودود — ۵۶۶ — ۵۹۴

(۲) قطب الدین محمد زنگی — ۶۱۶

(۳) عماد الدین شاہنشاہ — ۶۱۶

(۴) عمر — ۶۱۷

اس کے وارث بھی ایوبی ہوئے۔

جزیرہ (۴۸)

سیف الدین غازی بن مودود کے بعد اس کا ملک بھی اس کے دو بیٹوں میں تقسیم ہو گیا۔ عزالدین موصل میں رہا۔ اور سنجر شاہ نے جزیرہ پر قبضہ کیا۔

ملوک حسب ذیل ہوئے

(۱) سنجر شاہ بن مودود	۵۷۶ – ۶۰۵
(۲) معزالدین محمود بن سنجر شاہ	۶۴۸
(۳) مسعود بن محمود	۶۴۸

یہ سلطنت بھی ایوبی ممالک میں شامل ہوئی۔

اتابکیہ اربل

یہ دولت زین الدین علی کوچک نے قائم کی جو عماد الدین زنگی کا غلام اور سپہ سالار تھا۔ سنجار۔ حران۔ قلعہ۔ عقر حمیدیہ۔ نیز قلعہائے ہکاریہ۔ تکریت اور شہرزور وغیرہ سب اس کے قبضہ میں تھے۔ لیکن یہ سارا ملک اپنے آقا کے بیٹے قطب الدین مودود کو جس نے اس کی تربیت کی تھی دے دیا۔ اور صرف اربل اپنے پاس رکھا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا چھوٹا بیٹا زین الدین ابوالمظفر جانشین ہو گیا۔ بڑے بیٹے مجاہد الدین قائماز نے مخالفت کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ اس لئے سیف الدین والی موصل کے پاس امداد کے لئے گیا۔ اس نے

اس کو حرّان دے دیا۔ وہاں کچھ دنوں رہ کر سلطان صلاح الدین کے پاس پہونچا۔ سلطان نے رہا بھی اس کی جاگیر میں شامل کر دیا۔ اور اپنی بہن کے ساتھ اس کی شادی کر دی۔

مجاہد الدین صلیبی جنگوں میں سلطان کے ساتھ رہا۔ اور بڑے بڑے کام کیے۔ ۵۸۶ھ میں اپنے بھائی زین الدین کی وفات کے بعد اربل میں گیا وہیں ۶۳۰ھ میں وفات پائی۔ چونکہ کوئی وارث نہیں رکھتا تھا اس لئے اپنے ملک کی وصیت خلیفہ عباسی کے لئے کر گیا۔ چنانچہ تاتاریوں کے آنے تک انھیں کے قبضہ میں رہا۔

اتابکیہ آذربیجان

سلطان محمود سلجوقی کے وزیر اعظم کمال سمیری کا ایک غلام ایلدکز نامی تھا اپنے عہد میں سلطان مسعود نے اس کو ارانیہ کا والی مقرر کر دیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے آذربیجان کے بیشتر حصہ پر اپنا تسلط جما لیا۔ فوج کی تعداد پچاس ہزار سے زیادہ بڑھا لی۔ مکران سے لے کر تفلیس تک حکمران ہو گیا۔ اور ان سب ممالک میں اپنے ربیب ارسلان شاہ بن طغرل کے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔

ایلدکز نہایت شجاع۔ عاقل اور عادل تھا۔ اس کے اوصاف کی وجہ سے اس کی رعایا بہت عزت کرتی تھی۔ اس کے خاندان میں حسب ذیل

ملوک ہوئے۔

(۱) شمس الدین ایلدکز	۵۳۱ – ۵۶۱
(۲) محمد پہلوان جہاں پسر ایلدکز	۵۸۱
(۳) قزل ارسلان عثمان بن ایلدکز	۵۸۷
(۴) ابوبکر بن محمد	۶۰۷
(۵) مظفر الدین ازبک بن محمد	۶۲۲

یہ دولت شاہان خوارزم کے مقبوضات میں شامل ہوئی۔

اتابکیہ فارس

سلاجقہ کے عہد میں سلغر ایک مشہور سپہدار تھا۔ اس کے پوتے سنقر نے یہ دولت قائم کی۔ فرمانرواؤں کی فہرست یہ ہے۔

(۱) سنقر بن مودود بن سلغر	۵۴۳ – ۵۵۷
(۲) زنگی بن سنقر	۵۹۱
(۳) تکلہ بن زنگی	۵۹۱
(۴) سعد بن زنگی	۶۲۳
(۵) ابوبکر بن سعد	۶۵۸
(۶) محمد بن سعد	۶۶۰
(۷) محمد شاہ بن محمد	۶۶۰

(۸) سلجوق شاہ بن سلغر بن سعد ۔۔۔ ۶۶۰

(۹) ابش بن سعد ۶۸۶

تاتاریوں کے ہاتھوں سے یہ حکومت ختم ہوئی سعد بن زنگی اور اس کے بیٹے ابوبکر کے عہد میں ایران کے مشہور شاعر شیخ مصلح الدین شیرازی تھے۔ جنھوں نے اسی نسبت سے اپنا تخلص سعدی رکھا تھا۔

اتابکیہ لورستان (ہزار اسپیہ)

یہ اتابکیہ فارس کی ایک شاخ تھی۔ اس کو سنغر کے ایک سردار فوج ابو طاہر نے قائم کیا تھا۔ امرار کے نام یہ ہیں۔

(۱) ابو طاہر بن محمد	۵۴۳ — ۶۰۰
(۲) نصرت الدین ہزار اسپ بن ابو طاہرہ	۶۵۰
(۳) دگلہ بن ہزار اسپ	۶۵۷
(۴) شمس الدین الپ ارغو بن ہزار اسپ	۶۷۳
(۵) یوسف شاہ ادل بن الپ ارغو	۶۸۷
(۶) افراسیاب اول بن یوسف	۶۹۶
(۷) نصرۃ الدین احمد بن الپ ارغو	۷۳۳
(۸) رکن الدین یوسف شاہ ثانی بن احمد	۷۴۰
(۹) مظفر الدین افراسیاب ثانی بن یوسف شاہ	۷۵۶

(۱۰) شمس الدین ہوشنگ بن افراسیاب ثانی	۷۸۰
(۱۱) احمد	۸۱۵
(۱۲) ابوسعید	۸۲۰
(۱۳) حسین	۸۲۷
(۱۴) غیاث الدین	......

شاہان ارمن

اس دولت کی ابتدا ۴۹۳ھ میں ہوئی - امیر سقمان قطبی نے جو قطب الدین اسماعیل سلجوقی کا غلام تھا - شہر خلاط میں اس کو قائم کیا - ملوک حسب ذیل ہوئے -

(۱) سقمان قطبی	۴۹۳ - ۵۰۶
(۲) ظہیر الدین ابراہیم شاہ ارمن	۵۲۱
(۳) احمد	۵۲۲
(۴) ناصر الدین سقمان	۵۷۹
(۵) سیف الدین بک تیمور (اس خاندان کا ملوک تھا)	۵۸۹
(۶) بدر الدین (آق سنقر کا غلام)	۵۹۴
(۷) منصور محمد بن بک تیمور	۶۰۳

(۸) عزالدین ییلبان ۶۰۴

اس کے وارث سلاطین ایوبی ہوئے۔

اسی عہد میں دولت غزنویہ کے بجائے سلطنت غوریہ قائم ہوئی۔ ضمناً اس کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔

دولت غوریہ

بلاد غور میں جو ہرات اور غزنین کے مابین واقع ہے ۵۴۳ھ میں آل سام آ گئے تھے۔ ان کا سردار قطب الدین محمد بن حسین غور پر قابض ہو گیا۔ اس نے بہرام شاہ مسعود بن ابراہیم فرمانروائے غزنین کے ساتھ رشتہ داری کا تعلق پیدا کیا جس سے اس کی عظمت اور شان بڑھ گئی۔ بہرام شاہ نے اس خوف سے کہ کہیں یہ سلطنت پر قابض نہ ہو جائے اس کو قتل کرا دیا۔ آل سام نے اس کے بھائی سیف الدین کو اپنا سردار بنا لیا۔ اور اس کی معیت میں قصاص کے لیے بہرام شاہ پر چڑھائی کی۔ وہ ہندوستان میں چلا آیا۔ یہاں سے لشکر جمع کر کے لے گیا۔ سیف الدین کو جو غزنین پر قابض ہو گیا تھا شکست دی اور گرفتار کر کے سولی پر چڑھا دیا۔

قبیلہ غور نے علاء الدین حسین کو رئیس بنایا۔ اس کا لقب جہاں سوز تھا۔ ۵۵۰ھ میں اس نے غزنین پر چڑھائی کی۔ وہاں سے بہرام شاہ کو نکال کر اپنے بھائی سیف الدین محمد کو والی بنا دیا۔

علاء الدین نے ۵۵۶ھ میں انتقال کیا۔ اس کے بعد غیاث الدین محمد بن بہاء الدین سام بن حسن تخت نشین ہوا۔ غیاث الدین کا بھائی شہاب الدین غوری تھا۔ اس نے غزنین سے لے کر ہند تک آل سبکتگین کے تمام مقبوضات پر تسلط حاصل کر لیا۔ اس کے ہاتھوں ۲۱۳ سال کے بعد ۵۸۲ھ میں غزنوی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

اسی نے پرتھی راجے کو شکست دے کر دہلی کو فتح کیا۔ اور ۵۸۷ھ میں یہاں کے تخت پر جلوس فرمایا۔ پھر اپنے غلام قطب الدین کو چھوڑ کر واپس ہوا۔ ۶۰۲ھ میں انتقال کر گیا۔

دہلی کی سلطنت قطب الدین کے خاندان میں ۶۸۹ھ تک رہی۔

بادشاہوں کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) قطب الدین ایبک	۶۰۲ — ۶۰۷
(۲) آرام شاہ	۶۰۷
(۳) شمس الدین التمش	۶۲۳
(۴) رکن الدین فیروز شاہ اول	۶۳۴
(۵) رضیہ سلطانہ	۶۳۴
(۶) معز الدین بہرام شاہ	۶۳۹
(۷) علاء الدین مسعود شاہ	۶۴۴

(۸) ناصر الدین محمود شاہ اول ۶۶۴

(۹) غیاث الدین بلبن ۶۸۶

(۱۰) معز الدین کیقباد ......

جنگ صلیبی

فرنگی جو ارض مقدس پر قابض ہو گئے تھے ان کے ساتھ نور الدین محمود زنگی والی حلب نے جنگ شروع کی۔ اور اکثر شہروں کو واپس لیا انہوں نے اپنے کو اس کے مقابلہ میں عاجز دیکھ کر پھر بابائے روم کے پاس فریاد کی اور امداد کے طالب ہوئے۔ اس نے تمام یورپ میں دعاۃ کو بھیج کر مسلمانوں کے خلاف اشتعال پیدا کیا۔ اور جوش دلایا۔ چنانچہ فرانس کا بادشاہ لوئی سابع اور فرمانروائے المانیا کنرڈ ثالث دونوں اپنی اپنی فوجیں خود لے کر روانہ ہوئے۔ راستہ میں قسطنطنیہ تھا جس کا بادشاہ عمانوئیل تھا۔ وہ ڈرتا تھا۔ کہ کہیں میرے ملک پر قبضہ نہ کر لیں۔ اس لئے طرح طرح کے حیلے کئے کہ ان کو روکے مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکی۔ پہلے کنرڈ آیا۔ قسطنطنیہ سے آبنائے کو عبور کر کے بڑھا مسلمانوں نے شکست فاش دے کر اس کی فوج کے بیشتر حصّہ کو قتل کر ڈالا۔ بقیۃ السیف بھاگے۔ راستہ میں فرانسیسی لشکر آتا ہوا ملا۔ اس کے ساتھ ہو گئے۔

یہ لوگ طرح طرح کی سختیاں اور تکلیفیں اٹھاتے ہوئے ۵۴۳ھ میں بیت المقدس پہنچے۔ وہاں سے دمشق پر جو اس وقت مجیر الدین ابق کے قبضہ میں

تھا چڑھائی کا ارادہ کیا۔ اس نے سیف الدین زنگی والئی موصل سے مدد مانگی۔ وہ فوراً اپنی فوجیں لے کر روانہ ہوا۔ حلب سے اپنے بھائی نورالدین محمود کو بھی ساتھ لے لیا۔

فرنگیوں نے ۵۴۳ھ میں دمشق کا محاصرہ کیا۔ وہاں کی فوج نیز رعایا نے بھی نہایت جرأت کے ساتھ مدافعت کی۔ اسی اثنا میں سیف الدین اور نورالدین فوجیں لئے ہوئے حمص میں پہنچے۔ فرنگی ان کے خوف سے محاصرہ اٹھا کر چلے گئے۔ ۵۴۹ھ میں نورالدین محمود نے دمشق پر خود قبضہ کر لیا۔

سلطان ملک شاہ ثانی و محمد

آل سلجوق میں سے سلطان مسعود نے جب وفات پائی تو اس کی جگہ اس کا بھائی محمد بن محمود تخت نشین ہوا۔ اس نے خلیفہ پر فوج کشی کی اور جا کر بغداد کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن بہت سے امرا نے خلیفہ کے مقابلہ کی وجہ سے ساتھ چھوڑ دیا۔ ادھر خبریں پہنچیں کہ ملک شاہ ایلد کز کی مدد سے ہمدان پر آ کر قابض ہو گیا۔ ناچار محاصرہ اٹھا کر واپس گیا۔ ملک شاہ اس کی آمد کی خبر پا کر ہمدان سے نکل گیا۔ یہ اپنے مستقر اصفہان میں آیا۔ وہیں ۵۵۴ھ میں وفات پائی۔

سلیمان شاہ و ارسلان شاہ

محمد کی وفات کے بعد بعض امرا نے اس کے بیٹے سلیمان شاہ کو سلطنت کے لئے بلایا۔ اور بعضوں نے ارسلان بن طغرل کو بڑے بڑے جھگڑوں

کے بعد ایلدکز نے ارسلان کو جو اس کا ربیب تھا تخت نشین کیا۔ اس کے عہد میں خلیفہ نے وفات پائی۔

وفات مقتفی

مقتفی نے ۲ ربیع الاول ۵۵۵ھ مطابق ۱۲ مارچ ۱۱۶۰ء کو انتقال کیا۔ دیالمہ کے آغاز عہد سے خلفاء عباسیہ حکومت سے محروم ہو گئے تھے۔ یہ پہلا خلیفہ تھا جس نے پھر حکومت حاصل کی۔ اور عراق سے واسط تک اپنے قبضہ میں لایا۔ نہایت عاقل۔ شجاع۔ کریم اور عادل تھا۔ سلاطین سلجوق کے حالات اور اخبار کے تجسس کے لئے کثیر رقم صرف کرتا تھا۔ اس کی کوئی بات اس سے مخفی نہیں رہتی تھی۔

مستنجد (۳۲)

خلافت ۲ر ربیع الاول ۵۵۵ھ سے ۹ر ربیع الثانی ۵۶۶ھ تک

۱۱ سال ایک ماہ ایک ہفتہ

ابو المظفر یوسف مستنجد باللہ بن مقتفی۔ اس کی ولادت ایک رومی ام ولد طاؤس نامی کے بطن سے ۵۱۰ھ میں ہوئی تھی۔ باپ کی وفات کے دن ۲ر ربیع الاول ۵۵۵ھ میں خلیفہ ہوا۔

یہ مقتفی سے بھی زیادہ عادل اور فیاض تھا۔ اور مفسدوں اور فتنہ پردازوں کے لئے نہایت سخت۔ ایک بار کسی باغی کو قید کیا۔ ایک امیر نے اس کی سفارش کی اور دس ہزار درہم اس کی طرف سے بطور جرمانہ کے پیش کئے۔ مستنجد نے کہا کہ میں تم کو دس ہزار درہم دیتا ہوں کہ اس قسم کا کوئی دوسرا مفسد پکڑ لاؤ تاکہ میں اس کو قید کردوں اور لوگ اس کے شر سے محفوظ ہو جائیں۔

عراق میں امراء کے پاس جو جاگیریں تھیں ان پر لگان نہیں تھا۔ اس نے خراج لگایا۔ چونکہ اس سے بعض علویین کو ضرر پہنچا اس لئے انہوں نے اس کو اس کے

معائب میں شمار کیا۔ حالانکہ اس میں جمہور کی بہبود مد نظر تھی۔

اس کے عہد میں ارسلان شاہ سلجوقی فرمانروا تھا۔ لیکن اس کی حکومت عراق سے اُٹھ چکی تھی۔ اور طاقت کمزور ہو گئی تھی۔

مستنجد نے ۹ ربیع الثانی ۵۶۶ھ میں انتقال کیا۔

مستضیٔ (۳۳)

(خلافت ۹ ربیع الثانی ۵۶۶ھ سے ۲ ذی قعدہ ۵۷۵ھ تک

۹ سال ۶ ماہ ۲۳ روز

ابو محمد حسن مستضیٔ باللہ بن مستنجد ایک ارمنی کنیز غضہ کے شکم سے پیدا ہوا تھا۔ مستنجد کی وفات کے دن اس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ نیک۔ عادل۔ حلیم اور سخی تھا۔ اس کے زمانہ میں عراق میں کامل امن رہا۔ خوشحالی عام تھی۔ مصر میں بھی خلافت فاطمیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ اور وہاں سلطان صلاح الدین نے دولت ایوبی قائم کر کے محرم ۵۶۷ھ میں اس کے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔

اس کے عہد میں مجاہد اعظم سلطان نورالدین محمود بن زنگی نے جو سلطان صلاح الدین کا آقا تھا وفات پائی۔ یہ صرف حلب کا والی تھا۔ لیکن جنگ صلیبی میں اس کی شہامت اور شجاعت نے فرنگیوں کو مرعوب کر دیا۔ آخر میں اس کی سلطنت اس قدر وسیع ہو گئی کہ مصر، شام۔ یمن اور حرمین شریفین میں بھی اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔

مؤرخین کا اتفاق ہے کہ خلفائے اربعہ اور عمر بن عبدالعزیز کے بعد اس سے بہتر کوئی حکمران مسلمانوں میں نہیں ہوا۔ اس کے بعد سلطان صلاح الدین کا درجہ ہے۔

مستضیئ نے ۲ ذی قعدہ ۵۷۵ھ میں وفات پائی۔

ناصر (۳۴)

خلافت ۲ ذیقعدہ ۵۷۵ھ سے ۳۰ رمضان ۶۲۲ھ تک

۴۶ سال ۱۰ ماہ ۲۸ روز

ابو العباس احمد ناصر الدین اللہ بن مستضیٔ۔ اس کی والدہ ایک ترکی کنیز زمرد نامی تھی۔ مستضیٔ کی وفات کے بعد ۲ ذی قعدہ ۵۷۵ھ مطابق ۳۰ مارچ ۱۱۸۰ء کو خلیفہ ہوا۔

معاصرین

اندلس اور شمالی افریقہ میں موحدین کا تسلط تھا۔ ناصر کے عہد میں ۵۹۱ھ میں وہاں دولت مرینیہ قائم ہوئی۔ جس کا بانی عبدالحق مرینی تھا

مصر و شام و حرمین پر ایوبی خاندان کی حکومت تھی۔ جس کی بنیاد ۵۶۴ھ میں سلطان صلاح الدین کے ہاتھوں پڑی تھی۔

موصل اور سنجار وغیرہ دول اتابکیہ میں تقسیم تھے۔ قونیہ میں سلاجقۂ روم کی فرمانروائی تھی۔ جبل وغیرہ پر سلطان طغرل ثانی کی برائے نام حکومت رہ گئی تھی۔ خوارزم اور اس کے ملحقات میں سلطان تکش بن ارسلان ۵۹۶ھ تک پھر

علاء الدین بن محمد ۶۱۷ھ تک پھر جلال الدین منکبرتی آخری خوارزم شاہ ۶۲۸ھ تک حکمراں رہا۔

افغانستان میں غوری اور ہندوستان میں سلطنت غلامان قائم تھی۔

ناصر کے زمانہ میں علاء الدین تکش نے طغرل کو قتل کر کے دولت سلجوقی کا بلاد جبل سے خاتمہ کر دیا۔ اور خوارزم شاہی سلطنت حدود چین سے رے تک پہنچ گئی۔

علاء الدین جب رے سے واپس گیا۔ تو خلیفہ ناصر نے ایک فوج بھیجی کہ وہاں قبضہ کرے لیکن وہ خبر پا کر پلٹا۔ اور اس لشکر کو شکست دے کر نکال دیا۔

علاء الدین نے ۵۹۶ھ میں وفات پائی۔ اس کے بیٹے قطب الدین احمد نے اس کے بعد اور بھی ممالک فتح کئے اور اپنی سلطنت کو بڑھایا۔ اب اس کی خواہش ہوئی کہ بجائے سلجوقیوں کے بغداد میں خلیفہ کے نام کے ساتھ میرا نام خطبوں میں لیا جائے۔ خلیفہ نے نامنظور کیا۔ اس لئے اس نے اپنے قلمرو میں خلیفہ کا نام خطبوں میں سے نکال ڈالا۔ جس کی وجہ سے فریقین میں سخت عداوت ہو گئی۔

اسی بنیاد پر بعض مورخین نے لکھا ہے کہ خوارزم شاہیوں کی قوت کو توڑنے کے لئے ناصر نے مخفیہ خط لکھ کر چنگیز خاں کو بلایا۔

سیلِ تاتار

اسلامی تاریخ میں سب سے بڑا واقعہ اور سب سے جاں کاہ حادثہ تاتاریوں کا حملہ ہے۔ یہ جماعت ایک طوفان کی طرح مشرق سے نکل کر تمام ایشیائے اسلامی ممالک پر مشرقی یورپ تک چھا گئی اور قتل و غارت سے ایک عالم کو تباہ و برباد کر دیا۔

اس حادثہ کا آغاز چنگیز خاں مغولی اور خوارزم شاہ علاء الدین محمد بن تکش کی باہمی نزاع سے ہوا۔

چنگیز خاں

ترکی مورخوں کا بیان ہے کہ زمانۂ قدیم میں ایک بادشاہ النجہ خاں کے دو بیٹے توام پیدا ہوئے تھے۔ ایک کا نام مغول رکھا گیا۔ دوسرے کا تاتار ان کی نسل کے قبیلے بعد میں انہیں کے نام سے مشہور ہوئے۔ ایک مدت تک ان میں اتحاد رہا۔ لیکن جب ایل خاں مغلوں کا سردار ہوا۔ اور سونج خاں تاتاریوں کا تو ان میں باہم جنگ ہو گئی۔ تاتاریوں نے فتح پائی اور مغلوں کو غلام بنا لیا۔ کچھ زمانہ کے بعد مغول نے متفق ہو کر تاتاریوں کی شوکت توڑ دی اور آزاد ہو گئے۔ اس وقت سے ترکی اقوام کی سیادت ان کے ہاتھ میں آ گئی۔ اور یسوکی بہادر خاں تک سلسلہ بہ سلسلہ انہیں میں سے بادشاہ ہوتے چلے آئے۔ ۵۴۹ھ میں اس کا بیٹا چنگیز خاں پیدا ہوا۔ جس کا نام پہلے تموجین رکھا گیا

لیسوکی بہادر نے جس وقت انتقال کیا۔ اس کی عمر ۱۳ سال کی تھی۔ مغولی سرداروں نے اس کو کمزور پاکر جابجا اپنی خود مختار حکومتیں قائم کرلیں۔ تموجین ایک زمانہ تک اُن کے ساتھ لڑتا رہا۔ آخر کار سب کو اپنا مطیع بنالیا اس وقت سے اس کا لقب چنگیز خاں ہوا۔ شہر قراقرم کو اس نے اپنا پایۂ تخت بنایا اور اپنی قوم کے لئے ایک دستور العمل بھی مرتب کیا جس کا نام الیاق رکھا اس کو وہ لوگ بمنزلہ ایک مذہبی کتاب کے سمجھتے تھے۔ اور اسی کے مطابق عمل کرتے تھے۔

اس کتاب کا ایک نسخہ بغداد کے مدرسہ مستنصریہ میں محفوظ تھا۔ علامہ مقریزی نے اس کو دیکھ کر اپنی کتاب الخطط و الآثار میں اس کا خلاصہ لکھا ہے۔

یورش کا سبب

بعض مورخوں نے تاتاریوں کے حملہ کی وجہ یہ لکھی ہے۔ کہ خلیفہ عباسی ناصر الدین اللہ اور خوارزم شاہ میں چونکہ سخت ناچاقی ہوگئی تھی اور خلیفہ کو خطرہ تھا کہ کہیں وہ بغداد پر آکر قبضہ نہ کرلے۔ اس لئے اس نے چنگیز خاں کو لکھا کہ خوارزم شاہ پر فوج کشی کرے۔

بنی عباس کی تاریخ دیکھتے ہوئے یہ بیان بے بنیاد نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ اس سے پہلے استبداد کو توڑنے کے لئے انہیں لوگوں نے بنی بویہ کو طلب کیا تھا۔ پھر بساسیری کے غلبہ کے وقت طغرل بک سلجوقی کو بلایا تھا۔

اس کے بعد سلجوقیوں کو مٹانے کے لئے خوارزمشاہیوں سے درخواست کی تھی ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ یہ سب لوگ مسلمان تھے اور مغول کافر۔ مگر پھر بھی اپنے ملک کو بچانے کے لئے اس قسم کی کارروائی عباسی خلیفہ سے بعید نہیں معلوم ہوتی۔ اس کا مقصد صرف یہ ہوگا کہ خوارزم شاہ اس کی مصروفیت کی وجہ سے ادھر کا رُخ نہ کر سکے۔ یہ کب اس کے خیال میں آسکتا تھا کہ یہ طوفان خود اس کی سلطنت کو بھی بہالے جائے گا۔

لیکن اصلی سبب چنگیز کے حملہ کا یہ ہوا کہ سنہ ۶۱۲ھ میں اس نے اپنے ملک کے معزز مسلمانوں کا ایک وفد خوارزم شاہ کے پاس بھیجا کہ دونوں ممالک میں تجارت کا سلسلہ قائم کیا جائے خوارزم شاہ نے منظور کر لیا۔

ایک عرصہ تک دونوں طرف سے کاروان تجارت آتے جاتے رہے سنہ ۶۱۵ھ میں چارسو تاتاری تاجروں کا ایک قافلہ دریائے سیحوں کے ساحل پر مقام سرداریا میں اُترا۔ وہاں کے والی نے خوارزم شاہ کو لکھا کہ چنگیز خاں کے جاسوس تاجروں کے بھیس میں یہاں آئے ہیں۔ خوارزم شاہ نے حکم دیا کہ ان کو قتل کر دو۔ والی نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اور وہ سارا سامان تجارت خوارزم شاہ کے پاس بھیج دیا اس نے سمرقند اور بخارا کے تاجروں کے ہاتھ فروخت کر ڈالا۔

چنگیز خاں نے لکھا کہ یہ معاہدہ کی خلاف ورزی ہے۔ لہذا وہ سارا سامان

واپس کرو۔ اور غایر خاں والی سردار یا کو ہمارے حوالہ کردو کہ قصاص لیں۔ خوارزم شاہ نے غصہ اور جہالت کی وجہ سے اس کے سفیر کو بھی قتل کرادیا۔ اس پر چنگیز خاں نے غضبناک ہوکر چڑھائی کی تیاری شروع کی۔ خوارزم شاہ نے یہ سمجھ کر کہ اب جنگ یقینی ہے پہلے ہی حدود ترکستان پر حملہ کردیا۔ چنگیز اس وقت اندرون ملک میں تھا۔ اس کی جو تھوڑی سی فوج سرحد پر متعین تھی اس نے نہایت بہادری سے مدافعت کی۔ جس کی وجہ سے خوارزم شاہ کو یقین ہوگیا کہ وہ تاتاریوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اس لئے واپس ہوا۔ راستہ میں جس قدر شہر اور قصبے تھے ان کے باشندوں کو تاتاریوں کے حملہ کے خوف سے جلاوطنی کا حکم دیا۔ جس سے وہ حصہ ملک جو دنیا کی جنت تھا ویران ہوگیا۔

چنگیز خاں اپنا لشکر تیار کرکے دریائے سیحوں سے اترا۔ کہیں کوئی مدافعت پیش نہیں آئی۔ بخارا میں بیس ہزار خوارزم شاہی فوج تھی۔ وہ بھی مقابلہ نہ کرسکی۔ اہل شہر نے علامہ بدر الدین قاضی شہر کو بھیجا کہ امان طلب کریں۔ چنگیز نے منظور کی۔ اور ۴ ذی حجہ ۶۱۶ھ کو بخارا میں داخل ہوا۔

شہر میں اعلان کرادیا کہ ہمارے تاجروں کا سامان جس کے پاس ہو وہ حاضر کردے۔ چنانچہ سب لوگوں نے لاکر جمع کردیا۔ پھر حکم دیا کہ تمام باشندے یہاں سے نکل جائیں۔ اس کے بعد جو لوگ رہ گئے تھے قتل کئے گئے۔ مال لوٹ لیا گیا اور بخارا جیسا عظیم الشان اور آباد شہر صرف کھنڈروں کا مجموعہ

ہو گیا۔

محرم ۶۱۷ھ میں سمرقند کی طرف بڑھا۔ یہاں پچاس ہزار فوج تھی۔ مگر مرعوب پہلے ہی حملہ میں شکست کھا گئی۔ تاتاریوں نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اور ہر طرف سے باشندوں کو قتل کرنا اور لوٹنا شروع کیا۔ پھر اعلان کیا کہ لوگ یہاں سے تین دن کے اندر نکل جائیں۔ مسلمان بے چارگی اور سراسیمگی کے ساتھ بھاگے اور یہ شہر بھی جو ارباب علم و فن کا مخزن اور اہل ثروت و تجارت کا مرکز تھا بالکل اجاڑ ہو گیا۔

چنگیز خاں نے اپنی بیس ہزار منتخب فوج کو حکم دیا کہ خوارزم شاہ کو جہاں سے مل سکے پکڑ لاؤ۔ گو وہ آسمان ہی پر کیوں نہ چڑھ گیا ہو۔

یہ فوج دریائے جیحون سے اُتر کر روانہ ہوئی۔ خوارزم شاہ غزنیہ میں تھا تاتاریوں کے خوف سے بھاگ کر نیشاپور پہنچا۔ وہاں قیام نہیں کرنے پایا تھا کہ وہ مازندران میں آ گئے۔ اس لئے فوراً نیشاپور چھوڑ کر آگے بڑھے۔ تاتاری اس کے تعاقب میں چلے جاتے تھے۔ اس حالت میں بھی جبکہ خطرناک دشمن اس کے پیچھے تھا۔ شراب میں رات اور دن مست رہتا تھا۔ جس کی وجہ سے ایک بار بھی مقابلہ کی جرأت نہ کر سکا۔ حالانکہ اس کے پاس لاکھوں کی تعداد میں فوج تھی۔

بحیرۂ طبرستان کے اندر اس کا ایک قلعہ تھا۔ بندرگاہ پر پہنچ کر جہاز میں سوار ہوا۔ جب روانہ ہو گیا اس وقت تاتاری ساحل پر پہنچے۔ اب اس کی گرفتاری

کی کوئی صورت نہیں تھی۔ اس وجہ سے مجبوراً پیچھا چھوڑ کر مازندران میں چلے آئے۔ وہاں سے بڑھ کر رے کو تاخت وتاراج کر ڈالا۔

انہوں نے بہت سے سلمانوں اور دوسری قوم کے لوگوں کو بھی جو فتنہ اور فساد میں حصہ لیتے تھے اپنے ساتھ ملا لیا۔ راستہ میں جو بستی پڑتی تھی لوٹ لیتے تھے۔ ہمدان میں جس وقت پہنچے وہاں کے لوگوں نے امان مانگ لی۔ پھر قزوین کو فتح کر کے تقریباً چالیس ہزار باشندوں کو تہ تیغ کیا۔ وہاں سے آذربیجان کی طرف بڑھے۔ تبریز کا محاصرہ کیا۔ اس کا امیر ازبک پسر پہلوان تھا۔ جو ہر وقت شراب کے نشہ میں رہتا تھا۔ مدافعت کے لئے تیار نہ ہو سکا۔ اس لئے وزراء نے کچھ رقم دے کر صلح کر لی۔

اب وہ ساحل کی طرف بڑھے اور موقان پر قبضہ کیا۔ بلاد کرج کے امراء نے ازبک اور ملک اشرف بن عادل ایوبی فرمانروائے خلاط وجزیرہ وغیرہ کو لکھا کہ ہم سب لوگ متفق ہو کر ان کا مقابلہ کریں لیکن کوئی راضی نہیں ہوا۔ ازبک کا ایک غلام آقوش ترکمانوں اور کردوں کی ایک جماعت لے کر تاتاریوں سے مل گیا۔ انھوں نے گرجستان پر حملہ کر کے ذی قعدہ ۶۱۸ھ میں اس کے مرکز تفلیس کو فتح کر لیا۔ پھر پلٹ کر مراغہ میں آئے اس کو تاراج کر ڈالا۔ وہاں سے دربند شروان ہوتے ہوئے شماخی پہنچے اور اس کو لوٹا۔ پھر دشت قبچاق میں جا کر قتل وغارت کر کے اس کے قصبوں کو ویران کر ڈالا۔ بہت سے باشندے بھاگ کر اسلامی

ممالک میں آئے۔ لوگوں نے ان کی ایک بڑی تعداد کو لیجا کر مصر میں فروخت کیا۔ جن کو ملک صالح نجم الدین نے بحری خدمت میں لگایا۔ یہی ممالیک بحریہ آخر میں دولت ایوبی کے وارث ہوگئے۔ ان میں سے معز ایبک اور منصور قلاؤون نامی ملوک گزرے ہیں۔

تاتاری قبچاق سے روس میں داخل ہوئے۔ بقیہ قبچاقیوں اور روسیوں نے متحد ہوکر مقابلہ کیا۔ مگر ہزیمت اٹھا کر بھاگے۔ وہاں بھی قتل و نہب میں کوئی کمی نہیں کی۔ ۶۲۰ھ میں بلغاریہ میں پہونچے۔ مگر ان لوگوں نے کمین گاہیں بنا کر ان میں اپنے سپاہی چھپا دیئے تھے جو تاتاریوں پر بے خبری میں آپڑے۔ اور ان کے بیشتر حصّہ کو قتل کر ڈالا۔

یہ صرف اس مختصر جماعت کی کیفیت ہے۔ جو خوارزم شاہ کے تعاقب میں بھیجی گئی تھی۔ ان کی حالت الغی خرگاہ والے سلجوقیوں سے مشابہ ہے جنہوں نے سلاجقۂ عظمیٰ سے پہلے نکل کر بلاد اسلامیہ میں قتل و غارت سے شورش برپا کردی تھی۔

چنگیز خاں نے سمرقند سے اپنے ایک بیٹے کی قیادت میں دوسری فوج خراسان پر بھیجی۔ وہ دریائے جیحون کو عبور کرکے ۶۱۷ھ میں پہنچی۔ باشندوں نے امان طلب کرلی۔ تاتاری داخل ہوئے۔ کسی سے کچھ تعرض نہیں کیا۔ اور اپنا ایک شحنہ مقرر کرکے آگے بڑھے۔ رفتہ رفتہ خراسان کے اکثر شہروں پر قابض ہوگئے۔

یہ لوگ رعایا میں سے نہ کسی کو قتل کرتے تھے نہ لوٹتے تھے۔ نہ اذیت دیتے تھے۔ صرف تھوڑے سے سپاہی ہر شہر سے مدد کے لئے ساتھ لے لیتے تھے۔

چنگیز خاں نے ایک اور فوج دشتِ قبچاق کی طرف روانہ کی۔ وہاں کی قوت پہلے ہی ٹوٹ چکی تھی۔ اس لئے آسانی کے ساتھ قبضہ ہو گیا۔

اب انتہائے چین سے عراق۔ بحرِ خزر۔ اور حدودِ روس تک۔ اور بحرِ شمال سے سرحدِ ہند تک کا عریض وطویل رقبہ اس کے قبضہ میں آگیا۔ اس نے اس کو اپنے چاروں بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔

بڑے بیٹے جوجی خاں کو دشتِ قبچاق۔ داغستان۔ خوارزم۔ بلغار روس اور اس کے ملحقات ساحل بحرِ غربی تک دوسرے بیٹے چغتائی کو ایغور۔ ماوراء النہر۔ مشرقی ترکستان۔

تیسرے بیٹے تولی خاں کو۔ خراسان۔ دیارِ بکر وغیرہ مغربی علاقہ جہاں تک کہ قبضہ میں آچکا تھا۔

چوتھے بیٹے اوکدائی کو بلادِ اصلی، خطاء چین معمورہ مشرقی تک۔ جو تھا سب سے چھوٹا تھا۔ اسی کو قاآنِ اعظم مقرر کیا اور وصیت کی کہ دوسرے بھائی اس کے تابع اور مددگار رہیں۔ اور کوئی اس کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرے۔

ان چاروں میں سے جس کے ہاتھ سے خلافتِ عباسیہ کا سقوط ہوا۔

اور جس نے عراق دشام وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ وہ تولی خاں کا بیٹا ہلاکو تھا۔

یہ تمام حوادث اسلامی ممالک میں ہو رہے تھے۔ اور خون کا سیلاب مسلمانوں کے سروں پر سے گزر رہا تھا۔ لیکن خلیفۂ بغداد ناصر لدین اللہ بے خبر اور اس کے درباری اپنے بے کار مشاغل میں مصروف تھے۔ اس پر بھی ابن طبا طبا نے الفخری میں اس کی بڑی مدح سرائی کی ہے۔ آخر میں لکھا ہے کہ وہ امامیہ کا ہم خیال تھا۔ غالباً ان کی ان تعریفوں کی اصل وجہ یہی ہے۔

وفاتِ ناصر

آخر عمر میں ناصر کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ دوسری کی بینائی بھی برائے نام تھی۔ تین سال تک اسی حالت میں رہا۔ رمضان ۶۲۲ھ کی آخری رات کو انتقال کیا۔ خلفائے عباسیہ میں سب سے طویل اسی کا زمانہ ہوا۔ اندلس میں عبدالرحمان ناصر ۵۰ سال خلیفہ رہا۔ اور مصر کے خلفاء فاطمیین میں سے مستنصر نے ۶۰ سال کی مدت پائی۔

ظاہر (۳۵)

خلافت ۳۰ رمضان ۶۲۲ھ سے ۱۴ رجب ۶۲۳ھ تک

۹ ماہ ۱۴ دن

ابو نصر محمد ظاہر بامر اللہ بن ناصر۔ اپنے باپ کا ولیعہد تھا۔ اس کے بعد ۳۰ رمضان ۶۲۲ھ مطابق ۶ اکتوبر ۱۲۲۵ء میں خلیفہ ہوا۔ اس نے عدل و احسان سے شیخین کی رسم تازہ کر دی۔ ناجائز آمدنی کے تمام وسائل جو پہلے سے جاری تھے۔ باطل کئے۔ لوگوں کے اموالِ مغصوبہ ان کو واپس دلائے۔ تشخیصِ لگان نہایت انصاف اور نرمی کے ساتھ کی۔ خزانہ میں زر و سیم تولنے کا جو کانٹا تھا۔ اس کا سنگ معمولی سنگ سے نصف قیراط زیادہ تھا۔ اس کو کم کرا دیا۔ خزانچی نے کہا کہ اس کی وجہ سے پچھلے سال ہم کو ۳۵ ہزار دینار کا فائدہ ہوا تھا۔ کہا کہ اگر ۳۵ لاکھ کا بھی ہو تب بھی جائز نہیں رکھوں گا۔ جو شے قرآن میں تصریح کے ساتھ حرام کی گئی ہے وہ کیونکر حلال ہو سکتی ہے۔

ایک بار صاحبِ دیوان واسطے سے ایک لاکھ دینار سے زائد رقم

وصول کر کے لایا۔ ظاہر نے جب حسابات دیکھے تو اس کو ناروا قرار دے کر واپس کر دیا۔ اور حکم دیا کہ جن جن لوگوں سے یہ رقمیں لی گئی ہیں ان کو مسترد کر دی جائیں۔

قید خانہ سے ان قیدیوں کو جو بلا وجہ محبوس تھے رہا کر دیا۔ اور محکمۂ قضا میں دس ہزار دینار بھیجے کہ ان سے محتاج زندانیوں کی خوراک کا سامان کیا جائے۔

شہر کے ہر ہر محلہ کا داروغہ روزانہ اپنے حلقہ کی کیفیت لکھ کر خلیفہ کے پاس بھیجا کرتا تھا جس میں باشندوں کے خانگی حالات۔ مہمانوں کی آمد وغیرہ بھی درج ہوتی تھی۔ لوگ اس سے تنگ تھے ظاہر نے اس دستور کو بالکل بند کر دیا۔ اور حکم دیا کہ صرف وہ امور لکھے جائیں جو حکومت سے تعلق رکھتے ہیں۔ لوگوں کے ذاتی حالات کے تجسس سے ہم کو کیا غرض۔ بعض درباریوں نے کہا کہ عوام فتنے برپا کرنے لگیں گے۔ جواب دیا کہ میں اللہ تعالےٰ سے دعا کروں گا کہ ان کو صلاح و تقویٰ عطا فرمائے۔ اور بد وضعی اور فتنہ انگیزی سے محفوظ رکھے۔

اسی طرح وہ روزانہ اصلاحات اور احسانات کرتا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ اس نیک نہاد خلیفہ سے اُمّت زیادہ متمتع نہ ہو سکی۔ اور پورا ایک سال کا زمانہ بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ اس کی موت آگئی۔

وفات سے پہلے امرار اور وزرار کے نام ایک توقیع عام شائع کی جس میں ان کو عدل و انصاف کی ترغیب دلائی۔ اور ان کے فرائض کی تفصیل کر کے ان کی ادائیگی کی تحریض کی۔

۱۴؍ رجب سنہ ۶۲۳ھ میں انتقال کیا۔ ابن اثیر لکھتا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کے بعد ظاہر جیسا عاقل۔ عادل اور مُتّقی خلیفہ اُمّت کو نصیب نہیں ہوا۔

✤

مستنصر (۳۶)

خلافت ۱۴ رجب ۶۲۳ھ سے ۱۰ جمادی الثانی ۶۴۰ھ تک

۱۶ سال ۱۰ ماہ - ۲۶ روز

ابوجعفر منصور مستنصر باللہ بن ظاہر - ۱۴ رجب ۶۲۳ھ مطابق ۱۱ جولائی ۱۲۲۶ء کو خلیفہ ہوا - یہ بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چلا - نہایت عالی حوصلہ اور فیاض تھا - بغداد کا نامی مدرسہ مستنصریہ دجلہ کے مشرقی ساحل پر اسی نے قائم کیا تھا - اس کے علاوہ بہت سی سرائیں اور پل وغیرہ بنوائے۔

اس کی سیر چشمی کا یہ عالم تھا کہ سونے اور مٹی کو یکساں سمجھتا تھا - ایک بار کہا بھی کہ مجھے خوف ہے کہ میں جو کچھ بخششیں کرتا ہوں ان پر مجھ کو ثواب نہ ملے گا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ تم جب تک اپنی پسندیدہ چیزوں کو صرف نہیں کروگے تم کو مقبولیت نہیں عطا کی جائے گی - اور زر و سیم کو میں نے نہ کبھی پسند کیا نہ سنگریزہ سے بہتر سمجھا۔

اسی کے زمانہ میں ۶۲۴ھ میں چنگیز خاں نے وفات پائی - اور اس کا

بیٹا تولی خاں خراسان کا بادشاہ ہوا۔ اس نے آخری خوارزم شاہ جلال الدین منکبرتی کے استیصال کے لیئے جو آذربیجان میں تھا فوج بھیجی۔ اہل آذربیجان پر نہایت خوف مستولی ہوا۔ کیونکہ کوئی مسلمان بادشاہ تاتاریوں کا مقابلہ نہیں کرتا تھا۔ اور سب کے سب اپنے عیش و آرام میں مشغول تھے۔ آخر کار تاتاریوں نے سنہ ۶۲۸ھ میں خوارزم شاہ کو قتل کر ڈالا۔ اور خراسان سے لے کر عراق تک قبضہ کر لیا۔ جس سے بغداد خطرہ میں آگیا۔

مستنصر نے ۱۰ جمادی الثانی سنہ ۶۴۰ھ میں وفات پائی۔

؎

مستعصم (۳۷)

خلافت ۱۴ر رجب ۶۲۳ھ سے ۱۰ر جمادی الثانی ۶۴۰ھ تک

۱۶ سال ۱۰ ماہ ۲۶ روز

ابو احمد عبداللہ مستعصم باللہ بن مستنصر ۱۰ر جمادی الثانی ۶۴۰ھ مطابق ۶ر دسمبر ۱۲۴۲ء کو تخت خلافت پر بیٹھا۔ اس کے زمانہ میں تولی خاں اپنی سلطنت کی توسیع میں مصروف رہا۔ اور ایران کے اُن حصوں پر جو باقی رہ گئے تھے قبضہ کر لیا۔ لیکن بغداد کی طرف رُخ نہیں کیا۔ کیونکہ اس کو یہ خیال تھا کہ خلافت کے مرکز پر اگر میں چڑھائی کروں گا۔ تو تمام عالم اسلامی مجھ سے لڑنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔

جب ۶۵۴ھ میں وہ انتقال کر گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا ہلاکو خاں تخت نشین ہوا تو بغداد کے بعض منافق امراء اس کے ساتھ مل گئے۔ انہوں نے جرأت دلائی۔ جس کی وجہ سے اس نے اس طرف بڑھنے کا ارادہ کیا۔

صورت یہ تھی کہ بغداد کے زیادہ تر باشندے اگرچہ سُنی تھے لیکن ایک جماعت شیعہ کی بھی وہاں تھی۔ جن کی تعداد بنی بویہ کے زمانہ سے بڑھ گئی تھی۔ ان دونوں فرقوں میں ایک دائمی تنزاع قائم تھی۔

شیعہ جو علویین کی امامت کے قائل تھے بنی عباس کی خلافت کے دشمن تھے۔ اس وجہ سے وہ بھی ان سے بیزار تھے۔

مستعصم کے زمانہ میں ایک بار فریقین میں سخت جنگ ہوئی۔ خلیفہ کے بیٹے ابوبکر کے اشارہ سے اہلسنت نے محلہ کرخ کو جو شیعہ کا تھا لوٹ لیا۔ اور اس کے باشندوں کو مارا۔ اس عناد اور تعصب کی وجہ سے خلیفہ کے وزیر ابن علقمی نے جو نہایت غالی شیعہ تھا۔ ہلاکو خاں کو بغداد پر حملہ کرنے کی ترغیب دلائی۔

ابن طباطبا علوی نے اپنی تاریخ ابنِ علقمی کو اس منافقت اور غداری کے الزام سے بری کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور دلیل یہ لکھی ہے کہ ہلاکو نے فتح بغداد کے بعد سارا انتظام وزیر مذکور کے سپرد کر دیا تھا اگر وہ اس جرم کا مرتکب ہوا ہوتا تو کبھی سلامت نہ رہ سکتا۔

میں اس دلیل اور اس کے نتیجہ کا فیصلہ ناظرین پر چھوڑتا ہوں۔ ایک بات یہ بھی پیش نظر ہے کہ ہلاکو کا وزیر نصیر الدین محمد طوسی بھی بڑا غالی شیعہ تھا۔ اور اس کے دربار میں ابن علقمی کی تعریفیں کیا کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے ہلاکو نے

فتح کے بعد بغداد کا انتظام اس کے اور علی بہادر شحنہ کے سپرد کیا تھا۔

۱۵ محرم ۶۵۶ھ میں ہلاکو خاں اپنے جرار لشکر کو لے کر بغداد کی طرف آیا۔ اور اس کا محاصرہ کیا۔ خلیفہ کے پاس مدافعت کی طاقت کہاں تھی۔ دس روز کے اندر وہ شہر میں داخل ہو گیا۔ اس کی فوج نے قتل و غارت گری شروع کی۔ اکثر باشندے مارے گئے اور بجز تھوڑے سے نصارٰی اور شیعہ وغیرہ کے وہاں کوئی باقی نہیں رہا۔ اور وہ بغداد جو اسلامی عظمت کا گہوارہ خلافت و امارت کا مرکز اور شرقی ممالک کا تاج تھا۔ ویران ہو کر ان متفرق جماعتوں کا مسکن ہو گیا جو ہلاکو کی فوج کے ساتھ آئی تھیں۔ اور جن کا کوئی دین نہیں تھا۔

خلیفہ پیشکش کے لئے ایک طبق جواہر لے کر حاضر ہوا۔ ہلاکو نے اس کو اپنی فوج میں تقسیم کر دیا۔ ابوبکر بن مستعصم کو مع ایک جماعت کے باب کلواذی پر پھانسی دی۔ اور خلیفہ اور اس کے دوسرے بیٹوں اور خواجہ سراؤں کو ساتھ لے کر بغداد سے ۴ صفر ۶۵۶ھ کو روانہ ہوا۔ پہلے ہی مرحلہ میں سب کو قتل کرا دیا جس سے خلافت عباسیہ کا آفتاب جو ۵۲۴ سال سے تاباں تھا غروب ہو گیا۔

خراسانی سیاہ علم لے کر اٹھے تھے۔ جنہوں نے عباسیوں کو عرش خلافت پر بٹھلایا تھا۔ اسی طرف سے تاتاریوں کا سیلاب آیا جو ان کو اور ان کے تخت کو خونی موجوں میں بہا لے گیا۔

سقوطِ بغداد کے وقت اسلامی ممالک کی حالت حسب ذیل تھی۔

(۱) غرناطہ اندلس میں بنی نصر کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ اور اس خاندان کا بانی محمد غالب باللہ بن یوسف بن نصر خلیفہ تھا۔

(۲) شمالی افریقہ میں موحدین کی دولت تھی۔ تخت پر ابوحفص عمر مرتضیٰ بن اسحاق بن ابی یعقوب یوسف بن عبدالمؤمن تھا۔

(۳) الجزائر میں دولت زیانیہ یغمراسن بن زیان نے قائم کر لی تھی۔

(۴) تونس میں بنی حفص میں سے ابو عبداللہ محمد مستنصر باللہ امیر تھا۔

(۵) مراقش میں دولت مرینیہ تھی۔ اور حکمراں ابو یوسف یعقوب بن عبدالحق تھا۔

(۶) مصر میں ممالیک بحری ایوبی حکومت پر قابض ہو گئے تھے۔ اور نورالدین علی تخت پر تھا۔

(۷) یمن میں دولت رسولی تھی۔ اور مظفر بن یوسف بر سرِ حکومت تھا۔

(۸) صنعاء میں ائمۂ زیدیہ میں سے متوکل شمس الدین احمد امام تھا۔

(۹) روم میں سلاجقہ میں سے رکن الدین قزل ارسلان چہارم کا عہد تھا۔

(۱۰) ماردین میں دولت ارتقیہ کے تخت پر نجم الدین غازی سعید تھا۔

(۱۱) فارس کی اتابکیہ سلغریہ میں سے ابو بکر بن سعد بن زنگی فرمانروا تھا۔

(۱۲) لورستان کی اتابکیہ ہزار اسپیہ کا بادشاہ دگلہ بن ہزار اسپ تھا۔

(۱۳) کرمان پر قتلغ خاتون کی حکومت تھی

(۱۴) ہند میں نصر الدین محمود شاہ اول دہلی کے تخت پر تھا۔

٭٭٭

خلافتِ عباسیہ پر ایک سرسری نظر

بنی عباس نے کسی شرعی استحقاق کی بنیاد پر نہیں بلکہ محض قرابت رسولؐ کے دعوے پر خفیہ سازشوں اور کوششوں سے خلافت حاصل کی تھی۔ اور اُمت کو یقین دلایا تھا کہ ہم اہلِ خیر و صلاح ہیں ہم سے خرابی اور فساد کا اندیشہ نہیں۔ چنانچہ پہلے عباسی خلیفہ کے ہاتھ پر جب بیعت ہوئی تھی تو اس کی طرف سے منبر پر سے کہا گیا تھا کہ

ہم نے اس خلافت کو زر و جواہر جمع کرنے کے لئے نہیں حاصل کیا ہے نہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ عالی شان محلات اور باغات بنائیں۔ اور ان میں نہریں نکالیں۔ بلکہ ہم نے دیکھا کہ ہمارے حقوق ہضم کئے جا رہے تھے۔ ہمارے بنی اعمام کی تحقیر کی جاتی تھی۔ امت کے جان و مال پر دست درازیاں ہوتی تھیں۔ ان باتوں کو ہم برداشت نہیں کر سکے۔

اب اللہ، رسولؐ، اور ان کے عم محترم عباسؓ کا ذمہ ہے
کہ ہم تمہارے ساتھ کتاب و سنت کے مطابق برتاؤ کریں گے۔
اور وہی طریقہ رکھیں گے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ دیگر خاندانی سلطنتوں کے مقابلہ میں یہ دولت خلافت کے نام کی وجہ سے بہت سی خوبیوں میں ممتاز تھی۔ خلفاء عباسیہ خیرات و مبرات میں شاہان عالم سے سبقت لے گئے۔ شعائر دین کا احترام رکھا جس کی بدولت اکثر ممالک میں اسلام پھیل گیا۔ منصور۔ ہارون اور مامون وغیرہ نے علوم و فنون کی تربیت میں بڑا حصہ لیا۔ لیکن چونکہ جمہوریت کی روح نہیں تھی۔ اور خلفا اپنے آپ کو امت کے سامنے ذمہ دار نہیں سمجھتے تھے اس وجہ سے استبداد کے جو لازمی نقائص ہیں ان میں پیدا ہو گئے۔ زر و جواہر بھی جمع کئے۔ محلات و باغات بھی بنوائے۔ عجمی اثرات سے ان کے دربار دارا اور کیخسرو کے درباروں کا نمونہ بن گئے۔ سادگی کے بجائے تکلفات بڑھے۔ غنا و شراب۔ عیش و نشاط شکار و تفریح سے دلچسپی ہوئی۔ کتاب و سنت سے کم لگاؤ رہا۔ اور خلافت کے فرائض سے بے خبر ہو گئے اور جس قدر مدت دراز ہوتی گئی اسی قدر یہ خرابیاں بڑھتی گئیں۔ اس میں شک نہیں کہ ان میں سے بعض بعض خلفاء انفرادی حیثیت سے بہت اچھے تھے۔ لیکن خلافت کی رفتار چونکہ غلط طریق پر تھی اس لئے وہ بحیثیت خلیفہ ہونے کے زیادہ مفید نہیں ہو سکے۔

انہوں نے اپنے دورِ اوّل میں بھی جوان کا زرّیں عہد تھا بجز شمال و مشرق کے چند معرکوں میں کامیابیاں حاصل کرنے کے فتوحات میں کوئی نمایاں کام نہیں نہیں کیا۔ اور اسی میراث پر قانع رہے جو بنی امیہ سے پائی تھی۔ اس میں سے بھی اندلس روزِ اول سے ان کے علم کے نیچے نہیں آیا۔ ہاں ان کے زمانہ میں جو جدید اسلامی طاقتیں وجود میں آئیں انہوں نے فتوحات کیں۔ مثلاً زیادۃ اللہ اغلبی نے جزیرہ قبرص کو لیا۔ سلاجقہ روم پر قابض ہوئے۔ غزنویوں اور غوریوں نے ہندوستانی ممالک پر تسلط کیا۔ اور یہی طاقتیں امت کی قوت بن گئیں۔ ورنہ خلافت عباسیہ تو ممالیک کے ہاتھ میں بے بس ہو گئی تھی۔

پانچ دور

خلافت عباسی کا آغاز ۱۳ ربیع الاول ۱۳۲ھ کو ہوا۔ جس روز کہ اولین خلیفہ عباسی سفاح کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ اور اختتام ۴ صفر ۶۵۶ھ ہجری کو آخری خلیفہ مستعصم کے قتل پر ہو گیا۔

یہ دولت ۵۲۴ سال تک قائم رہی۔ اور ۳۷ خلیفہ ہوئے لیکن اس تمام مدت میں ان کی حکومت یکساں نہیں رہی۔ بلکہ مختلف حالتیں گذریں جن کو بالاجمال پانچ دوروں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(۱) یہ ابتدائی ۹ خلفاء سفاح۔ منصور۔ مہدی۔ ہادی۔ ہارون امین۔ مامون۔ معتصم اور واثق کا زمانہ تھا جو ۱۳۲ھ سے شروع ہو کر

سنہ ۲۳۲ھ پر ختم ہوتا ہے۔

یہی اس خاندان کی قوت اور اقتدار کا دور تھا جس میں بجز اندلس کے تمام بلاد اسلامیہ پر ان کی حکومت قائم تھی۔ اور ہمسایہ سلطنتوں پر رعب غالب تھا۔ کوئی مقابلہ کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ صرف سرحد پر رومی کبھی کبھی غارت گری کے لئے حملہ آور ہوتے تھے۔ اور ملک میں علویہ بوجہ قرابت رسولؐ اپنی امامت کا دعوے لیکر کھڑے ہو جاتے تھے۔ مگر دم زدن میں ان کا استیصال کر دیا جاتا تھا۔

(۲) دور انحطاط سنہ ۲۳۲ھ سے سنہ ۳۳۴ھ تک۔ اس میں ترکی مملوکوں کے غلبہ سے خلافت کمزور ہو گئی۔ اور رفتہ رفتہ اسلامی امراء خود مختار ہونے لگے۔ یہاں تک کہ خلیفہ کے پاس صرف عراق۔ فارس اور اہواز کے صوبے رہ گئے۔ یہ بھی شورشوں اور فتنوں سے مضطرب تھے۔ آخر میں یہ ہو گیا تھا کہ کوئی ترکی یا دیلمی بغداد میں امیر الامراء کے لقب سے خلیفہ کی نیابت میں حکومت کرتا تھا اور اس کو گزارہ دیدیتا تھا۔ اس دور میں متوکل سے لے کر مستکفی تک ۱۲ خلفاء ہوئے جن کو اطمینان کی زندگی نصیب نہ ہو سکی۔ کوئی مقتول ہوا اور کوئی معزول

(۳) مستکفی ہی کے عہد میں بنی بویہ بغداد پر آکر مسلط ہو گئے۔ اور وہیں اس خاندان کے ایک شعبہ نے اپنا مرکز بنا لیا۔ اس سے خلیفہ کا سیاسی نفوذ اور اثر حکومت سے مطلقاً اٹھ گیا اور اس کی حیثیت صرف ایک خانہ نشین جاگیردار کی رہ گئی۔

بنی بویہ شیعہ ہونے کی وجہ سے عباسیوں کی خلافت کے بھی قائل نہیں تھے صرف مصلحتاً ان کو اس منصب پر قائم رہنے دیا تھا۔ تاکہ جب چاہیں اتار دیں یا قتل کر ڈالیں۔

یہ دور ۳۳۴ھ سے ۴۴۷ھ تک رہا۔ جس میں قائم بامراللہ تک پانچ خلیفہ گزرے۔

(۴) ۴۴۷ھ میں بنی بویہ کے بجائے آل سلجوق کی حکومت قائم ہو گئی جنہوں نے بغداد کو چھوڑ کر اپنا مرکز رے کو قرار دیا۔ یہ لوگ چونکہ سنی تھے اس وجہ سے خلیفہ عباسی کا احترام کرتے تھے۔ ان کے عہد میں جو ۵۹۰ھ تک رہا مقتدی سے لے کر مستضیٔ تک ۷ خلیفہ ہوئے جن کی حالت بہ نسبت خلفاء عہد دیالمہ کے بہت بہتر رہی۔

(۵) سلاجقہ کے زوال کے بعد خلفائے عباسیہ ۶۶ سال تک آزاد رہے اس دور میں انہوں نے کچھ قوت بھی پیدا کر لی۔ اور عملاً چند صوبوں پر حکومت کرنے لگے۔ ۶۵۶ھ میں ہلاکو نے آکر آخری خلیفہ مستعصم کو قتل کر دیا۔ جس سے خلافت بغداد کا چراغ گل ہو گیا۔

اسباب زوال

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان اسباب کو مختصراً بیان کر دیں جن سے عباسیہ کا زوال ہوا۔

عصبیت دولت

دینِ اسلام نے عرب کے متفرق اور متخاصم قبائل میں ایک ایسی وحدت اور اخوت پیدا کر دی تھی جس کی بدولت عدنانی۔ قحطانی۔ مصری۔ ربعی قیسی۔ کنعانی وغیرہ سب بھائی بھائی بن گئے تھے اور ان کے پیشِ نظر بجز ایک غرض رضائے الٰہی اور اعلائے کلمۃ الحق کے اور کوئی مقصد نہیں تھا۔ اسی متحدہ عربی عصبیت اور قومیت سے خلفائے راشدین کے عہد میں اسلام کی شوکت قائم ہوئی۔ اور اسی کی بدولت ایران۔ شام۔ مصر۔ اور افریقہ وغیرہ فتح ہوئے۔

آلِ مروان کے عہد میں جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں عربوں میں پھر باہمی تفرقہ پیدا ہونے لگی۔ اور رفتہ رفتہ ان میں زمانۂ جاہلیت کی قبائلی عصبیت کا اثر آگیا۔ باوجود اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی جاہلانہ عصبیت کو سخت ممنوع قرار دیا تھا۔ لیکن خلفائے بنی اُمیہ نے اپنے ذاتی اغراض کے لئے اس آگ کو اور بھی بھڑکایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسی کے شعلوں میں آپ جل بھُنے۔ بنی عباس نے جب بنی امیہ سے خلافت لینے کا قصد کیا تو انھوں نے عربی عصبیت پر اعتماد نہیں کیا۔ کیونکہ اہلِ عرب کو اُن کے خلاف اٹھانا ممکن نہ تھا۔ اس لئے کہ ان کی دولت خود عربوں کی دولت تھی۔ جس میں ان کو ہر قسم کی عزت اور عظمت حاصل تھی۔ علاوہ بریں عربوں میں چونکہ قبائلی عصبیت پیدا ہو گئی تھی اس لئے اگر وہ ایک قبیلہ کو ان کے خلاف اٹھا بھی دیتے تو دوسرا قبیلہ

مقاومت کے لئے کھڑا ہو جاتا۔ اور ان کے پاس کوئی ذریعہ ایسا نہ تھا جس سے متحدہ عرب کو اپنے ساتھ ملا سکتے۔ اس وجہ سے انہوں نے غیر عربی عناصر یعنی خراسانیوں اور ایرانیوں کی طرف رُخ کیا۔ اور مندرجہ ذیل دو اسباب سے ان کو اس میں کامیابی کی امید نظر آئی۔

(۱) یہ قومیں ہمیشہ سے حکمران چلی آتی تھیں۔ اور اپنے اسلاف کے کارناموں کی عظیم الشان تاریخ رکھتی تھیں۔ اس وجہ سے عربوں کی حکومت اُن پر گراں تھی اور اس میں وہ اپنی ذلت محسوس کرتی تھیں۔ لہذا ان کی عنصری عصبیت کو عربوں کے خلاف بھڑکا دینا آسان تھا۔

(۲) چونکہ یہ قومیں مسلمان ہو چکی تھیں اس لئے اہلِ بیت کی حمایت کے نام سے اُن کے اندر بنی اُمیہ کے خلاف جوش پیدا کر دینا زیادہ مشکل نہ تھا۔

پہلا سبب عوام پر کارگر ہو سکتا تھا اور دوسرا اخواص پر جن کو آلِ محمدؐ کی امامت کی تلقین کر دی جائے۔ چنانچہ اسی تدبیر سے بنی عباس نے اپنی خلافت قائم کی۔ مگر چونکہ یہ قومی قوت نہیں تھی اس وجہ سے ان کو یہ خطرہ تھا کہ کہیں یہ ہمارے ہاتھ سے اس دولت کو نکال کر دوسرے کو نہ دیدیں۔ یا اپنی تاریخی عظمت کے خیال سے خود سلطنت قائم کرنے کی فکر نہ کریں۔ اس لئے ایک عربی فوج بھی ان کے مقابلہ میں رکھی تاکہ اس توازن سے اپنی خلافت کو محفوظ رکھیں۔

یہی سبب تھا کہ اگرچہ ملکی وزارت اور فوجی امارت کے لئے وہ اپنے موالی

میں سے نہایت معتمد اور معتبر لوگوں کو چنتے تھے لیکن ہمیشہ ان کو شک اور شبہ کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اور جس میں خفیف سے خفیف بھی انحراف کا اثر پاتے تھے فوراً اس کا خاتمہ کر دیتے تھے۔ چنانچہ ان کے اکثر وزرا اور امرا مقتول یا محبوس ہوتے رہے۔ خود ابو مسلم جو ان کی خلافت کا بانی تھا اسی شک میں مارا گیا۔ اور منصور کے شبہ کے سامنے اس کی عظیم الشان خدمات کچھ کام نہ آئیں۔

بنی عباس کی خلافت قائم کر کے خراسانیوں میں اپنے قومی اقتدار کا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ ابو مسلم کے قتل پر ایک مجوسی رئیس سنباد نے انتقام لینے کے لئے بہت بڑی جمعیت فراہم کی۔ جس سے خراسان میں ایک قومی جوش پیدا ہو گیا۔ مگر منصور نے بروقت جمہور بن مرار عجلی ایک عربی سردار کو قبائل ربیعہ کے ساتھ بھیج دیا۔ جس نے پہنچ کر اس کا قلع قمع کر دیا۔ اور ساٹھ ہزار خراسانی قتل کئے۔

پھر راوندیہ بھی ابو مسلم کے خون کے مطالبہ کے لئے اُٹھے۔ ان کا خاتمہ بھی ربیعہ کے نامی سردار معن بن زائدہ نے کیا۔

برامکہ کے بارے میں بھی ہارون کو بھی شک ہو گیا تھا کہ یہ باطن میں علویہ کے طرفدار ہیں۔ اسی وجہ سے اس نے اس کو مٹایا۔

گو عربی امرا میں سے کسی ایک کے خلوص میں بھی ان کو شک کی گنجائش نہیں ملی۔ لیکن تعجب یہ ہے کہ باوجود اس کے وزارت کے لئے کبھی ان میں سے

کسی کو منتخب نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ اپنے موالی کو وزیر بناتے رہے جس کی وجہ سے سلطنت میں دن بدن غیر عربی عنصر کا غلبہ ہوتا گیا۔

مامون کی کامیابی بھی چونکہ خراسانیوں ہی کے ذریعہ سے ہوئی تھی اس لئے اس کے عہد میں ان کا نفوذ بہت بڑھ گیا۔ اور عرب فوج سے خارج کر دیے گئے۔ اب سوائے خلیفہ اور زبان کے بغدادی خلافت تمام تر عجمی ہو گئی۔

اس زمانہ میں ماوراءالنہر سے ترکوں کے وفود اپنے روٴساء کے ساتھ آنے لگے۔ مامون اور معتصم نے ان کی بہت قدر دانی کی۔ اور فوج میں بھرتا شروع کر دیا۔ معتصم نے تو ہزاروں ترکی غلام خرید کر اپنے لشکر میں شامل کئے۔

بظاہر اس کی وجہ ترکوں کی شجاعت تھی۔ جس نے ان خلفاء کو گرویدہ کر لیا تھا۔ لیکن حقیقت میں یہ توازن قوت کا سوال تھا۔ کیونکہ عربوں کو فوج سے نکالنے کے بعد خراسانیوں کے مقابل میں ایک جدید عنصر کی ضرورت تھی جو اُن کے غلبہ سے خلافت کو محفوظ رکھے

مگر اس سے نتیجہ اور بھی بُرا ہوا۔ کیونکہ یہ جدید عنصر اس قدر غلبہ پا گیا کہ خود خلفاء کی گردنیں ان کے قبضہ میں آگئیں۔ جس کو چاہتے تھے تخت نشین کرتے تھے اور جس کو چاہتے تھے معزول۔ ان میں سے بعض روٴساء اور شاہزادے خود اپنی سلطنت اور ریاست کے منصوبے باندھنے لگے۔ اور بہت

ممکن تھا۔ کہ کامیاب ہو جاتے۔ مگر ان کے اغراض متحد نہ تھے۔ اس لئے خلافت قائم رہ گئی۔ چنانچہ افشین حیدر بن کاؤس معتصم کے سپہ سالار نے جو اشروسنہ کے بادشاہ کا بیٹا تھا۔ جب ترکی سلطنت قائم کرنے کا داعیہ کیا تھا تو خود ترکی امرا نے خلیفہ سے اس کی مخبری کی تھی۔

ان کے غلبہ کا اثر یہ ہوا کہ خلیفہ عباسی ان کے ہاتھ میں کٹھ پتلی ہو گیا۔ اور اس کی ساری عزت اور عظمت دلوں سے جاتی رہی۔ امرا ولایات نے یہ خیال کر کے کہ کیا ہم ان ترکی غلاموں سے بھی کم ہیں جو خلیفہ اور خلافت پر مسلط ہو گئے ہیں اپنی اپنی خود مختاری کا اعلان کرنا شروع کیا۔ خلیفہ کسی سے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ رہے ترک۔ وہ خلیفہ پر قابو رکھتے تھے اور اسی کو اپنی غرض کے لئے کافی سمجھتے تھے۔ اس لئے ان کو اس کی پرواہ بھی نہ تھی کہ وہ کسی سے جا کر جنگ کریں۔

یہ متغلبین امرا آپس ہی میں جنگ و جدال اور معرکہ آرائیاں کرتے تھے۔ جو غالب آجاتا تھا وہ خلیفہ کو تحفے اور ہدیے بھیج دیتا تھا۔ اس کے عوض میں خلیفہ اس کے نام ولایت کا فرمان لکھ دیتا تھا۔ تاکہ اس کا خطبہ اور سکہ باقی رہ جائے۔ ان میں سے بعض بعض ایسے بھی ہوئے جنہوں نے ارادے کئے کہ دارالخلافہ پر مستولی ہو جائیں جیسے یعقوب بن لیث صفار اگر موفق نے جو خلیفہ معتمد کا بھائی تھا۔ اپنی ابالت اور شجاعت سے اس کو

نہ روکا ہوتا تو یقیناً وہ بغداد کو لے لیتا۔ لیکن جب خلافت کی اصلی قوت یعنی قومی عصبیت مفقود تھی تو وہ کب تک اس کو روک سکتی تھی آخر بنی بویہ وہاں آگئے۔ ترکوں کو مغلوب کر کے قبضہ کر لیا۔ اور خلیفہ کو محض نام کے لئے باقی رہنے دیا۔

پانچویں صدی میں شرق سے ترکمانی غزاُٹھے جن کا سردار سلجوق تھا۔ اس جماعت نے سلطنت قائم کر کے بنی بویہ کی حکومت کو مٹا کر خلیفہ کو اپنی حمایت میں لے لیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد وہی خانہ جنگی کا مرض ان میں بھی پیدا ہوا۔ اور ان کی سلطنت بھی فنا ہو گئی۔

علویہ

دوسرا سبب یہ ہوا کہ ان کے بنی اعمام علویہ جو پہلے ہی سے اپنی امارت کی تبلیغ کر رہے تھے ان کے زبردست رقیب اور حریف بن گئے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم کی وجہ سے اہلِ بیت نبوت کا جو وقار جمہور اہلِ اسلام کے دلوں میں تھا اس کے لحاظ سے ان کو یہ زیادہ مرغوب تھا کہ خلافت اسی خاندان میں رہے۔ یہی وجہ تھی کہ صدر اوّل میں امامت کی دعوت نے بڑی کامیابی حاصل کی۔ اور عوام الناس کثیر تعداد میں اہلِ بیت کے طرفدار ہو گئے جن کو لے کر علویہ بار بار خلافت کی کوشش کے لئے اٹھے۔ مثلاً امام حسینؑ۔ امام زید پھر ان کے بیٹے

کھینچے لیکن ناکامیاب رہے۔

ان کے بعد عباسیہ نے اس راستہ میں قدم رکھا اور اپنی دانشمندی اور تدبیر سے منزل مقصود پر پہنچ گئے یعنی بنی اُمیہ کا تخت اُلٹ کر اپنی خلافت قائم کرلی۔ اس پر علویہ کی غیرت حرکت میں آئی۔ اور وہ مخالفت پر آمادہ ہوئے۔

بنی عباس اس امر کو اچھی طرح جانتے تھے کہ جمہور کا میلان طبع بہ نسبت ہمارے ان کی طرف زیادہ ہے۔ اور قرب رسول جس کی بنیاد پر ہم نے خلافت حاصل کی ہے اس میں ان کا رتبہ ہم سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے ان کی طرف سے جو رخنہ سلطنت میں پڑے گا اس کا بند کرنا آسان نہ ہوگا۔ اسی وجہ سے انہوں نے مدینہ کی جو علویہ کا مرکز تھا مخفی طور پر شدید نگرانی شروع کی اور ان میں سے جو ممتاز افراد تھے ان کے اعمال و اشغال کی نگہداشت کرنے لگے۔

سفاح جب حج کو گیا تو تالیف قلوب کے لئے علویین کو بلا کر عطیوں اور بخششوں سے مالا مال کر دیا۔ تاکہ وہ بنی امیہ کے مقابلہ میں بنی عباس کی خلافت کو غنیمت سمجھ کر ان کے شکر گزار ہوں۔ اور اپنی خلافت قائم کرنے کا خیال نہ کریں۔ لیکن ان احسانات سے ان کے جذبۂ غیرت میں اور ترقی ہو گئی اور اپنے ضائع شدہ حق کا احساس زیادہ

بڑھ گیا۔ کیونکہ یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ جس چیز کو اپنا حق سمجھتا ہے اس کو اگر کوئی غیر لے لے تو اس قدر جوش میں نہیں آتا جس قدر کہ اشتر بار کے غضب پر۔ خاص کر ایسی حالت میں جبکہ وہ یہ بھی دیکھتا ہو، کہ اس کے حاصل کرنے کے لئے مددگار مل سکتے ہیں۔

چنانچہ سب سے پہلے محمد بن عبد اللہ نے جو نفس زکیہ کے لقب سے مشہور تھے مدینہ میں اور ان کے بھائی ابراہیم نے بصرہ میں بنی عباس کے مقابلہ میں خروج کیا۔ اہل خراسان بھی ان کے قیام کے منتظر تھے۔ لیکن منصور نے اس طرف کے راستے بند کرا دیئے اور اپنی تدبیر و شجاعت سے اس مہم کو بہت جلد سر کر لیا۔ ورنہ یقیناً خلافت متنزلزل ہو جاتی۔

اب عباسیوں کے شکوک علویہ کی طرف سے اور بھی بڑھ گئے انہوں نے شیعیت کے عقیدہ کو بھی جو ان کی تبلیغ کا جزو تھا چھوڑ دیا۔ اور شیخین یعنی حضرت ابوبکر و عمر کو حضرت علی سے افضل ماننے لگے۔ نیز علوئین کی سخت نگرانی شروع کی۔ اور ان کے اوپر بہت سی پابندیاں لگا دیں۔ جن کی وجہ سے وہ تنگ آ گئے۔ پرندے کی طرح اپنے آپ کو قفس میں محبوس دیکھ کر پھر ایک بار کوشش کا ارادہ کیا۔ اور حسین بن علی بن حسن مثلث ۱۶۹ھ میں ایک جماعت کو لے کر اُٹھے لیکن

کامیاب نہ ہو سکے۔ اور مکہ کے متصل مقام فخ میں بنی عباس سے شکست کھا کر قتل ہوئے۔

اس جنگ سے دو آدمی ادریس اور یحییٰ جو نفس زکیہ کے بھائی تھے بچ کر نکل گئے ادریس۔ مصر اور شمالی افریقہ سے گزر کر مغرب اقصےٰ میں پہونچے۔ وہاں انہوں نے سلطنت قائم کر لی۔ یحییٰ بلاد دیلم میں چلے گئے مگر بوجہ قرب دار الخلافہ کے ان کا منصوبہ پورا نہ ہو سکا۔ اور بغداد میں لا کر زیر حراست رکھے گئے۔

ان واقعات میں خلفائے عباسیہ کے اوپر یہ امر بھی ظاہر ہو گیا کہ ان کے خاص موالی میں سے بعض لوگ بہ نسبت ان کے علویہ کے زیادہ ہوا خواہ ہیں۔ کیونکہ برید مصر پر ان کا مولیٰ واضح متعین تھا۔ اس نے باوجود ہارون کے حکم کے جان بوجھ کر ادریس کو گرفتار نہیں کیا بلکہ ان کے گزرنے میں آسانیاں پیدا کیں۔ اسی طرح جعفر برمکی ہارون کے پروردہ خاص اور عزیز ترین وزیر نے اس کی منشا کے خلاف یحییٰ کو چھوڑ دیا۔ اس لئے ہارون نے ان لوگوں کی تربیت شروع کی جو علویہ کے مخالف ہوں یا کم سے کم ان کے دلدادہ نہ ہوں۔ وہ جس امیر یا وزیر کی نسبت سنتا تھا کہ آل علی میں سے کسی کی طرف میلان رکھتا ہے اُس کو سزا دیتا تھا۔ امام موسیٰ کاظم بن جعفر صادق کو مدینہ سے بغداد میں

لاکر خاص اپنی نگرانی میں رکھا تھا۔

مراقش میں دولت ادریسی قائم ہو جانے کے بعد وہاں کے باشندے عباسی خلافت کی اطاعت سے نکل گئے۔ اور ہارون کو اس خیال سے کہ یہ اثر دیگر افریقی قوموں میں نہ پھیلنے پائے قیروان میں اغالبہ کی ایک سرحدی ریاست قائم کرنی پڑی۔

باوجود اس کی ان تمام احتیاطوں کے جب مامون خلیفہ ہوا۔ تو اس نے دیکھا کہ دولت عباسیہ ہر طرف سے علویہ کے خطرات سے گھری ہوئی ہے۔ خود عباسی امرا اور موالی کے قلوب اُن کی طرف مائل ہیں۔ اس وجہ سے اس کو مدارات کرنی پڑی۔ اور اس نے اپنے وزیر فضل بن سہل کے مشورہ سے شیعہ کے امام ہشتم علی رضا کی ولیعہدی کا فرمان لکھا۔ لیکن اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ اگر ایک طرف امامیہ خوش ہوئے تو دوسری طرف بنی عباس مخالف ہو گئے اور انہوں نے بغداد میں اس کے خلع کا اعلان کر کے اس کے چچا ابراہیم کو خلیفہ بنا لیا۔

اس ورطہ سے نکلنے کے لئے آخر کار مامون نے حیلہ سے وزیر ابن سہل کو قتل کرایا۔ اس کے بعد ہی امام علی رضا وفات پا گئے۔ جس کا الزام بھی بعض مورخ مامون مامون ہی پر رکھتے ہیں۔ لیکن بجز قرائن کے کوئی دلیل پیش نہیں کرتے۔

بغداد میں آجانے کے بعد بھی مامون علویہ کی محبت اور اپنی شیعیت کا اظہار

کرتا رہا۔ نگران میں سے جب کوئی سر اٹھاتا تھا تو اس کے ساتھ وہی سلوک کرتا تھا جو اس کے اسلاف نے کیا تھا۔ یہاں تک کہ یمن کی بغاوت کے بعد ان کا اپنے دربار میں آنا بھی بند کر دیا۔ ہارون کی طرح شیعہ سے اپنی سلطنت کی حفاظت کے لئے مجبوراً اس کو بھی دولت زیادیہ بطور درمیانی ریاست کے قائم کرنی پڑی۔

علویہ کے ساتھ خلفائے عباسیہ کا ۔۔۔ یکساں طرز عمل نہیں رہا۔ متوکل اس قدر سخت تھا کہ وہ سر دربار ان کی بلکہ خود حضرت علی کی مذمت کیا کرتا تھا اور اسی قسم کے لوگوں کو پسند کرتا تھا۔

مستعین کے عہد میں حسن بن زید نے طبرستان میں دولت زیدیہ قائم کر لی۔ بنی عباس ان کے استیصال سے عاجز رہے۔ اب علویہ کی طرف سے یہ تیسرا رخنہ دولت عباسی میں پڑ گیا۔ اور مشرق و مغرب ہر طرف سے ان کے خطرات محیط ہو گئے جس کی وجہ سے وہ نگاہیں بھی اٹھ گئیں جو اب تک دین و حیا کی وجہ سے نیچی تھیں۔ چنانچہ دعوت امارت کا نظام مرتب کر کے علویہ نے دولت عباسی کے قلب پر حملہ کا سامان کیا اور قرامطہ کے ہاتھوں جو ان کے دعاۃ تھے اس خلافت کو ایسا متزلزل کر دیا کہ یہ اپنے تمام فرائض سے عاجز ہو گئی۔ اور وہ شورشیں اور خونریزیاں ہوئیں۔ جو عالم اسلامی کے خواب و خیال میں بھی نہ آئی تھیں۔

ان کے بعد ہی فاطمیہ نے افریقہ پر قبضہ کر لیا۔ پھر مصر۔ شام۔ حجاز اور یمن تک تسلط بڑھا لیا۔ بساسیری نے ایک سال تک خود بغداد کے منبروں پر

فاطمی خطبہ جاری رکھا۔ عباسی ان کی مقاومت سے عاجز ہو کر ان کے نسب پر طعن کرنے لگے۔ ایک محضر تیار کرا کے شائع کیا کہ خلفاء مصر نسباً فاطمی نہیں ہیں بلکہ عبیدی ہیں۔ لیکن اس سے کیا کام چل سکتا تھا۔

چھٹی صدی ہجری کے اوائل میں فاطمی خلافت کی تحریک سے باطنی جماعت شام اور فارس میں پھیل گئی جنہوں نے خونریزی کو اپنا مشغلہ بنا لیا۔ امراء اور وزراء کے علاوہ خود خلفاء بنی عباس ان کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکے۔ فریقین میں یہ نزاع برابر قائم رہی۔ یہاں تک کہ سلطان صلاح الدین یوسف ایوبی فاتح جنگ صلیبی کے زمانہ میں مصر سے خلافت فاطمیہ منقرض ہو گئی۔ اور وہاں عباسی خطبہ پڑھا جانے لگا۔ لیکن بغداد میں اسی ناگوار جھگڑے میں ابن علقمی وزیر نے ہلاکو کو بلا کر خلافت عباسیہ کا خاتمہ کرا دیا۔

الغرض پہلے خلیفہ عباسی سفاح سے لے کر آخری خلیفہ مستعصم تک علویہ کی منافست کا سلسلہ برابر قائم رہا۔ جس کی وجہ سے کمزور ہوتے ہوتے یہ خلافت آخر مٹ گئی۔ اور حریفوں کے قلب کو تشفی ہوئی۔

بدعہدی

وفاء عہد اہل عرب کا نمایاں خلق تھا۔ جس پر وہ زمانہ جاہلیت سے اپنے اشعار میں فخر کرتے چلے آتے تھے۔ اسلام نے اس کو اور بھی موکد اور پختہ بنا دیا۔ خلفاء راشدین کی تاریخ میں کہیں عہد شکنی کا نام و نشان بھی نظر

نہیں آتا۔ بنی اُمیہ کی تقریباً صد سالہ حکومت میں صرف خلیفہ عبدالملک سے ایک بد عہدی ہو گئی کہ اس نے سعید بن العاص کو امان دینے کے بعد قتل کر ڈالا۔ چنانچہ اس پر بڑی واویلا ہوئی۔ اور یہ مسلمانوں کی پہلی بے وفائی قرار دی گئی۔ خود عبدالملک نے ایک عربی شیخ سے پوچھا کہ میں نے جو سعید کو قتل کر دیا اس کی بابت تمہارا کیا خیال ہے اس نے کہا کہ کاش اس کے بعد تم زندہ رہتے عبدالملک نے کہا کہ میں تو زندہ ہوں۔ بولا کہ بے اعتمادی کی زندگی کیا۔

مگر خلفاء عباسیہ نے جنہوں نے عربی عنصر پر اپنی خلافت کی بنیاد رکھی تھی بد عہدی کو اپنا شیوہ بنا لیا اور آغاز سے لے کر خاتمہ تک ان کے نزدیک پیمان کی کوئی قیمت نہیں تھی۔

منصور نے سفاح کی زندگی ہی میں ابن ہبیرہ کو قطعی امان دیدینے کے بعد جس میں کسی حیلہ کی گنجائش نہیں تھی ابو مسلم کے اشارہ پر قتل کر دیا۔ پھر اسی کا اعادہ خود ابو مسلم کے ساتھ کیا۔ اپنے چچا عبداللہ کو امان دے کر بلایا اور قید کر دیا۔ چنانچہ نفس زکیہ کو جب اپنے خط میں امان دی تو انہوں نے طنزاً لکھا۔ کہ تم نے مجھے کونسی امان دی ہے۔ ابن ہبیرہ والی۔ یا وہ جو ابو مسلم یا اپنے عم محترم عبداللہ کو دی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ اس شخص کے لیے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہونے کا دعوےٰ رکھتا ہو اس سے بڑھ کر اور کیا شرم کی بات ہو سکتی

ہے کہ اس کی بدعہدی کی وجہ سے کوئی اس پر اعتماد نہ کرے۔

ان مثالوں کا اثر یہ ہوا کہ خلیفہ عباسیہ کو پیمان شکنی کی جرأت ہوگئی۔ خود ان کے اسلاف جو عہد نامے لکھ جاتے تھے وہ ان کو رد کر دیتے تھے۔ اور اپنی اس باطل کارروائی کو حق کے پردہ میں چھپانا چاہتے تھے۔

سفاح نے منصور اور اس کے بعد عیسےٰ بن موسیٰ کو ولیعہد بنایا تھا۔ منصور نے اپنے زمانہ میں اس پر اپنے بیٹے مہدی کو مقدم کیا۔ اور اس کو جائز بنانے کے لئے عیسیٰ سے رضامندی لکھوائی۔ لیکن یہ شہادت تاریخ دیتی ہے کہ اس رضامندی کے لئے کس قدر سختیاں اور دھمکیاں کام میں لائی گئیں۔ یہاں تک کہ اس غریب کو زہر کا پیالہ بھی دیا گیا۔ لیکن سخت جان تھا بچ گیا۔ عیسےٰ کے اشعار سے جو اس نے اس واقعہ کے متعلق لکھے ہیں یہ صاف کھل جاتا ہے کہ اگر وہ امت کی مصلحت کو پیش نظر نہ رکھتا تو عظیم الشان فتنہ کھڑا کر دیتا۔

منصور کے بعد مہدی نے بھی اس کے ساتھ یہی سلوک کیا۔ اور جبراً رضامندی لکھوا کر اس کو یک قلم ولی عہدی سے خارج کر دیا۔

پھر امین نے مامون کے ساتھ اسی قسم کی بدعہدی کی جس کی بدولت وہ خونی معرکے پیش آئے جو نہ صرف امین بلکہ لاکھوں افراد امت اور نصف بغداد کی تباہی کا باعث ہوئے۔

جب خلفاء کا یہ شیوہ تھا تو ظاہر ہے کہ وزراء اور امراء وغیرہ اس سے متاثر ہوئے بغیر کیسے رہ سکتے۔ ان کی نظروں میں بھی عہد کی کوئی وقعت نہیں رہ گئی اور ان معاملات میں وہ بھی خلفاء کا ساتھ دینے لگے۔ چنانچہ ہارون نے یحییٰ کو امان دینے کے بعد جب مسترد کرنا چاہا تو بعض علماء وقت نے اس کی خواہش کے مطابق فتوے دیدیئے۔

ان بے وفائیوں کا اثر یہ ہوا کہ خلفاء پر اعتماد نہیں رہا اور ارکان سلطنت اور امراء کا خلوص جاتا رہا جس سے اُمت پر مصائب آئے اور خلافت کو روز بروز زوال ہوتا گیا۔

یہ تین اصولی اسباب ہیں جو خلافتِ عباسیہ کے زوال کا باعث ہوئے ان کے علاوہ جزئی اسباب بہت سے ہیں جو اس تاریخ کو پڑھ کر اخذ کیے جا سکتے ہیں۔

تمام شد

دورِ حاضرہ کی عظیم کتاب

نظامِ ربوبیت

(از پرویز)

اس میں بتایا گیا ہے کہ قرآن کی رُو سے اس سرزمین پر انسان کے سب سے اہم سوال یعنی معاشی مسئلہ کا حل کیا ہے اور وحی خداوندی نے اسے کس خوبصورتی سے حل کر دیا ہے۔ رزق کے سرچشموں پر ذاتی ملکیت کیا نتائج پیدا کرتی ہے اور قرآن اس باب میں کیا کہتا ہے۔ چونکہ اس کتاب کی عام اشاعت مقصود ہے اس لیے اسے دو قسموں میں شائع کیا گیا ہے۔

قسم اول:- کاغذ سفید کرناٹلی جلد مضبوط مع گرد پوش۔ قیمت چھ روپے

قسم دوم:- کاغذ میکانیکل صرف دستے کور کے ساتھ۔ قیمت چار روپے

دونوں صورتوں میں محصول ڈاک الگ ہے۔

ناظم ادارہ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۳۱۳۔ کراچی

سلیم کے نام خطوط

از پرویز

نوجوانوں کے دلوں میں اسلام سے متعلق جو شکوک

پیدا ہوئے ہیں ان کا شگفتہ، مدلل اور اچھوتا

جواب۔

بڑے سائز کے ۲۲۵ صفحات

قیمت ——— چھ روپے

ناظم ادارہ طلوع اسلام۔ کراچی

ابلیس و آدم

(از پرویز)

سلسلۂ معارف القرآن کی دوسری جلد
جسے نظرِ ثانی کے بعد
شائع کیا گیا ہے

انسانی تخلیق ——— قصۂ آدم
ابلیس ——— جنّات
ملائکہ ——— وحی

وغیرہ جیسے اہم مباحث کی حامل۔ بڑی تقطیع کے ۲۷۶ صفحات

قیمت: آٹھ روپے

ناظم ادارہ طلوعِ اسلام۔ کراچی

معراج انسانیت

از پرویز

سیرتِ صاحبِ قرآن علیہ التحیتہ والسلام کو قرآن کے آئینے میں دیکھنے کی پہلی اور کامیاب کوشش۔ مذاہبِ عالم کی تاریخ اور تہذیبی پس منظر کے ساتھ ساتھ حضور سرورِ کائنات صلعم کی سیرت اور دین کے متنوع گوشے نکھر کر سامنے آگئے ہیں۔

بڑے سائز کے قریبًا نو سو صفحات۔ اعلیٰ ولایتی گلیزڈ کاغذ مضبوط و حسین جلد بمعہ گرد پوش۔

قیمت ——— بیس روپے

ناظم ادارۂ طلوعِ اسلام۔ کراچی
(جادید پریس میکلوڈ روڈ کراچی)

۳۸۷
MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
ACC NO.
★ MAILSI ★

فردوس گم گشتہ

از پرویز

ان مضامین کا مجموعہ جنہوں نے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی نگاہ کا زاویہ بدل دیا۔ خالص ادبی نقطۂ نگاہ سے۔ اردو لٹریچر کی بلند پایہ تصنیف۔

چار سو سولہ صفحات

قیمت —— چھ روپے

ناظم ادارہ طلوع اسلام۔ کراچی

12 MAR 2021